1

دعوتی، فکری، اصلاحی، علمی اور ادبی مضامین کا گلدستہ

دردِ دل

تالیف

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور

ناشر

دارالبحوث والنشر
مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی ....(۵۰)

نام کتاب: دردِ دل

تالیف: محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۳۰۴ر

تعداد: ۱۱۰۰ر

سن اشاعت......................۱۴۳۸ھ ۲۰۱۷ء

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور 247129 یوپی (انڈیا)

Mob.09719831058,09719639955
E-mail:masoodazizi94@gmail.com
Website: www.mifiin.org

ملنے کے پتے

☆خانقاہ رحیمی رائے پور، سہارنپور
☆دارالکتاب، دیوبند سہارنپور (یوپی)
☆مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
☆الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ
☆کتب خانہ یحیوی، سہارنپور
☆مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دردِ دل

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات — حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی ۲۷

مقدمہ — حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی ۲۸

عرض مؤلف: محمد مسعود عزیزی ندوی ۳۶

تعارف مصنف: ۳۸

پہلا باب

حرص وحسد معاشرے کی خطرناک روحانی بیماریاں

انسانی زندگی کی پرانی بیماری ۵۱

شیطان دو باتوں سے انسان کو نقصان پہنچاتا ہے .... //

حسد وحرص تمام بیماریوں کی بنیاد ۵۲

حسد نیکیوں کو خشک لکڑی کی طرح کھا جاتا ہے ۵۳

حریص آدمی کے منھ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی .... //

حرص وحسد کی بیماری کی بدبو سے انسانیت کی روح خطرے میں ۵۴

حسد معاشرے کا ایک ناسور

یہ فتنوں کا دور ہے ۵۵

آج ہر شخص آزاد اور بیباک ہے .... //

حاسد اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا ۵۶

صحیح آدمی وہ ہے جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہے ۵۷

بدگمانی سے بچو!

بدگمانی کا مرض عام ہے ۵۸
اکثر آدمی بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہیں .... //
بدگمانی کے بعض پیش آمدہ واقعات ۵۹
بدگمانی کی باتیں ۶۰
بدگمانی کرنا بڑا جھوٹ ہے ۶۱
بغیر تحقیق کے کسی سے بدظن نہ ہونا چاہئے .... //
غلط فہمی کی بنا پر بدگمانی ہوتی ہے ۶۲

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

دنیا میں مسافر کی طرح رہو ۶۳
آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو ۶۴
مگر آج کل ہماری صورت حال .... //
ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ۶۵
آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں ۶۶
مسلمانوں تو متحد ہو جاؤ .... //

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!

قرآن کریم اللہ کا ایک زندہ و جاوید معجزہ ہے ۶۸

جب مسلمان سائنسدانوں نے قرآن میں غوطہ زنی کی ۶۸
جب علماء کرام نے قرآن میں غوطہ زنی کی ۶۹
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر ۷۰
قرآن کے سلسلہ میں سائنسدانوں کے تأثرات ۷۱
یہ الوہی الہام یا وحی ہے .... //
وہ ذریعہ ہدایت الٰہی تھا .... //
اس کا سرچشمہ ضرور بالضرور ذات باری تعالیٰ ہے ۷۲
قرآن میں جو چیز ریکارڈ ہے ضرور سچ ہے .... //
مسلمانوں کو قرآن کریم میں غور و فکر اور تدبر کرنا چاہئے ۷۳

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

کائنات کا سارا نظام مسلمان ہی کے لئے ہے ۷۴
مسلم معاشرے کی اکثر برائیاں .... //
مسلمانوں کی کیا صفات ہیں ۷۵
جب تک مسلمان آسمانی ہدایت پر عمل پیرا رہے ۷۶
آج بھی مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۷۷

یہ دنیا بھی جنت بن جائیگی

اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے ۷۸
اللہ دلوں کی کیفیت کو دیکھتا ہے .... //
کس کا عمل اللہ کے راستے میں شمار ہوگا ۷۹

ہر کام میں نیت کا استحضار ہونا چاہئے ۷۹
دو بھائیوں کا واقعہ ۸۰
عابد کو اس کے نفس نے گناہوں پر آمادہ کیا .... //
گنہ گار نے توبہ کی نیت کی .... //
ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق اٹھایا گیا ۸۱
سارے اعمال درست ہو جائیں گے .... //

برادری واد اور اس کے نتائج

تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو ۸۳
برادری واد ایک عظیم فتنہ .... //
برادری واد کا فتنہ کب اور کیسے برپا ہوا ۸۴
ہر چیز برادری کے نام پر ہونے لگی ۸۵
ایک برادری کے بڑے عالم کی گھناؤنی ذہنیت .... //
اللہ تعالیٰ کے یہاں برادری کی کوئی حیثیت نہیں ۸۶
اس وقت مسلمانوں کے متحد ہونے کی ضرورت ہے .... //
سب برادری واد کے نعروں سے توبہ کرلیں ۸۷
اگر ہم ایک ہو جائیں تو ہماری آواز میں وزن اور طاقت ہوگی ۸۸

آیئے! ذرا اپنی زندگی کا محاسبہ کریں

دنیا کا سارا نظام انسان ہی کے لئے ہے ۸۹
دنیا کے نظام کے بارے میں انسان نے کبھی سوچا ہے؟ .... //

ہماری تخلیق کیسے بے مقصد ہو سکتی ہے؟ ۹۰
زندگی میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہونا چاہئے .... //
زندگی سے متعلق پانچ چیزیں ۹۱
انسان اپنی زندگی کو قیمتی بنا سکتا ہے ۹۲
ہماری زندگی ایک فنکشن کے مانند ہے ۹۳
زندگی کا محاسبہ کرنا چاہئے .... //

دوسرا باب

تنزل وانحطاط کا اصل سبب خواص کا بگاڑ

امت میں فساد کیوں ہے؟ ۹۵
بگاڑ کا مین سبب .... //
مدارس میں آنے والا مال کیسا ہے؟ ۹۶
ذریعہ آمدنی حلال نہیں ۹۷
انحطاط کا ایک اور سبب ۹۸
انجینئر یا ڈاکٹر کو کوئی مشورہ نہیں دیتا .... //
مدارس کا مقصد .... //
خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ ۹۹
امت محمدیہ کے پانچ طبقے .... //
سب کو اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ۱۰۱

مسلمانوں میں انحطاط وتنزل

انسانی زندگی کے دواہم واقعات ۱۰۲

اسلام کی امامت اوراس کی صفات .... //

جہاد کا مطلب ۱۰۳

اجتہاد کا مطلب .... //

دین وسیاست میں علمی تفریق ۱۰۴

دین وشریعت نے مسلمانوں کی غلطی میں کبھی ساتھ نہیں دیا .... //

جب بھی اسلام پر کوئی خطرہ آیا تو غیبی مدد آئی ۱۰۵

ترکوں کی ہمعصر دوطاقتور مشرقی حکومتیں ۱۰۶

ہندوستان کی دواہم عظیم شخصیتیں .... //

سولہویں اور سترہویں صدی میں ترکوں کا تنزل اور عالم اسلام پر اس کے اثرات . ۱۰۷

دینی وروحانی اعتبار سے مسلمانوں کا تنزل اور علماء کا کردار ۱۰۸

امت مسلمہ دوسروں کی دست نگر .... //

اے اللہ امت مسلمہ کو ہر قسم کی سیادت وقیادت عطا فرما ۱۰۹

تاریخ آپ کو بھی بھلا سکتی ہے!

ہر قلمکار اپنے افکار ونظریات کا تابع ہوتا ہے ۱۱۰

صاحب ''المنجد'' کا اپنا نظریہ ۱۱۱

برادران وطن کا اپنا نظریہ .... //

مسلمانوں کے مکاتب فکر کے اپنے نظریئے .... //

ہندوستان کے ہر شہری پر آزادی کا بھوت سوار تھا ۱۱۲

ایک دوسروں کے تئیں تعصب .... //

آزادی کی پہلی مسلح جدوجہد کلکتہ میں ہوئی ۱۱۳

حقائق کو دبانے کی ایک مثال .... //

حقائق کو دبانے کی دوسری مثال ۱۱۴

حقائق کو دبانے کی تیسری مثال .... //

تاریخ کو توڑ موڑ کر پیش نہیں کرنا چاہئے .... //

مسلمانوں کے کرنے کے کام

عالمی امت عالمی پیمانے پر مجروح ومقہور ہے ۱۱۶

اہل دنیا کی نظر میں غلط باتیں اچھی سمجھی جاتی ہیں .... //

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے ۱۱۷

جن باتوں سے قوموں کی شناخت ہوتی ہے ۱۱۸

ظلم اللہ کو پسند نہیں ۱۱۹

مسلمان ایک سرکاری پیغام رساں کی حیثیت رکھتا ہے ۱۲۰

مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ۱۲۱

مسلمانوں کی عظمت رفتہ واپس آسکتی ہے .... //

تیسرا باب

مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہوسکتی ہے

مسلمانوں کا ماضی ۱۲۴

مسلمانوں کی حکومت اوران کی خصوصیت ۱۲۵

موجودہ دور میں اجتماعیت ایک خواب ...... //

مسلمانوں میں گروہ بندی ۱۲۶

اپنے زمانے کے سب سے بڑے جنرل کی فوج کی کمانڈری سے معزولی .. //

موجودہ زمانہ کے اہل مناصب اوران کا کردار ۱۲۷

اگر سارے مسلمان مخلص بن جائیں تو ۱۲۸

مسلمانو! برادران وطن سے اسلام کا تعارف کراؤ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ۱۲۹

ایک طبقہ کی طرف سے مسلم مخالفت کی کوشش ۱۳۰

عالمی طور پر مسلمانوں کو بدنام کرنیکی کوشش ۱۳۱

اسلامی اصول ۱۳۲

غیر مسلموں کو اسلام کا تعارف کرانا ضروری ...... //

سب کو فکر کرنے کی ضرورت ہے ۱۳۳

اسلام امن وآشتی والا مذہب ہے ۱۳۴

مجاہدین آزادی کے حالات سے بھی واقف کرائیں ...... //

ہر شخص اپنے اردگرد میں اسلام کا تعارف کرائے ۱۳۵

مسلمان کسی مذہب کی توہین نہیں کرتا

آج کل مسلمانوں کیخلاف سازشیں ۱۳۶

ساری قوموں نے مسلمانوں کونشانہ بنایا ...... //

ایک بڑی بھول ۱۳۷

اسلام ساری دنیا کے لوگوں کا مذہب ہے ...... //

نئی حکومت پچھلی حکومت کے قانون کو بدل دیتی ہے ...... //

اسلام سے پہلے تمام ادیان کے قانون منسوخ ۱۳۸

گزشتہ تمام انبیاء وکتب سماویہ کا احترام ضروری ہے ...... //

رام چندر اور کرشن جی عظیم شخصیات تھے ۱۳۹

اسلام کی تعلیم ...... //

اسلام بے راہ روی کی تعلیم نہیں دیتا ۱۴۰

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں ...... //

یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائیگی ۱۴۱

حضورؐ تاریخ انسانی کے سب سے سچے اور پاکباز پیغمبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے ۱۴۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر نے ایک بڑی جنگ کو روک دیا .. ۱۴۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقیات پر کوئی آنچ نہیں آئی ۱۴۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کے یہاں امانت کا پاس ولحاظ ...... //

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کے اخلاق حسنہ کی کئی پیاری مثالیں ۱۴۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نے کالے گورے کے فرق کو ختم کیا ۱۴۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے لوگوں کو کیا پیغام ملا؟ ۱۴۷

تاریخ انسانی کا بدترین انسان ...... //

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے ۱۴۸

چوتھاباب

دنیا کا ہر بہیمانہ عمل مسلمانوں کی طرف منسوب

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر ۱۵۰
اسلام امن وآشتی والا مذہب ہے........ //
ایک نفس کا قتل پوری نسل انسانی کا قتل ہے ۱۵۱
زمین پر فساد پھیلانیوالے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں .... //
مسمریزم کے عمل سے جھوٹ بھی سچ معلوم ہونے لگا ۱۵۲
مسمریزم کی ایک مثال........ ۱۵۳
مختلف بم دھماکے اور مسلمانون پران کا اثر........ ۱۵۴

مسلمانو! بیدار ہو جاؤ!

مسلمان اس وقت دنیا میں بے وقعت ہیں ۱۵۵
مسلمانوں نے آسمانی ہدایت سے رشتہ توڑ دیا ہے .... //
مسلمانوں میں بداخلاقی کے مظاہر........ ۱۵۶
مسلمان پکے سچے مؤمن نہیں ۱۵۷
مسلمانوں میں اہل منصب ومال کی سوچ ۱۵۸
ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے ایک جسم کی مانند ہے ۱۵۹
مسلمانوں سے یہود ونصاری خوش نہیں ہوسکتے .... //
اہل مناصب بیدار مغزی کا ثبوت دیں ۱۶۰

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

ملک کی صورت حال ۱۶۲
آر ایس ایس کا ظلم .... //
فسادیوں کو آزادی........ //
مسلمانوں کے دفاعی عمل کو بھی دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے ... ۱۶۳
اہل دنیا کی نظر میں مسلمان سب سے بری قوم .... //
اللہ مسلمانوں کا بول بالا فرمائے ۱۶۴

میڈیا کی دورخی پالیسی اور یورپ وامریکہ کی اسلام دشمنی

آج کل کے اردو اخبارات اوران کی خرافات ۱۶۵
میڈیا اور انگلش اخبارات کا اسلام کے تئیں کا نظریہ .... //
یورپ کی اسلامی دشمنی اوراس کی مثال........ ۱۶۶
امریکہ میں خانہ کعبہ سے ملتی جلتی ایک عمارت کی تعمیر جو دراصل شراب خانہ ہے ۱۶۷
مسلمانوں کی غیرت کو للکار ۱۶۸

زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم

مضمون نگار ومراسلہ نگار کا ہمدردانہ جذبہ دروں ۱۶۹
مخاطب کی زبان میں نہ لکھنا بھینس کے آگے بین بجانے کے مرادف ہے //
قلمکار کی زبان مخاطب کے مطابق ہونی چاہئے ۱۷۰
یہ کام ناممکن تو نہیں مگر مشکل ہے ۱۷۱

دنیا کا بااقتدار طبقہ اردو سے نابلد ہے .... //

پانچواں باب

ہندوستان میں فطرت کے خلاف بغاوت

ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے ۱۷۳
فطرت کے خلاف بغاوت ۱۷۴
ملک کے دانشور، حکما اور اطباء کی ذمہ داری .... //
غیر فطری عمل کی وجہ سے اہل سدوم پر اللہ کا عذاب ۱۷۵
غیر فطری عمل کے وکلاء کو بحر میت کا سفر کرنا چاہیے ۱۷۶

ہندوستان میں کرپشن اور فرقہ واریت

زندگی کے ہر شعبہ میں کرپشن ۱۷۸
ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے .... //
غیر ملکی سوداگروں کی آمد اور ہندوستان پر قبضہ ۱۷۹
لڑاؤ اور حکومت کرو .... //
انگریزوں نے ہندو مسلم دشمنی کیسے پیدا کی ۱۸۰
ہندوستان کی تاریخ میں پہلا ہندو مسلم فساد .... //
انگریزوں کی محنت رنگ لائی ۱۸۱
ہندوؤں کی تنظیم .... //
ہندو مسلم اور سکھ عیسائی اتحاد کا نعرہ لگایا جائے ۱۸۲

ہندوستان دوبارہ سونے کی چڑیا بن سکتا ہے

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے ۱۸۳
آئین کی مخالفت اور ناقدری .... //
یہ قانون خداوندی میں تبدیلی کی بات ہے ۱۸۴
ملک کو ترقی یافتہ ملکوں میں شمار کرانے کیلئے کیا کیا ضروری ہے؟ .... //
جب ملک ترقی کرے گا ۱۸۵
ہندوستان میں تعصب پرستی کا بول بالا .... //
ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں ۱۸۶

چھٹا باب

اہل مدارس کی ذمہ داریاں

بعض اصلاحی باتیں ۱۸۸
طلبہ کے کھانے میں تنوع .... //
کھانا ایک جگہ کھلایا جائے ۱۸۹
طلبہ کے لئے الگ الگ تخت کا انتظام ہو .... //
تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے ۱۹۰
دعوت وتبلیغ کے شعبہ کو بھی زندہ کیا جائے ۱۹۱
اہل مدارس کو ہر آدمی مشورہ دیتا ہے .... //
تعلیمی انحطاط کا ایک اہم سبب ۱۹۲
ذمہ داران مدارس سے مخلصانہ گزارش .... //

ارباب مدارس کا تزکیہ

مدارس اسلامیہ کا انحصار عوامی چندہ پر ہے ۱۹۳
ارباب مدارس جہاں چندہ ملتا ہے وہاں جاتے ہیں .... //
بعض مخیّرین تجار کے ساتھ کا تجربہ ۱۹۴
علماء کے ساتھ جماعت والوں کی نازیبا حرکت ۱۹۵
ایک بزرگ کی مدرسہ کیلئے ذریعہ آمدنی بنانیکی نصیحت ۱۹۶
اللہ تعالی کے یہاں اجر کی امید .... //

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری

تعلیم وتربیت سے زندگی گل گلزار بن جاتی ہے ۱۹۸
آج کل علم کی کثرت تربیت سے ناواقفیت .... //
مدارس اسلامیہ میں تربیت کا فقدان ۱۹۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی اعلی بلندیوں پر تھے ۲۰۰
ایک بڑے عالم کی بداخلاقی کا واقعہ .... //
اسلام میں رہبانیت نہیں ۲۰۱
بداخلاقی کا دوسرا واقعہ .... //
اہل مدارس کو تربیت کا شعبہ بھی قائم کرنا چاہئے ۲۰۲
مشائخ بھی اپنے مریدین کی تربیت فرمائیں ۲۰۳
بری عادت کسی بھی شخصیت میں ہو اس کو دیکھ کر چھوڑ دینا چاہئے .... //

استاد وشاگرد اور ان کا آپسی رویہ

استاد اپنے شاگرد کو گھول کر پلانے کا ہنر جانتے تھے ۲۰۵

استاذ کی اہمیت واحترام .... //
استاد کا اپنے شاگرد کے ساتھ رویہ .... //
آج کل استاذ وشاگرد کا معاملہ ۲۰۶
اپنے شاگردوں کے بعض تجربات ۲۰۷
بعض تجربات وواقعات .... //
دنیا وآخرت کی ذلت اور بے برکتی کی وجہ ۲۰۹
یہ اس وقت کا بڑا المیہ ہے .... //
متعلّمین کے وارثین کو اساتذہ کی قدر کرنی چاہئے ۲۱۰

فارغین مدارس

طلبہ کی آزمائش ۲۱۱
ہمیں تو وہ چاہئے جو کام کرنیوالا ہے ۲۱۲
مدارس سے فارغ ہونیوالے کا چندہ سے معذرت کرنا .... //
کام کے آدمی نہیں ملتے ۲۱۴
نئے فارغین کی صورت حال ۲۱۵
ایک لمحہ فکریہ .... //

ساتواں باب

علماء کرام کی اہمیت اور فضیلت

تعلیم یافتہ حضرات کی علماء کے بارے میں سوچ ۲۱۷
علماء امت کے اوپر سے اعتماد ختم کرنے کی سازش ۲۱۸

علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں ۲۱۹

علماء کرام زندگی کے تمام مسائل کا حل کرنے والے ہیں .... //

علماء کا احترام ضروری ہے ۲۲۰

علماء کے اخلاق وفرائض اور عوام کی ذمہ داری

علماء کی دوگونہ ذمہ داری ۲۲۲

علماء کے اخلاق وفرائض .... //

زندگی کی نئی صبح صادق طلوع ہوسکتی ہے ۲۲۳

علماء کرام امت کے امام ہیں .... //

علماء کی توہین اور اس کے نتائج ۲۲۴

علماء کرام تجارت بھی کریں!

تجارت ایک عظیم عبادت ہے ۲۲۶

کسب حلال مسلمان پر فرض ہے .... //

صحابہ کرام کی تجارت ۲۲۷

اسلامی تاریخ کے تجار ۲۲۸

ہمارے دور میں تجارت .... //

علماء کرام اگر تجارت کرتے .... //

مدارس ومساجد میں زیادہ تر زندگی کے وسائل تلاش کرتے ہیں ۲۲۹

تمام پیغمبروں نے اسی لئے تجارت کی .... //

قوم کی سعادت مندی ۲۳۰

آج کل کا معاملہ .... //

علماء کرام سے باادب گزارش ہے کہ آپ بھی تجارت کیجئے ۲۳۱

علماء کے تجارت نہ کرنے کی وجہ سے کیا ہوا ۲۳۲

بعض بڑے لوگوں کا کردار ۲۳۳

کامیاب تجارت کے چند زریں اصول ۲۳۴

ان اصولوں کے ساتھ تجارت کیجئے ۲۳۵

دعوت فکر وعمل

مرکز میں دوروزہ تربیتی پروگرام ۲۳۶

ایک بڑے ادارہ کے ذمہ دار کو دعوت اور ان کا رویہ .... //

علماء کرام کو دھیان رکھنا چاہئے ۲۳۷

ایک بڑے ادارہ کے ذمہ دار کی تنقید .... //

ایک مفکر کی اہل مدارس کے کردار سے مایوسی ۲۳۸

ایک پروفیسر کے مضمون پر برہمی .... //

اہل مدرسہ کی غیر ذمہ دارانہ بات ۲۳۹

ایک اہل مدرسہ کا رویہ .... //

خواص کا کردار .... //

طبقہ خاص کا بگاڑ ۲۴۰

اس بگاڑ کا علاج ۲۴۱

اگر علاج نہ کیا گیا تو.....؟ .... //

تربیت کی ضرورت اور اس کے فوائد .... //

صحابہ کرام کی تربیت وٹریننگ ۲۴۲

اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں علماء کرام سے گزارش ۲۴۳

علماء کرام کو بھی اصلاح کی ضرورت ہے .... //

حسن اخلاق ایک قیمتی جوہر ہے

جسمانی اور روحانی خوبصورتی ۲۴۵

بعث نبویؐ کے مقاصد .... //

اخلاق کی پستی ۲۴۶

ایک صاحب کی بداخلاقی کا اعلی مظاہرہ ۲۴۷

ایک بڑے دینی ادارہ کے ذمہ دار کی بداخلاقی ۲۴۸

بعثت نبویؐ کے مقاصد میں ڈاکہ زنی .... //

اخلاق حمیدہ اختیار کرنے کے فائدے ۲۴۹

آٹھواں باب

عوام وخواص کی خدمت میں

امت مسلمہ کے دو طبقے ۲۵۱

نام نہاد دانشور طبقہ .... //

امت کے طبقہ خاص کے تین گروپ ۲۵۲

آج مدارس کا مقامی طور پر فائدہ کم ہے .... //

مقامی طور پر مدارس کے مفید نہ ہونے کی چند وجوہ ۲۵۳

امت کا افسوسناک پہلو جس میں تبدیلی ضروری ہے .... //

دوسروں کے تئیں اعتراف کی صلاحیت مفقود ہے ۲۵۴

امت کی فلاح وبہود کے لئے ایک اہم پیغام .... //

مسلم عوام اپنے علماء سے تعلق مضبوط کریں!

عوام علماء سے مسائل معلوم کرنے میں کوتاہی نہ کریں ۲۵۶

امت کو علماء سے کاٹنے کی ایک سازش .... //

سادہ لوح مسلمانوں کی علماء سے بدظنی ۲۵۷

بعض دینداروں کی اہل مدارس سے نازیبا حرکتیں .... //

علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں ۲۵۸

کسی عالم کی غلطی پر اصلاح کا جذبہ .... //

نماز میں فون بند کرنے پر ایک شخص کی اصلاحی کوشش ۲۵۹

پڑھے لکھوں پر اعتراض .... //

عالم دین کا پوری رات سونا اور عابد کا پوری رات عبادت کرنا برابر ہے ۲۶۰

زندگی کا مقصد اور ایک صالح معاشرہ

نیت اور حسن عمل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے ۲۶۱

وطن اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا .... //

اسلامی تحریکات کی ناکامی کی وجہ ۲۶۲

اسلامی حکومت یا خلاف وملوکیت کا موضوع .... //

صالح معاشرہ کی ضرورت ۲۶۳

ظلم سب سے بڑا ایٹم بم ہے .... //

دعوت وتبلیغ ضرورت، اہمیت، افادیت اور طریقہ کار

دعوت وتبلیغ کا کام ہر نبی کی سنت ہے ۲۶۵
حضورؐ کی جماعت کی جدوجہد سے یہ دنیا جنت نشاں بن گئی .... //
ہر دور میں ہر جگہ دعوت وتبلیغ کا کام جاری رہا ۲۶۶
انسانی زندگی میں دعوت وتبلیغ کی حیثیت غذا کی ہے .... //
ان پڑھ کی دعوت وتبلیغ کا انجام ۲۶۷
عوام کا جماعت میں جڑنا سیکھنے کیلئے ہونا چاہئے، سکھانے کیلئے نہیں .... //
دعوت وتبلیغ کا کام علماء کو کرنا چاہئے ۲۶۸
دعوت وتبلیغ کے دو میدان ہیں ۲۶۹
دعوت وتبلیغ کا کام باعمل اور بااخلاق داعی کرے .... //
داعی کو معاشرے میں اپنے اخلاق وکردار کو پیش کرنا چاہئے ۲۷۰
داعی کو مدعو کی زبان اور حالات سے واقف ہونا ضروری ہے .... //

نواں باب

قرآن مجید کا حکایتی اسلوب

قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے ۲۷۳
قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اپنے معجزانہ اسلوب میں بیان کئے ۲۷۴
سورۂ فیل کا اعجاز .... //

سورۂ عادیات کی بلاغت وفصاحت اور اسکا اعجاز ۲۷۵
قرآن کریم کا اعجازی اسلوب .... //
قرآن کریم کے واقعات بامقصد ہوتے ہیں ۲۷۶
قرآن کریم کا حکایتی اسلوب مؤثر اور دلچسپ ہے ۲۷۷

اہانت رسول کی سزا

اللہ کے کسی ولی سے دشمنی پر اللہ کا اعلان جنگ ۲۷۸
اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلانیوالی قوموں کا انجام .... //
گستاخ رسول کی سزا ۲۷۹
نبی کو تکلیف دینے سے اللہ کا ہیبت ناک عذاب ۲۸۰
ایک نبی کی توہین تمام انبیاء کی توہین ہے .... //
ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر کی عبرتناک ہلاکت ۲۸۱
پیغمبر اسلام کے کارٹون ہم نے بنوائے تھے .... //
مسلمانوں کے تئیں میڈیا کا دوہرا رویہ ۲۸۲

خالق کائنات کی تدبیر اور انسان کی سوچ

اپنے تجربہ کی بات زیادہ قابل یقین ہوتی ہے ۲۸۴
انسان کی فکر اور سوچ محدود ہوتی ہے اور خطا کرسکتی ہے .... //
ایک اچھا پلان ۲۸۵
اللہ کی قدرت کا مظاہرہ ۲۸۶
سب کو اللہ رزق دیتا ہے .... //

بیت الخلاؤں میں کموڈ کا استعمال اور پاکی کا مسئلہ

یہود و نصاری کی سازشیں اپنا رول ادا کر رہی ہیں ۲۸۸
کموڈ کا عام رجحان اور اس کے نقصانات .... //
کموڈ میں طہارت کا شبہ ہے ۲۸۹
جب پاکی نہ ہوگی تو نماز و عبادت بھی نہ ہوگی ۲۹۰
یہ سب باتیں قیامت کی علامت ہیں ۲۹۱

زندگی کے بعض تلخ تجربات

مختلف پیشوں کے اہلکاروں کے ساتھ پیش آئے بعض تجربات ۲۹۲
آئیرن والے مستری کا کردار .... //
دوسرے مستری کا کردار ۲۹۳
ایک راج مستری کا کردار .... //
ایک لوہار کا تجربہ ۲۹۴
ایک مولانا صاحب کا تجربہ .... //
ایک مفتی صاحب کا واقعہ .... //
چیک سے جھانسے کا واقعہ ۲۹۵
رعایت تکلیف کا باعث .... //
زیادہ کمانے کی فکر .... //
کاتبوں اور طباعت والوں کی زیادتی ۲۹۶
ایک عالم دین کا واقعہ .... //

ایک عالم کی منافقت ۲۹۷
ایک فاؤنڈیشن کے مولانا کی بے راہ روی .... //
امت کے عام حالات ۲۹۸

مدارس کے تئیں بعض مسلمانوں کے نظریات

بعض مسلمان بھی مدارس کے خلاف ہیں ۲۹۹
دنیا میں لوگ کسی نظام سے سو فیصد متفق نہیں .... //
مدارس کے خلاف چند دل خراش واقعات ۳۰۰
مدرسہ کی انتظامیہ کا ایسا قدم جو باعث اختلاف ہوا ۳۰۲
خاندانی چپقلش مدرسہ کے انتظامیہ سے اختلاف کا باعث .... //
مدرسہ کا رفاہی کام گاؤں کے لوگوں کے حسد کا باعث .... //
آج کل ہر آدمی مدارس کی برائی کر رہا ہے ۳۰۳
کہیں یہ غیروں کی سازش تو نہیں .... //
دین کے کام میں رخنہ پیدا کرنا تباہی کا ذریعہ ۳۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

''دردِ دل'' مولانا قاری مفتی محمد مسعودعزیزی ندوی کے مضامین کا مجموعہ ہے، جو پینتالیس مضامین پر مشتمل ہے، یہ تمام مضامین ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور میں شائع ہونے والے اداریئے ہیں، ہراداریہ ایک مستقل مضمون ہے اور معلومات افزاء وفکرانگیز ہے۔

امید ہے کہ قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کو نافع بنائے۔

۶/۳/۱۴۳۸ھ	ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
۶/۱۲/۲۰۱۶ء	مہتمم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی مدظلہ العالی
آکسفورڈ (یوکے)

میری ہوس کو عیش دو عالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا

پیش نظر کتاب ''درد دل'' مولانا محمد مسعودعزیزی ندوی ناظم مرکز احیاء الفکرالاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور کے دینی، دعوتی، اصلاحی، فکری اورادبی مضامین کا مجموعہ ہے، مصنف کتاب علمی ودعوتی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، موصوف کی اب تک تقریباً ۴۵/کتابیں شائع ہوچکی ہیں، فلاحی، دعوتی، انتظامی، علمی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود اتنا بڑا تصنیفی ذخیرہ شاہدعدل ہے کہ عزیزی صاحب وقت کے قدرشناس، جوہر زندگی سے آشنا، ترجیحات کے پابند، اور تضیع اوقات سے بچتے ہوئے اپنے قیمتی مقاصد کی سمت میں رواں ودواں ہیں، موجودہ دور نے عمرعزیز کو برباد کرنے والے وسائل وذرائع میں جوترقی کی ہے وہ کسی صاحب نظر اوررہ نورد جادہ عزیمت وعمل سے مخفی نہیں، اس ماحول میں طاقت وتوانائی اور صلاحیتوں کی حفاظت کرامت بلکہ برتر از کرامت ہے، اس لئے عارفین کا الہامی فرمان ہے "الاستقامة فوق الكرامة"۔

عام طور سے ہمارے مصنفین ان موضوعات پر رائے زنی یا اظہار خیال کرتے ہیں، جن کا تعلق ان کے زمان ومکان اور ماحول سے بہت کم ہوتا ہے، بعض اہل قلم جو اپنے عہد کے لئے لکھنے کا دعوی کرتے ہیں ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کسی حصار یا قلعہ میں بند، دانش گاہوں کی چہار دیواریوں میں روپوش اور تماشہ گاہ عالم سے کنارہ کش ہیں، اور خود کو جن علمی، فکری واجتماعی مسائل کے ماہرین ومتخصصین میں شمار کرتے ہیں ان سے ان کی واقفیت براہ راست معلومات پر مبنی نہیں، اسی لئے ان کی تجزیہ نگاری حقائق تک رسائی میں سد راہ ہوتی ہے، اور حل پیش کرنے کی ان کی کوششیں مسائل ومشکلات کا حصہ بن جاتی ہیں، یہ وہ کاروان فکر ونظر ہے جسے اپنی ملت کے زیاں کا احساس نہیں، اس کے پاس نہ دل ہے نہ غم دل:

غم دل با تو نگویم کہ نداری غم دل

با کسے حال تواں گفت کہ حالے دارد

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مصنف اپنے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کا اپنے زمان ومکان سے گہرا تعلق ہے، ان کو اپنے عہد کے مسائل سے براہ راست واقفیت ہے اور وہ ان مسائل کے حل کے لئے فکرمند اور بے چین ہیں، امت بلکہ انسانیت کے ہر طبقہ اور گروہ کی فلاح کے لئے کوشاں اور رہنمائی کے لئے مضطرب وبیتاب، ان کی ہر تحریر سے اخلاص عیاں ہے اور ہر نصیحت میں شفقت فراواں، اسی لئے انہوں نے اس مجموعہ کا نام ''درد دل'' رکھا ہے، اس نام میں ایک طرف اس حقیقت کا اظہار ہے جس کا ابھی تذکرہ ہوا، اور دوسری طرف اس میں اہل علم کی صفت تواضع وخاکساری کی جھلک بھی ہے، ورنہ عام طور سے اس طرح کے مجموعوں کو لوگ ''اصلاحی مضامین'' یا ''اصلاح امت'' کے نام سے معنون کرتے ہیں۔

عزیزی صاحب کا مقصد چونکہ درد کا اظہار ہے اور ان کے دل میں امت کی بازیافت وترقی کے لئے تڑپ اور اضطراب کی کیفیت موجزن ہے، اسی لئے اسلوب میں سادگی اور بے ساختگی کا خاص خیال رکھا ہے، اور اسے ادب وانشاء کے تکلّفات سے گرانبار نہیں بنایا، اس کے باوجود اس کتاب کے مضامین ''ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہیں: ؎

دردمی خیزد از دل فیضی ۞ سوزشے در کتاب می بینم

ذیل میں پیش نظر کتاب کا ایک اقتباس درج ہے، جس میں ایک طرف عزیزی صاحب کی قوت مشاہدہ کا اندازہ ہوتا ہے، تو دوسری طرف اس دنیا میں بسنے والی انسانیت کے واقعی درپیش مسائل کا ادراک اور ان کے حل کے لئے فکرمندی کا احساس، فرماتے ہیں: ''راقم ایک بڑے عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے، انہوں نے چپ چاپ آ کر اپنے کسی دنیاوی مسئلہ میں دعا کی درخواست کی تو ان عالم صاحب نے زور سے اس بیچارے کو کہا ''دور ہو جا'' اور پھر کہنے لگے کہ ہر آدمی جو بھی آتا ہے دنیا کیلئے کہتا ہے ''دنیا، دنیا'' مجھے یہ دیکھ کر عجیب سا لگا، اور طبیعت پر عجیب اثر پڑا، جب انسان دنیا میں آیا، دنیا ہی میں اس کو رہنا ہے، دنیا میں اس کو زندگی گزارنی ہے، تو دنیا کی درستگی کی اور دنیا کی ضرورتوں کی فکر بھی ضروری ہے۔ (صفحہ ۱۷۷)

دنیا کی درستگی کے متعلق عزیزی صاحب کا یہ بیان قرآن کریم کی تعلیمات اور پیغمبروں کی سنتوں کو اچھی طرح سمجھنے کا غماز ہے، عزیزی صاحب نے انہیں غیر مہذب عالم صاحب کا ایک دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے: ''اسی طرح مجلس کے ختم پر راقم اپنے نو سال کے بچے کو لیکر ان عالم صاحب کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا تا کہ

اس بچے کے لئے دعا کی درخواست کروں، مگران عالم صاحب نے راقم کو اور بچے کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر چلا کر زور سے کہا ''نکالوان کو باہر''۔(صفحہ ۱۷۸)

سچ کہا ہے کسی نے:

میرا اس شہر عداوت میں بسیرا ہے جہاں
لوگ سجدوں میں بھی لوگوں کا برا سوچتے ہیں

اس واقعہ کو پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسوں آ گئے اور میں سوچنے لگا کہ آج ہماری رہنمائی کی باگ ڈوران لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جنہوں نے ''انك لعلى خلق عظيم'' کی تفسیر نہیں پڑھی، جنہوں نے انسانی اخلاق کی کوئی تعلیم نہیں حاصل کی، جنہوں نے احترام بنی آدم کا درس نہیں لیا اور جنہیں تواضع وخاکساری کے معنی نہیں معلوم، علماء کے اندر تربیت کی جو کمی ہے، اخلاق کا جو فقدان ہے، صبر وتحمل اور حلم کے جوہر عظیم سے جو تہی دامنی ہے، اسے دیکھتے ہوئے عزیزی صاحب کے اس مشورہ کی قدر دل میں بیٹھ جاتی ہے ''اس وقت اصلاح وتربیت کی سب سے زیادہ ضرورت علماء کرام کو ہے''۔(صفحہ ۲۲۰)

علماء پر جو مردنی طاری ہے، جس قسم کی ہولناک غفلت ان پر سوار ہے، اور اپنے فریضہ منصبی کے احساس کا جو عام فقدان ہے، اور جس کا بلیغ اظہار حضرت عیسی علیہ السلام کے مواعظ میں ہے، اس نے عزیزی صاحب کے اندر ایک تڑپ پیدا کردی ہے، اور اس موقع پر ان کے قلب مضطرب سے ایک آہ نکل کر قرطاس میں پیوست ہوگئی ہے: ''کیا وجہ ہے کہ ایسے لوگ فارغ ہو رہے ہیں، جن کے اندر زندگی نہیں، جن کے اندر روح نہیں، جن کے اندر دنیا کے لئے کوئی پیغام نہیں، امت کے لئے کوئی دعوت نہیں، انسانیت کے لئے کوئی رحم نہیں، کام کرنے کے کا جذبہ نہیں، قوم

کے لئے کچھ کرنے کا حوصلہ نہیں، سسکتی، بھٹکتی اور دم دوڑتی انسانیت کے لئے کوئی غمخواری وہمدردی نہیں، کوئی ایثار وقربانی نہیں''۔(صفحہ ۱۹۱)

مدارس جس طرح کاروبار بنتے جارہے ہیں، اس کی ایک دلیل یہ واقعہ ہے کہ مدارس جہاں قائم ہو رہے ہیں، ان کا مطمح نظر مقامی ضرورت پورا کرنا نہیں، عام طور سے مدارس کا رابطہ مقامی آبادی سے منقطع ہوتا ہے، اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''جس جگہ مدرسہ قائم ہے، وہاں کے لوگ اس سے کٹ کر رہ گئے ہیں، جس کی وجہ سے بڑے سے بڑے مدرسہ کا فائدہ مقامی طور پر کم یا نہ ہونے کے برابر ہے''۔(صفحہ ۲۲۹)

اس مجموعہ میں جہاں ایک طرف علماء سے خطاب ہے، مدارس کے مسائل کا جائزہ ہے، وہیں عام مسلمانوں سے بھی دردناک خطاب ہے، ایک حقیقی مسلمان کے تعارف میں فرماتے ہیں: ''صحیح مسلمان وہی ہے، جو اللہ کے فیصلہ سے راضی ہے، جس کے یہاں تسلیم ورضا، یقین وتوکل کی بیش بہا دولت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں''۔(صفحہ ۵۱)

اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کا ہر قدم تسلیم ورضا اور یقین وتوکل کی کیفیت کو راسخ کرنے کے لئے ہوتا ہے: ؎

میں رضائے ساقی پہ ہوں فدا، مجھے کیا حلال وحرام سے
جو نہ دے تو بادہ حرام ہے، جو عطا کرے تو حلال ہے

آج ہم جس افتراق وانتشار اور فرقہ بندی اور گروہ پرستی کے جس روز افزوں مرض میں مبتلا ہیں، اس نے دین کے مختلف کام کرنے والوں کو ایک دوسرے کا مخالف بلکہ دشمن بنادیا ہے، اور ہم یہ بھول گئے کہ دین کے سارے شعبوں اور مختلف اداروں میں رشتہ باہمی تعاون کا ہے نہ کہ اختلاف وتقابل کا، عزیزی صاحب فرماتے ہیں'' دین کے سارے مدارس، ساری مساجد، ساری خانقاہیں، اور سارے

مکاتب فکر کو ایک ہی سمجھو، اور اپنا ہی سمجھو‘‘۔ (صفحہ ۵۶/۵۵)

قرآن کریم پیغام الٰہی ہے، ایک مسلمان کی اولین کوشش اور حقیقی ترجیح یہی ہونی چاہئے، کہ اس پیغام کو سمجھے، اس میں غور خوض کرے اور اس راہ میں اپنے وقت کی متاع عزیز لگادے، لیکن کتاب اللہ میں تدبر کا یہ بنیادی فریضہ ہم نے بالعموم ضائع کردیا ہے، اس صورت حال پر اپنے درد وکرب کا اظہار کرتے ہوئے راقم ہیں:

’’مگر آج کل مسلمانوں نے قرآن کریم میں غوطہ زنی کرنا تو درکنار اس کے عام معانی ومفہوم کو سمجھنے میں بھی کس قدر بے اعتنائی برتی ہے اور ابھی بھی برتی جارہی ہے، وہ سب کے سامنے عیاں ہے‘‘۔ (صفحہ ۵۹)

ہم مسلمانوں نے کافی عرصہ سے ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں دعوت دین کی ذمہ داری کی ادئیگی میں شدید کوتاہی کی ہے، ہندوستان کی سطح پر یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود اب تک ہندوستان کی اکثریت کو ہم نے اسلام سے روشناس نہیں کیا، عزیزی صاحب ایک صاحب دعوت مسلمان کی حیثیت سے گویا ہیں: ’’ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو کہ وہ اسلام کے بارے میں تمام برادران وطن ہندو بھائیوں کو بتلائے کہ اسلام کیا ہے؟ اس کی تعلیمات کیا ہیں؟ امن وامان اور بھائی چارہ کے سلسلہ میں اور آپسی اخوت ومحبت کے سلسلہ میں اس کا پیغام کیا ہے، اور بتلائے کہ رواداری ومحبت وبھائی چارہ اور انسانی ہمدردی وغمگساری کی تعلیم وہدایت اسلام سے زیادہ کہیں نہیں ہے‘‘۔ (صفحہ ۱۱۶/۱۱۵)

مزید فرماتے ہیں کہ ’’اپنے اردگرد کے پانچ دس یا جتنے بھی ہندو بھائیوں کو ممکن ہوسکے اسلام کا تعارف کرائیں، اسلام کی خوبیاں اور اسلام کے محاسن بیان کریں،

اور انسانی ہمدردی، غمگساری، اخوت ومحبت اور رواداری کے سلسلہ میں جو قرآنی آیات یا حدیثیں ہیں، ان کا آسان زبان میں ترجمہ کرکے بتلائیں اور سمجھائیں، بلکہ کوشش کریں کہ پیام انسانیت کے جلسے منعقد کریں‘‘۔ (صفحہ ۱۱۸)

ہم مسلمانوں نے دنیا میں اپنا تعارف غلط طریقہ سے کرایا ہے، خود کو دوسری قوموں کی طرح ایک الگ قوم بنادیا، اور اسلام کو مسلمانوں کے مذہب کی حیثیت سے پیش کیا، بہت کم لوگ اس غلطی کے منفی اثرات کی حقیقت سے واقف ہیں، فکر اسلامی سے عزیزی صاحب کی صحیح واقفیت کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو بھی اچھی طرح واضح کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ’’سب سے پہلی بھول تو ان سب کی یہی ہے کہ وہ اللہ کو مسلمانوں کا خدا، اسلام کو مسلمانوں کا مذہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا پیغمبر اور قرآن کو مسلمانوں کی کتاب سمجھتے ہیں، یہ جھوٹ اور غلط فہمی ہے۔ (صفحہ ۱۲۰)

دین کی راہ پر چلنے کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ کام خدا کے لئے کرے، انسانوں سے کسی صلہ کی امید نہ رکھے اور اس راہ میں جو اذیتیں اور تکلیفیں پیش آئیں ان پر صبر کرے، عزیزی صاحب پر بھی اس طرح کے حالات آئے، انہیں مشکلات اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں ’’اس طرح کے حالات سے دل برداشتہ ہوکے راقم نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کو یہ حالات لکھے تو حضرت والا نے ایک تو یہ نصیحت فرمائی کہ دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ یہ کام آپ اپنے لئے نہیں کررہے ہیں بلکہ اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کیلئے کررہے ہیں، اس لئے صبر وتحمل سے کام لیجئے‘‘۔ (صفحہ ۱۷۲)

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ مجموعہ صرف عام قارئین کے لئے مفید نہیں، بلکہ اس میں علماء وخواص امت کے لئے بہت کچھ سیکھنے کا سامان ہے، ہم عزیزی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ ان مختلف موضوعات پر قیمتی معلومات وہدایات فراہم کیں، اللہ تعالی موصوف کو جزائے خیر دے، ان کے فیوض کو عام کرے، اور ہم سب کو مستفید ہونے کی توفیق دے۔

والسلام

۲۷ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — محمد اکرم ندوی

۲۴؍جنوری ۲۰۱۷ء — آکسفورڈ، یوکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

’’درد دل‘‘ راقم کے ان پینتالیس اداریوں کا مجموعہ ہے، جو راقم نے گذشتہ دس سالوں میں ماہنامہ ’’نقوش اسلام‘‘ کے لئے لکھے، یہ اداریے مختلف نوعیتوں کے مختلف موضوعات پر زیادہ تر اصلاحی ہیں، مگر ان میں راقم نے اپنے دل کے درد کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، امت کے مختلف طبقات کے لوگوں کے مختلف حالات جو میرے سامنے آئے، یا جن سے راقم کو واسطہ پڑا اور مجھے محسوس ہوا کہ کہاں نشیب وفراز ہے، تو راقم نے ان اداریوں میں اپنا یہ درد پیش کرنے کی ایک جرأت کی ہے، جس کو محبین قارئین نے پسند کیا، بعض دوستوں نے ان اداریوں کو پڑھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور حوصلہ افزائی کی، جس سے ان کی طباعت کا خیال پیدا ہوا۔

راقم کو اپنے ان مضامین میں کسی بڑی تحقیق، علمی تخلیق کا کوئی دعوی نہیں ہے، بلکہ اپنے جذبہ دروں اور اندرونی کیفیات واحساسات کو کاغذ پر اپنی سادہ سی زبان میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی ایک ادنی سی کوشش کی ہے، جس کو دوستوں نے پسند کیا ہے، اس لئے قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کسی دوست کو اس تحریری مجموعے سے کچھ فائدہ محسوس ہو تو وہ راقم کے حسن خاتمہ اور مغفرت کی دعا ضرور کرے، اللہ تعالی راقم اور اس کے والدین اور اساتذہ کے لئے مغفرت کا سامان وذریعہ بنادے۔

اس مجموعہ پر ہمارے کرم فرما محقق فاضل حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

ندوی مقیم آکسفورڈ برطانیہ نے ایک اچھا تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا، جس میں راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور کتاب کے مضامین سے مختلف اقتباسات نقل کرکے اس کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اللہ تعالی موصوف کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

عزیزم مولوی حمید اللہ قاسمی نے ذیلی عناوین لگائے اور قرآنی آیات واحادیث کی تخریج کی ہے، اللہ تعالی ان کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے، اور اس کتاب کو حسن قبول عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

یکم جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ

۲۹ر جنوری ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف صاحب کتاب

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بن حافظ عبدالستار بن منشی عبدالعزیزؒ بروز جمعہ ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۹۴ھ م ۵ر اپریل ۱۹۷۴ء مظفری قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں پیدا ہوئے، عزیزی کی نسبت اپنے دادا حضرت منشی عبدالعزیزؒ کی طرف کرتے ہیں، جو ایک عبادت گذار، نیک وپرہیزگار آدمی تھے، جن کا دل ہروقت مسجد میں لگا رہتا تھا اور علماء ربانیین اور صلحاء متقین سے گہرا تعلق تھا، مولانا کے والد صاحب حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو ہوئی، انہوں نے حفظ قرآن کے بعد عصری تعلیم حاصل کی، اسکول اور دینی مدرسہ میں درس وتدریس کے بعد پوسٹ آفس میں ایک عرصے تک ملازمت کی، ریٹائرڈ ہونے کے بعد مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد میں اپنی دینی خدمات وفات تک پیش کیں، بیعت وسلوک کا تعلق حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری سے رکھا، جو آپ کے استاد بھی تھے، ۱۷ر جولائی ۲۰۱۶ء میں وفات پائی، حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، جبکہ اکتالیس سال قبل آپ کے والد منشی عبدالعزیز صاحب کی نماز جنازہ بھی حضرت موصوف نے ہی اکتوبر ۱۹۷۵ء میں پڑھائی تھی، مفتی صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات ۲۰ر فروری ۲۰۱۲ء میں ہوگئی تھی، اللہ تعالی سبھوں کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں حافظ محمد اخلاق صاحبؒ سے حاصل کی اور یہیں قرآن مجید کے آخری دو پارے حفظ کئے، نو سال کی عمر میں ۱۲/شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳/جولائی ۱۹۸۳ء سنیچر کے روز کو جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں داخل کئے گئے اور وہاں نو سال رہ کر قرآن کریم بروایت حفص تجوید و ترتیل کے ساتھ حفظ کیا، اور سند حاصل کی، وہاں اردو، ہندی، انگریزی پڑھی، فارسی اور عربی نحو و صرف کی چند کتابیں پڑھیں، نیز جامعہ اردو علی گڈھ کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور ''ادیب'' ''ادیب ماہر'' کے امتحانات دیئے اور فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے، اور کمپیوٹر سیکھا، وہیں کے دوران قیام اردو میں ''مختصر تجوید القرآن'' نامی ایک کتاب تصنیف کی، جس پر اس فن کے علماء نے تقاریظ لکھیں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مقدمہ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اپنی رائے لکھی، اس کتاب نے علمی حلقوں میں قبولیت حاصل کی، کراچی سے بھی اس کی اشاعت ہوئی، یہاں تک کہ بہت سے مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب کی گئی، اور کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

اس کے بعد ۱۴/شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵/اپریل ۱۹۹۲ء میں ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' رائے پور میں داخلہ لیا اور یہاں دو سال گزارے اور درس نظامی کے مطابق کافیہ و شرح جامی تک تعلیم حاصل کی، رائے پور کے قیام کے دوران حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (ت:۱۹۹۶ھ) کی صحبت اختیار کی، جو عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ (ت: ۱۹۶۲ء) کے خادم خاص اور خلیفہ تھے، ان کے دست مبارک پر بیعت کی، انکی مجلسوں میں شریک رہے، ان کی

صحبت سے فیض اٹھایا، سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے، ان سے دینی و روحانی تربیت حاصل کی، اور پنجوقتہ نمازوں میں ان کی امامت کرنے کا بھی شرف حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے حالات و سوانح پر ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، جس نے کافی مقبولیت حاصل کی، اور اس کے چار ایڈیشن شائع ہوگئے۔

اعلی تعلیم

اس کے بعد ۷/شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰/مارچ ۱۹۹۴ء میں ''مدرسہ ضیاء العلوم'' میدان پور رائے بریلی میں داخل ہوئے اور وہاں عالیہ اولی تک تعلیم حاصل کی، وہاں کے ماہر اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا اور مدرسہ کے علمی دعوتی و فکری ماحول اور آب وہوا سے متأثر ہوئے حتی کہ علم و مطالعہ اور تحریر و نگارش میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا، اور آخری سال میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے، امتحان میں کامیابی کے بعد ۱۳/شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵/مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور وہاں تین سال میں ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو شرعی علوم اور عربی زبان و ادب میں عالمیت کی سند حاصل کی۔

فقہ و فتاوی میں اختصاص

اگلے سال ماہ شوال ۱۴۱۸ھ میں درجہ فضیلت میں داخل ہوئے اور دو سال میں فقہ و افتاء میں تخصص کیا اور سند حاصل کی، شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کی، ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران دو سالوں (۱۹۹۶ء/ ۱۹۹۷ء) میں مولانا قاری ریاض احمد مظاہری صدر شعبۂ تجوید و قراءت سبعہ و عشرہ سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

ندوہ کے خاص اساتذہ

مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے بطور خاص استفادہ کیا: مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صحافی وادیب حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی، امام وخطیب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مفتیٔ اعظم ندوہ حضرت مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندویؒ، ادیب دوراں حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری، محدث جلیل حضرت مولانا ناصر علی صاحب ندویؒ، مفسر قرآن حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، فقیہ زماں حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، خطیب عصر حضرت مولانا سید سلمان حسینی صاحب ندوی، داعی الی اللہ حضرت مولانا سید عبد اللہ محمد حسنی ندویؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب ندوی، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی ندوی، حضرت مولانا نیاز احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی، حضرت مولانا برجیس صاحب ندویؒ وغیرہم۔

حضرت مفکر اسلام سے خاص تعلق

مولانا نے ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بیعت کی اور ان کی علمی مجلسوں اور صحبتوں سے فیضاب ہوئے، یہاں تک کہ حضرت کے قریب ہوگئے اور اخیر دور میں حضرت کی خدمت اور تین وقتوں کی نماز کی امامت کی بھی سعادت حاصل کی اور حضرت کی صحبت بابرکت سے خصوصی فیض اٹھایا اور مولانا کی آٹھ کتابوں پر حضرت نے مقدمے تحریر فرمائے، نیز نکاح بھی حضرت مولانا نے پڑھایا اور خود حضرت نے ہی ولیمہ بھی کیا۔

بیعت وسلوک وطریقت

آپ سب سے پہلے ۱۵؍شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق ۸؍فروری ۱۹۹۳ء پیر کے روز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلیفہ حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے بیعت ہوئے، اور ان کی خدمت وصحبت سے فیض اٹھایا، ۷؍رمضان ۱۴۱۶ھ م ۲۷؍جنوری ۱۹۹۶ء میں ان کی وفات کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ سے ۲۴؍شوال ۲۰۱۶ء مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۶ء رجوع کیا اور بیعت ہوئے، اور ان کی مجالس اور صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے، ۲۲؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ حضرت مفکر اسلام کے وصال کے بعد ان کے جانشین مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تجدید بیعت کی، اب ان کی سرپرستی میں تعلیمی، سماجی، رفاہی، تبلیغی اور اصلاحی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھ کر خدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔

اجازت وخلافت

مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، وہاں آپ کی ملاقات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کے ایک خلیفہ ومجاز حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی سے ہوئی، حضرت مولانا ظریف احمد صاحب نے مفتی صاحب موصوف کو سلاسل اربعہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں ۱۹؍رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹؍مئی ۲۰۱۴ء پیر کے روز اجازت وخلافت عطا فرمائی اور جب حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی

۳ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد تشریف لائے تو مرکز کی جامع مسجد میں ایک مجمع کے سامنے موصوف کی اجازت وخلافت کا اعلان کیا، اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی خلیفہ حضرت شاہ حافظ عبد الستار صاحب نانکویؒ سے ملاقات کے لئے چھٹمل پور جانا ہوا تو حضرت نے بھی مولانا موصوف کو ۲۹ر ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹ر فروری ۲۰۱۵ء جمعرات کے روز اجازت وخلافت سے نوازا، اور راقم کو فرمایا کہ اس کا اظہار کردو اور رسالے میں بھی شائع کردو، اس طرح موصوف کا علمی وروحانی اور اصلاحی فیض بھی جاری وساری ہے ، مولانا موصوف دنیا کے مختلف ممالک میں دو درجن سے زیادہ علماء کرام کو یہ روحانی فیض منتقل کرچکے ہیں اور ان کو اجازت وخلافت دے چکے ہیں، اللہ تعالی سب کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

تالیفات

عربی وار دو اور انگریزی زبانوں میں مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تقریباً ۷۴ر کتابیں چھپ چکی ہیں:

عربی

(۱) ریاض البیان فی تجوید القرآن

(۲) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا

(۳) الإمامۃ فی الصلاۃ مسائلہا وأحکامہا

(۴) التدخین بین الشرع والطب

(۵) سیرۃ النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) القادیانیۃ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیۃ

اردو

(۷) مختصر تجوید القرآن

(۸) بچوں کی تمرین التجوید

(۹) جیب کی تجوید

(۱۰) رہنمائے سلوک وطریقت

(۱۱) فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات

(۱۲) امامت کے مسائل واحکام

(۱۳) حیات عبد الرشیدؒ

(۱۴) سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ

(۱۵) تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ

(۱۶) تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

(۱۷) تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ

(۱۸) تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

(۱۹) چند مایہ ناز اسلاف (قدیم وجدید)

(۲۰) مقالات ومشاہدات (۲۸ر مضامین کا مجموعہ)

(۲۱) مکتوبات اکابر (بیس بزرگوں کے خطوط)

(۲۲) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول

(۲۳) افکار دل (۳۰ر خطبات کا مجموعہ)

(۲۴) مدارس اسلامیہ کا نظام- تحلیل وتجزیہ

(۲۵) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۲۶) سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۷) تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

(۲۸) قادیانیت-نبوت محمدی کے خلاف بغاوت

(۲۹) میری والدہ مرحومہ

(۳۰) لڑکیوں کی اصلاح وتربیت

(۳۱) نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

(۳۲) ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

(۳۳) تصوف اوراکابر دیوبند

(۳۴) اللہ ورسول کی محبت

(۳۵) ماں باپ اوراولاد کے حقوق

(۳۶) عقائد اورارکان اسلام

(۳۷) سازدل (۱۵/تقریوں کا مجموعہ)

(۳۸) میرے شیخ ومرشد مفکراسلام

(۳۹) درددل (۴۵/مضامین کا مجموعہ)

انگلش

(۴۰) Rules of Raising Funds

(۴۱) Beliefs and Pillars of Islam

(۴۲) The Laws Pertaining to Imamat

(۴۳) The Rights of Perents and children

(۴۴) Guidelines for Sulook and Tareeqat

(۴۵) Tasawwuf and tha Elders of Deoband

(۴۶) Life Sketch of Hadhrat Thanwi

(۴۷) A Biogrophy of the Noblest Nabi

اسفار

پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں پڑوسی ملک پاکستان کا سفر کیا اور وہاں بہت سے علماء، صلحاء اور ادباء سے ملاقات کی اور استفادہ کیا، پھر ۲۰۰۱ء میں جنوبی افریقہ کا سفر کیا اور وہاں مسلمانوں کے حالات اور ان کی دینی، اصلاحی، دعوتی سرگرمیاں دیکھیں اور اسلامی مکاتب ومدراس اور ان کے تجارتی مراکز کا معاینہ کیا اور بہت سے اسلامی دانشوروں اور علماء کرام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد جنوبی افریقہ کے پڑوسی ممالک جیسے ''بوٹسوانہ'' کا نومبر ۲۰۰۱ء میں سفر کیا، پھر رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء میں شوازی لینڈ کا سفر کیا، اس کے بعد زمبابوے بھی جانا ہوا، اور ۲۰۰۲ء میں کویت کا سفر کیا اور وہاں شیخ نادر عبدالعزیز نوریؒ (جنرل سکریٹری جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ، ومدیر علاقات خارجیہ وزارۃ اوقاف کویت) اور شیخ عبداللہ العلی المطوعؒ (صدر جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی، ومالک شرکۃ علی عبدالوہاب) اور فاضل استاذ شیخ یوسف جاسم الحجی (صدر انٹرنیشنل اسلامک چیرٹی آرگنائزیشن) سے ملاقات کی اور یہاں دس روز قیام رہا اور سرکاری مہمان رہے، اسی سال متحدہ عرب امارات دبئ کی بھی زیارت کی اور یہاں تین دن قیام کیا۔

ماہ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں عمرہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرم مکی کے قریب ''مدرسہ صولتیہ'' میں قیام کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ جاکر مسجد نبوی کی

زیارت کی، اس میں نماز پڑھی اور ریاض الجنۃ اور روضۂ اطہر پر حاضری دی۔

۲۰۰۴ء میں ایک افریقی ملک ''ملاوی'' کی راجدھانی ''للونگوے'' کا سفر کیا، پھر ''زامبیا'' گئے اور وہاں ''چیپاٹا'' اور ''زامبیا'' کی راجدھانی ''لوساکا'' گئے، اور وہاں علماء اور صلحاء، دعاۃ سے ملاقات کی، جو وہاں سیاہ فام لوگوں اور نئی نسل کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہاں کے اکثر لوگ جود وسخاوت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اور دینی ودعوتی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایک جم غفیر کی موجودگی میں راجدھانی کی مسجد ''النور'' میں بیان کیا، اور ان کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت الی اللہ کے اصول وضوابط اور فضائل واحکام پیش کئے اور مسلموں اور غیر مسلموں میں ان کی دعوتی اور اصلاحی خدمات اور سرگرمیوں کو سراہا، تقریباً ایک ماہ یہاں قیام رہا، ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں اپنے والدین کے ساتھ مناسک حج بیت اللہ اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا، اس کے بعد جنوبی افریقہ اور زامبیا متعدد مرتبہ جانا ہوا، کئی مرتبہ موزمبیق بھی جانا ہوا، اور ۲۰۱۱ء میں ملیشیا اور سنگاپور کا بھی سفر ہوا، مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، اور ایک ہفتہ وہاں قیام رہا، اس کے درمیان حج اور عمرہ کے اسفار بھی ہوئے۔

سابقہ مشغولیات

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد ۲۰۰۰ء میں ''جامعہ بیت العلوم'' پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے تقرر ہوا، اس کے بعد جامعہ میں ناظم تعلیمات کے منصب پر فائز ہوئے، اور وہاں صرف ایک

سال قیام فرما کر سبکدوشی حاصل کی۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا قیام

اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی میں ۲۰/رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے ایک دینی، دعوتی اور علمی مرکز قائم کیا، جو نسل نو کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کی بنیاد صحیح اسلامی فکر پر رکھی گئی ہے، اس کا مقصد علوم اسلامیہ کی اشاعت وحفاظت اور سیرت نبوی اور قرآن وحدیث کے مطابق نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے۔

مرکز کے شعبہ جات

مرکز کی زیر نگرانی حسب ذیل شعبے کام کر رہے ہیں:

(۱) جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ
(۲) جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات
(۳) ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر
(۴) اے ایس پبلک اسکول
(۵) مکتبہ الامام أبی الحسن العامۃ
(۶) دار البحوث والنشر
(۷) دار الافتاء
(۸) جمعیۃ اصلاح البیان
(۹) مجلس صحافت اسلامیہ
(۱۰) شعبۂ تعمیر مساجد
(۱۱) شعبۂ دعوت وارشاد
(۱۲) شعبۂ کمپیوٹر
(۱۳) مطبخ۔

موجودہ عہدے اور ذمہ داریاں

ناظم: مرکز احیاء الفکر الاسلامی

مہتمم: جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ

شیخ الحدیث: جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات

جنرل سکریٹری: دار البحوث والنشر

چیف ایڈیٹر: ماہنامہ ”نقوش اسلام“

والسلام

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

۲۳/جنوری ۲۰۱۷ء

پہلا باب

حرص وحسد

معاشرے کی خطرناک روحانی بیماریاں

انسانی زندگی کی پرانی بیماری

حرص وحسد کی بیماری اگر چہ انسانی زندگی کی بہت پرانی بیماری ہے اور ہر زمانے میں انسان ان دونوں بیماریوں میں ضرور پھنستا رہا ہے، کبھی وہ فاعل وعامل ہونے کے اعتبار سے اور کبھی مفعول ومعمول ہونے کے اعتبار سے اور چونکہ اس بیماری کا برا ہونا روز آفرینش سے ہی معلوم ہے، اس لیے ہر زمانے میں اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندے اس بیماری کے نتائج سے اور اس کی گندگی اور خرابی سے معاشرے کو پاک وصاف کرنے کے جتن کرتے رہے ہیں، اور اس کی آلائشوں سے لوگوں کو متنبہ کر کے اس سے بچنے کی ہدایات دیتے رہے ہیں، مگر چونکہ اس بیماری کی پشت پناہی ابلیس لعین کو حاصل ہے، اس لیے وہ اپنی ٹیم اور اپنی اختیاری صلاحیت سے اس ناسور کو انسانی زندگی کے اندر کسی نہ کسی طرح سے ضرور داخل کر دیتا ہے اور اچھے خاصے دیندار، پڑھے لکھے، مولوی ملا، علماء قائدین، لیڈران، زعماء اور خادمان ملک وقوم اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

شیطان دو باتوں سے انسان کو نقصان پہنچاتا ہے

تاریخی اعتبار سے اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا،

اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا تھا، مگر وہ اکیلا تھا، لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا بتاؤ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا جی میں شیطان ہوں، حضرت نوح علیہ السلام نے سن کر فرمایا کہ تو اتنا چالاک، بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا، کہنے لگا جی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، اب آپ مجھے معاف فرما دیں، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، تو ہمیں اپنا وہ گر بتاتا جا، جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے، کہنے لگا جی میں سچ سچ بتاؤں گا، مگر آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے، وہ کہنے لگا جی میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں: ایک حسد سے، دوسرے حرص سے، پھر کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا، اور حرص وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، اس لیے انہی دو چیزوں سے انسانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

حرص وحسد تمام بیماریوں کی بنیاد

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں، آج کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں، یا حرص کی وجہ سے، حاسد انسان دوسرے کی ترقی، دوسرے کی کامیابی، دوسرے کی اچھائی سے چاہے دینی اعتبار سے ہو یا دنیوی اعتبار سے، اندر ہی اندر حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، وہ کسی کو اچھی حالت میں نہیں دیکھ سکتا، اس کو اپنی فکر نہیں کہ وہ خود ترقی کرے، یا کامیابی حاصل کرے، یا وہ دنیا میں اپنا نیک نام کرے، بلکہ اس کو یہ فکر لاحق ہے کہ

فلاں نے کیوں ترقی کرلی، وہ کیوں بڑا آدمی بن گیا، وہ کیوں بڑی پوسٹ پر، بڑے عہدے پر فائز ہوگیا، وہ کیوں بڑا تاجر، یا بڑا افسر، یا بڑا عالم، یا فقیہ یا محدث بن گیا، یا اس کا مدرسہ، اس کی خانقاہ، اس کا فلاں کام کیوں چل پڑا، اس کا کارخانہ، اس کی فیکٹری، اس کا کاروبار اس کی تجارت کیوں بڑھ گئی، اس کی کھیتی کیوں لہلہانے لگی؟ وہ بیچارہ اسی کڑھن، جلن اور فکر میں جلتا رہتا ہے اور سوکھتا رہتا ہے اور اپنی شب وروز کی ٹینشن اور پریشانی میں اضافہ کرکے اپنی زندگی کو الجھن میں ڈالتا رہتا ہے اور اپنی نیکیوں کے ذخیرے کو جلا جلا کر خاکستر کرتا رہتا ہے۔

حسد نیکیوں کو خشک لکڑی کی طرح کھا جاتا ہے

اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری کی شناعت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ''حسد سے بچو! کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ (خشک) لکڑی کو'' اسی لیے اس سے بچنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے: ''وَلَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا'' (۱) کہ ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، اور (اے) اللہ کے بندو (آپس میں) بھائی بھائی بن کر رہو''۔

حریص آدمی کے منہ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی

دوسری بیماری حرص ہے جو انسان کو ننانوے کو سو بنانے کی فکر میں رکھتی ہے، اسی لیے حریص کا پیٹ کبھی بھی نہیں بھرتا، حب جاہ اور حب مال دونوں حرص کی بیٹیاں ہیں، جو صوفیاء کے یہاں بھی بالکل اخیر میں جاتی ہیں، بڑے بڑے مجاہدے اور

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۶۴۔

ریاضتوں کے بعد سالک کی زندگی سے آخر میں جو مرض جاتا ہے وہ حب جاہ والا ہی ہوتا ہے، تب جاکر اس کے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، اور اس کو کامیابی کا طمغہ ملتا ہے، سخی اعظم محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے لالچی اور حریص ہونے کے عمل کے بارے میں ارشاد فرمایا: '' وَلَنْ يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابَ'' (۱) حریص آدمی کے منہ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی، یعنی حریص وطامع انسان مرتے دم تک دنیاوی چیزوں کی افزائش کی طمع ولالچ میں سرگرداں رہتا ہے، آخرکار موت ہی آکر اس کی طمع وحرص کا منہ بند کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب انسان حریص ہوگا، تو اس کو جائز وناجائز کی، حلال وحرام کی بھی فکر نہ ہوگی، بلکہ وہ تو دنیا کی لذتوں کے حصول کے لیے ہر گناہ اور اللہ کی نافرمانی کے سب کام کرے گا۔

حرص وحسد ایک بدبودار بیماری

غرضیکہ حرص وحسد کی بیماری سے انسان کو کیا نقصان ہوا، تاریخ انسانی اس سے بھری پڑی ہے اور اپنے گردوپیش کے حالات میں آج بھی ان بیماریوں کے بڑے نتائج ونقصانات ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ملاحظہ کرسکتے ہیں، اور یہ بیماریاں آج کل انسانی معاشرے میں جذام کی طرح پھیل رہی ہیں، جن کا مشاہدہ ہمیں آئے دن ہو رہا ہے، اگر ہم نے اپنے معاشرے میں سنجیدگی سے اس بیماری کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی تو اس کی بدبو سے انسانیت کی روح خطرے میں پڑسکتی ہے اور اللہ تعالی کی پکڑ کا تازیانہ کسی بھی وقت لگ سکتا ہے جو ہر وقت گھات میں ہے، اللہ ہمیں حسد وحرص اور تمام روحانی وجسمانی بیماریوں سے محفوظ رکھے، اور ہمارے معاشرے کو ایک صالح معاشرہ میں بدل دے، بلاشبہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۴۵۔

''حسد'' معاشرے کا ایک ناسور

یہ فتنوں کا دور ہے

آج کل امت ایک پرخطر دور سے گزر رہی ہے، زندگی کو ایک مسئلہ نہیں، بلکہ سینکڑوں مسائل درپیش ہیں، غیروں کی طرف سے ہی نہیں بلکہ اپنوں کی طرف سے بھی، سرکاری اور غیر سرکاری بہت سے چیلنجز ہیں، چونکہ یہ پرفتن دور ہے، صبح وشام نئے نئے فتنے وجود پذیر ہورہے ہیں، فتنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، کہیں سنامی لہریں ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے آرہی ہیں تو کہیں طوفان ہدہد، کبھی کیدارناتھ کی آزمائش اور کبھی جنت نما کشمیر کی تباہی وبربادی ہمیں احساس دلارہی ہے، اس پر مزید امت کی طرف سے لوٹ مار، فساد، قتل وغارت گری، حق تلفی اور ناانصافی، بڑی مچھلی کا چھوٹی مچھلی کو کھاجانا آئے دن کا مسئلہ ہے، نہ جانے کس وقت اور کس گھڑی کیا بات پیش آجائے، یہ سب اس وقت امت میں افراتفری نہیں تو اور کیا ہے۔

آج ہر شخص آزاد اور بیباک ہے

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس وقت ذلت ونکبت کی زندگی گزار رہا ہے، اس کا کوئی وزن اور کوئی وقار نہیں، کہیں بھی اس پر آزمائش آسکتی ہے، یہ آزمائش اس کے دین کی بھی ہوتی ہے، اس کی دنیا کی بھی، ان تمام باتوں کے باوجود اس کی زندگی میں، اس کے طرز عمل میں، اس کی بود وباش میں، اس کی زندگی کے شب وروز میں، اس کے کھانے پینے میں اور اس کے طرز حیات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی، وہی اپنی

پرانی ڈگر، موج ومستی اور عیش پرستی کی زندگی، نہ خوف خدا، نہ انابت الی اللہ، نہ کوئی حیا نہ شرم، نہ مسجدوں کی صفوں میں اضافہ، نہ گناہوں اور خرافات سے توبہ، ہر شخص آزاد اور بیباک، جیسا کہ نہ یہ مسئول ہے اور نہ اس پر کوئی رقیب ہے، جب کہ اللہ تعالی ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

حاسد اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا

موجودہ دور کے فتنوں میں ایک قدیم فتنہ حسد کا ہے، حسد کہتے ہیں کسی کی نعمت وترقی کو دیکھ کر جلنا، اور اس نعمت کے ختم ہونے کی تمنا کرنا، کہ یا اللہ! مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے، اس کی مجھے پرواہ نہیں، لیکن اس کو نہ ملنی چاہئے، یہ حسد ہے، حسد کی یہ آگ نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے، جس طرح گھن یا آگ سوکھی لکڑی کو کھاجاتی ہے، مگر یہ بیماری آج کل معاشرے کے ہر طبقہ میں پائی جاتی ہے، شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس سے کسی کو حسد نہ ہو، یا اس کو کسی سے حسد نہ ہو، اگر کوئی اچھی زندگی گزار رہا ہے تو اس سے حسد ہے، کسی کا اچھا بزنس چل رہا ہے، اچھا کاروبار چل رہا ہے، اس سے حسد ہے، غرضیکہ جو بھی خوشحالی سے یا اللہ کی کسی اور نعمت سے لطف اندوز ہورہا ہے وہ محسود ضرور ہے، حاسد اللہ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتا، حالانکہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی ضروریات اور تحمل کی صلاحیت سے زیادہ واقف ہے، وہ اپنے علم کے مطابق لوگوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے، ظاہر ہے اللہ کے فیصلہ میں اللہ کی تقسیم میں خطا کا کوئی امکان تو ہے نہیں: "لا یضل ربی ولا ینسی" میرا رب نہ بھٹکتا ہے، اور نہ بھولتا ہے، پھر جو اللہ کے فیصلے سے اللہ کی تقسیم سے راضی نہیں، اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالی کی کائنات، اللہ تعالی کی زمین سے نکل کر کہیں اور چلا جائے اور ایسی جگہ جائے جہاں اس کو انصاف مل سکے، یاد رکھو! انسان کے پاس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب

خدا کا دیا ہوا ہے، سب کچھ خداوند قدوس کی جانب سے عطا کردہ ہے، ہر نعمت اسی کی دی ہوئی ہے، اس نے ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا ہے، اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں جس کو جو دیا ہے وہ صحیح دیا ہے، جس کے دل میں یہ بات ہوگی وہی صحیح مومن کہلائے گا، اور جس کے دل میں یہ بات نہیں ہوگی وہ کامل مومن نہیں۔

صحیح آدمی وہ ہے جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہے

صحیح مسلمان وہی ہے جو اللہ کے فیصلہ سے راضی ہے، جس کے یہاں تسلیم ورضا، یقین وتوکل کی بیش بہا دولت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اس لئے اگر کوئی اپنے کسی بھائی کے پاس مال ودولت کی فراوانی دیکھے، دوکان ومکان کی وسعت دیکھے، تو اس کو صبر وشکر سے کام لینا چاہئے، کہ اللہ تعالی نے اس کو نوازا ہے، اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! مجھے بھی ہر قسم کی دینی اور دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمادے، مگر دوسروں کی نعمت کے زوال کی فکر نہ کرے، اگر یہ سوچ، یہ جذبہ امت میں پیدا ہوگا تو پھر کوئی بھی آدمی پریشان نہ ہوگا، امت کی حالت بہتر ہوگی، ہر آدمی خوش وخرم رہے گا، کسی کو چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، قتل وغارت گری اور شر وفساد کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لئے کہ وہ مطمئن ہوگا اور اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہوگا، تقدیر پر اس کا ایمان ہوگا، جب یہ باتیں ہوں گی تو ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا، اور دنیا ایک امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی، اللہ تعالی ہمارے معاشرے کو حسد جیسی بیماری سے محفوظ رکھے، جو اس وقت معاشرے میں جذام کی طرح پھیل رہی ہے، اور اچھے اچھے اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں، اور جس کی شناعت وقباحت ہمارے دلوں سے اور ذہنوں سے ختم ہوگئی ہے، اللہ تعالی ہم سب کی اس بیماری سے حفاظت فرمائے۔

بدگمانی سے بچو!

بدگمانی کا مرض عام ہے

بدگمانی کا مرض آج کل عام ہے، اس میں اچھے خاصے، لمبے چوغے والے، لمبی لمبی تسبیح والے، عام پڑھے لکھے بلکہ امت کے اکثر لوگ ملوث ہیں، حالانکہ کتاب ہدایت قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ، إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ" (۱) اے ایمان والو! تم بہت زیادہ بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے" محسن انسانیت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی اس بری بیماری کے متعلق اسی طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں: "إِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِیْثِ" (۲) کہ "بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے" جب دو مسلمانوں کے درمیان بدگمانی پیدا ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ تجسس ہوگا، تجسس کے عمل میں ایک دوسرے کی غیبت، ایک دوسرے کی عیب جوئی، اس کے نقائص وعیوب کی تلاش، پھر اس سے بڑھ کر تہمت اور بہتان تک بات پہنچتی ہے؛ بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جذبہ انتقام پیدا ہوتا ہے، جس سے معاشرے میں بلا کی خرابی وفساد برپا ہوتا ہے۔

اکثر آدمی بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہیں

عام جائزہ لیا جائے، چاہے عوام کا یا خواص کا، بلکہ زندگی کے جس شعبے کو لے لیجئے خواہ دینی ہو یا دنیوی، تو معلوم ہوگا کہ اکثر آدمی بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہیں، اگر

(۱) سورۂ حجرات آیت ۱۲۔ (۲) بخاری شریف حدیث نمبر ۴۷۴۷۔

کسی جگہ کسی شخص نے مدرسہ قائم کیا، خواہ قائم کرنے والا عالم ہو یا غیر عالم اور اس کے جذبات دین کے تئیں کتنے ہی مہتم بالشان ہوں، مگر قرب وجوار کے بعض لوگ اس کو کھانے پینے کے دھندے سے تعبیر کرتے ہیں، کوئی سفیر چندہ میں گیا اس نے کتنی ہی ایمانداری سے کام کیا ہو، مگر بعض لوگ اس سے بھی بدگمانی کرتے ہیں، کسی آدمی نے محلّہ میں کوئی رفاہی کام کرایا، تو کام کے ہونے سے پہلے اس کرنے والے سے بدگمانی ہونا ایک عام بات ہے، کسی آدمی نے کسی عالم سے یا اپنے کسی خیرخواہ یا کسی بڑے سے مشورہ طلب کیا، اگر مشورہ لینے والے کی خواہش ومزاج وطبیعت کے خلاف مشورہ ہے تو وہ اپنے مشیر سے بدگمان ہوجائے گا اور اگر مشیر کی بات مستشیر کے مصالح کے خلاف ہو اور اس نے عمل نہ کیا تو وہ مشیر بدظنی کا شکار ہوجائے گا، کسی دوسرے ساتھی یا مسلمان سے ذراسی بول چال ہوجائے، تو دونوں ایک دوسرے سے ایسی بدگمانی کریں گے کہ الامان والحفیظ۔

بدگمانی کے بعض پیش آمدہ واقعات

ایک جگہ خود مشاہدہ ہوا کہ ایک پروگرام میں ایک بڑے عالم اور زبردست خطیب نے قرآن کریم کی آیت: ”فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ“ الآیۃ، کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا اور اس میں نکات بیان کرنے شروع کئے، مفسرین کے اقوال نقل کئے، ایک دوسرے اچھے عالم جو اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ یہی بات مولانا مودودی نے لکھی ہے، ایک مرتبہ ہم نے اپنے مدرسہ میں ایک صاحب کو امتحان میں بلایا، جس کی بنا پر ان کے گھر ان کے کہنے سے یا خود بخود بدگمانی ہوگئی، ایک مرتبہ ہمارے یہاں ہماری عدم موجودگی میں کچھ مہمان آئے، بعض اہل تعلق کو اس لیے بدگمانی ہوئی کہ وہ ان کے یہاں نہیں گئے، حالانکہ وہ مہمان اپنے پروگرام کے تحت آئے تھے،

ہمارا ان کے پروگرام میں کوئی دخل نہیں تھا، ایک مرتبہ بعض عرب مہمان آئے تو مجلس میں ایک عالم بھی بیٹھ گئے، بات چونکہ عربی میں ہورہی تھی، وہ عالم صاحب آدھی بات سمجھے، جس کی بنا پر ان کو بدگمانی ہوگئی اور انہوں نے اس کی خاص اشاعت کرڈالی، ایک مولانا ہمارے علاقے کے بعض مدارس میں اس وقت آئے جب یہ نامہ سیاہ عام طور سے سفر پر ہوا، اس لیے ان کو دعوت نہ دے سکا اور ملاقات نہ کرسکا، جس کی بنا پر ان کو بدگمانی ہوگئی۔

بدگمانی کی باتیں

کسی مسلمان کا اگر دوسری جماعت یا دوسرے ادارے سے تعلق ہے، یا اس کا بچہ فلاں ادارے میں پڑھتا ہے، تو دوسرے آدمی کو اس بیچارے سے اس لیے بدگمانی ہوجاتی ہے کہ یہ تو فلاں جماعت کا آدمی ہے، ایک آدمی کا تعلق فلاں عالم سے، یا فلاں مولوی سے، یا فلاں شیخ سے، یا فلاں سیاسی نیتا سے ہے، تو اس سے اس لیے بدظنی ہوجاتی ہے کہ یہ تو فلاں گروپ کا ہے، یا ہمارے فلاں رشتہ دار، فلاں اہل تعلق دوست کے فلاں ہمارے دشمن سے روابط ہیں، تو اس سے بدگمانی، کسی نے آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، اچھا معاملہ کیا تو اس سے بھی بدگمانی اور آپ سے بھی، ایک صاحب نے کچھ رفاہی کام شروع کرائے، تو اس سے بدگمانی، کہ کہاں سے لایا، کتنا لایا اور کتنا کھالیا، آپ نے کسی سے دینی کام میں مدد لے لی اور آپ کی طرف سے اس کے مزاج وطبیعت کے خلاف کوئی بات صادر ہوگئی تو اس کو بدگمانی، کہ شاید یہ کام اسی کی وجہ سے چل رہا ہے، ورنہ کب کا بند ہوچکا ہوتا، کسی اہم پروگرام میں آپ کی طرف سے یا انتظامیہ کی طرف سے کسی مہمان کا استقبال نہ ہوسکا تو اس کو بدگمانی، کسی کو آپ نے بلایا اور خاطر خواہ لفافہ نہ مل سکا، تو اس کو آپ سے بدگمانی، اور آئندہ نہ

آنے کی قسم، آپ نے کسی قیمتی ظرف میں کسی گندی چیز کی نشاندھی کردی تو آپ سے بدظنی، کسی اچھے اور معیاری ادارے میں کسی فرد کی غلطی پر کچھ کہدیا تو آپ سے بدگمانی، حالانکہ ظرف بھی اور ادارہ بھی قیمتی اور صحیح ہے مگر اس میں کبھی کبھی سڈائند تو پیدا ہونے کے امکانات ہیں، مگر چونکہ آپ نے بتلایا اس لیے آپ سے بدظنی۔

بدگمانی کرنا بڑا جھوٹ ہے

آپ کا کسی عالم سے کوئی کام بنتا ہے، یا کوئی مخیّر آپ کی طرف دست کرم بڑھاتا ہے، آپ کی خیرخواہی کرتا ہے، یا کسی بڑے ادارے سے یا بڑے ادارے کے ذمہ داران سے آپ کے تعلقات ہیں، تو دوسرا آدمی بدگمانی پیدا کراتا ہے، اس لیے کبھی بدگمانی خود پیدا ہوتی ہے اور کبھی پیدا کرائی جاتی ہے، طرح طرح کے شبہات ڈالے جاتے ہیں، کان بھرے جاتے ہیں، اب چونکہ وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں، اس لیے اچھے خاصے، پڑھے لکھے، متقی پرہیزگار بھی جھانسے میں آجاتے ہیں اور سیدھے سادھے آدمی سے بدگمانی کربیٹھتے ہیں، یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں اور نظیریں ہیں، کہاں تک لکھا جائے، عقلمندوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، جیسے بدگمانی کرنا بڑا جھوٹ ہے، ایسے ہی بدگمانی کرانا اس سے بھی بڑھ کر فعل شنیع اور عمل قبیح ہے، اس سے تو بدرجہا احتراز لازم ہے۔

بغیر تحقیق کے کسی سے بدظن نہ ہونا چاہئے

اسی لیے ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا جس سے معاشرے میں فساد برپا ہو فاسق ہے، اور فاسق کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡآ إِنۡ جَاءَکُمۡ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ، فَتَبَیَّنُوۡآ أَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡماً بِجَھَالَةٍ، فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی

مَافَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ"(۱) اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (کوئی) خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو (کچے کانوں سے نہ سنو) کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے کہنے پر جہالت سے (بغیر تحقیق کے) آپ کسی (سے بدظن ہو کر اس) کے درپے ہو جاؤ، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔

غلط فہمی کی بناپر بدگمانی ہوتی ہے

قرآن کریم کے اس ارشاد کی روشنی میں اگر کسی سے بدگمانی ہو یا بدگمانی کا اندیشہ ہو یا اس طرح کی باتیں سامنے آرہی ہوں، تو براہ راست اسی آدمی سے یا پھر کسی معتبر ذرائع سے یا جو طریقہ بہتر ہو اس سے تحقیق کرلینی چاہئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کہاں پانی مر رہا ہے، بعض مرتبہ غلط فہمی کی بناپر بھی بدگمانی ہوجاتی ہے اور اس وقت زیادہ مشکل ہوجاتی ہے جب طرفین اس سلسلہ میں تحقیق نہ کرکے دونوں طرف سے روٹھ کے بیٹھ جاتے ہیں، اس لیے اس بڑے گناہ سے بچنا چاہئے اور معاشرہ کو بچانے کی مہم چلانا چاہئے اور اس سے پہلے اپنی مجلسوں اور اپنے دلوں کو اس مذموم فعل سے محفوظ رکھنا چاہئے اور پھر اپنے دوستوں کی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے اور معاشرے میں پھیلے ہوئے اس ناسور سے پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

---

(۱) سورۂ حجرات آیت ٦۔

بتان رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا!

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

اللہ تعالی نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرما کر دنیا کو آباد کر دیا اور انسان کے قبائل اور خاندان بنادئے اور آپس میں ایک دوسرے سے جڑنے، تعلق قائم رکھنے کیلئے قرابت داریاں، رشتہ داریاں، نسبی اعتبار سے اور دینی اعتبار سے قائم فرمادیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچانے اور معلوم ہو جائے کہ کس خاندان کا ہے، کس قبیلے کا ہے، اور معاشرت ومعیشت کا رہن سہن کا طور طریق بتلا دیا، دینی اعتبار سے بھی اس کو خود کفیل کر دیا اور دنیوی اعتبار سے بھی، روحانی طور پر بھی اس کو بہت کچھ دیا اور مادی اعتبار سے بھی، زندگی گزارنے کے لیے پورا دستور حیات بھی اس کو دیا، اور اس کا نفاذ بھی کر کے دکھایا، جن لوگوں نے اس دستور کے مطابق حیات عزیز کے لمحات کو گزارا، ان پر کیسے انعامات ہوئے، کیسی نوازشیں ہوئیں، یہ بھی اہل دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور جن لوگوں نے اس قانون سے روگردانی کی، ان پر عتاب ہوا، اور وہ کیسے عذاب الٰہی کی پکڑ میں آئے، اس کے نمونے بھی انسانی دنیا کے سامنے پیش کر دئے، سب کچھ اس انسان کے لیے کرنے کے بعد اس کیلئے ہدایت نامہ یہ جاری ہوا: "كُنْ فِىْ الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" (۱) کہ "اس دنیا میں مسافر کی طرح رہو" کیونکہ یہ دنیا محض گزرگاہ ہے، جو بھی یہاں آیا اسے ضرور جانا ہے:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۞ یہ عبرت کی جاہ ہے تماشہ نہیں ہے

(۱) بخاری شریف حدیث نمبر ٦٤١٦۔

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

دوسرا ہدایت نامہ یہ بھی ہے: "وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا" (۱) کہ "آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو" اور ایک یونیٹی Unity بن جاؤ، ایک وحدت ہو جاؤ۔

مگر آج کل ہماری صورت حال

مگر آج کل حالات مشاہد ہیں کہ یہ سب باتیں ہماری تقریروں، تحریروں، بحث ومباحثے اور عام بول چال میں سما کر رہ گئیں، عملی زندگی میں ان ہدایات وتعلیمات کا کوئی دخل اور اثر نہیں، خود ان ہدایتوں کی تذکیر کرنے والے اپنے کردار سے ان کی مخالفت کرتے ہیں، زبان قال سے نہ سہی بلکہ زبان حال ان کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے، اس وقت دنیا کی جو صورت حال ہے، اس میں نہ صحافت کا اتنا قصور ہے اور نہ ہی غیروں کی ریشہ دوانیوں کا اتنا بڑا کردار ہے، آج کمی ہے اپنے اندر ایثار کی، حقیقت پسندی کی، دوسرے کے تئیں عدم اعتراف وتقدیر کی اور امت کے طبقۂ خاص کی آپسی چپقلش کی اور ایک دوسرے کے تئیں مخلص نہ ہونے کی بلکہ ایک دوسرے کے درپئے آزار ہونے کی، ایک دوسرے سے بغض وحسد کی، کینہ کپٹ کی اور اپنی الگ الگ ٹولیوں کی، اسی وجہ سے نہ ملت کی فکر، نہ امت کا درد، نہ وحدت کی سوچ، نہ اتحاد کا جذبہ، نہ دینی اعتبار سے نہ دنیوی اعتبار سے، اگر فکر ہے تو بس اپنی ٹولی کی، اپنی پارٹی کی، اپنے گروہ اور اپنی جماعت کی، اپنی انجمن اور اپنے ادارے کی، اپنا چراغ جلانے کی، دوسرے کا چراغ بجھانے کی، اپنا گھر آباد کرنے کی، دوسرے کا گھر اجاڑنے کی، باقی بھاڑ میں جائے پوری ملت، پوری قوم، ہماری کرسی

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵٦۴۔

محفوظ، سب محفوظ، ہماری کرسی خطرے میں، سب خطرے میں، ہم عیش وراحت میں، تو سب عیش وراحت میں، ہم بیمار تو سب بیمار، ہم صحیح، تو سب صحیح، ساری فکر اور ساری تڑپ اپنے، اپنی، ہم اور ہماری تک محدود ہوکر رہ گئی۔

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے

حالانکہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً" (۱) کہ "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے" اور انسان کے اعضاء کی طرح ہے، اگر جسم کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو جسم کے دوسرے اعضاء اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں "مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَاشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُالْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى" (۲) مسلمانوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ لطف وکرم کرنے میں ایک جسم کے مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی کی کیفیت محسوس کرتا ہے، اگر اس وقت پوری دنیا کے مسلمان اس حدیث کو عملی طور پر اپنا لیں اور صرف تقریر وتحریر کی حد تک اس پر اکتفا نہ کریں بلکہ عملاً زندگی کا اس کو جز بنالیں تو دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہو، دنیا کی ساری حکومتیں، ساری طاقتیں مسلمانوں کی غلام ہوں، اور راقم یہ سمجھتا ہے کہ جس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" (۲) اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، خاص طور سے امت کا طبقہ خاص اس پر عمل کرلے اور طبقہ خاص سے راقم

(۱) بخاری شریف حدیث نمبر ۵۶۸۰۔ (۲) بخاری شریف حدیث نمبر ۶۰۱۱۔ (۳) بخاری شریف حدیث نمبر ۱۳

آثم کی مراد اہل علم حضرات ہیں اور وہ صد فیصد قولاً، فعلاً اور عملاً پکے مومن بن جائیں تو دنیا مسلمانوں کے قدم چومیں گی اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن کہہ رہا ہے: "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" کہ تم ہی سر بلند ہوگے اگر تم پکے سچے مسلمان ہو اور یہاں اس کی نفی نہیں ہے کہ یہ امت بانجھ ہوگئی اور اب کوئی صد فیصد مسلمان نہیں بلکہ دنیا میں ایسے عظیم لوگ موجود ہیں، جن کے وجود پاک سے ابھی دنیا کا نظام برقرار ہے، یہ شکایت عام مسلمانوں اور عام اہل علم حضرات کی ہے اور قرآن حکیم کا یہ اعلان بھی اس وقت ہے، جب سو فیصد مسلمان اسلام میں سو فیصد داخل ہو جائیں۔

آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں

آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں، علماء دین میں اتفاق نہیں، مکاتب فکر الگ الگ، یہ فلاں، وہ فلاں، یہ ہمارا مدرسہ، وہ ان کا مدرسہ، یہ ان کی مسجد، وہ ہماری مسجد، ہم فلاں جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، یہ فلاں جماعت سے، یہ ہمارے شیخ اور ہمارے بزرگ ہیں اور وہ تمہارے شیخ اور تمہارے بزرگ ہیں، ہماری برادری یہ ہے، تمہاری برادری وہ ہے، ہم اونچے ہیں، تم نیچے ہو، ہم یہ ہیں تم وہ ہو "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم"۔

مسلمانو! متحد ہو جاؤ

مسلمانو! اگر دنیا میں اپنے وجود کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو اب وقت اتنی ٹولیوں میں تقسیم ہونے کا نہیں رہا، اب خدا کے واسطے ایک ہو جاؤ، ایک دوسرے کے حقیقی غمگسار ہو جاؤ، ایک دوسرے کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھو، ایک دوسرے کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دو، دین کے سارے مدارس، ساری مساجد، ساری خانقاہیں

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۳۹۔

اور سارے مکاتب فکر کو ایک ہی سمجھو اور اپنا ہی سمجھو، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ اور ایک ملت میں گم ہو کر امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کرلو، جو باہم دست وگریباں ہیں ان میں الفت ومحبت کے بیج بو دو، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ مسلکی اختلافات کو ہوا مت دو! اس وقت ملت جس دوراہے پر کھڑی ہے، شدید ضرورت ہے اس کے درد کو سمجھنے کی، امت کی ضرورت کو سمجھنے کی، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں، اللہ ہمارا محتاج نہیں، وہ جب کام لیتا ہے تو ابابیل سے لیتا ہے، اس نے صاف فرمادیا: "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَايَكُونُوا أَمْثَالُكُمْ" (۱) کہ اگر تم نے روگردانی کی (تم نے نہیں مانا) تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کردے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی'' اور یہ بھی سن لو کہ دشمن تمہاری گھات میں ہے، تمہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجوانے کے چکر میں ہے، بس تم ایک ہو جاؤ اور گروہی بتوں کو توڑ دو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، اللہ ہی ہم سب کا محافظ اور نگہبان ہے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

---

(۱) سورۂ محمد آیت ۳۸۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!

قرآن کریم اللہ کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے

بلاشبہ کائنات میں خالق کائنات کی بے شمار عجیب وغریب نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، قرآن کریم جو اللہ کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے، جس کے عجائب وغرائب اور جس کی معلومات کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوں گے، وہ ایسی عجیب وغریب نشانیوں کی نشاندھی کرتا ہے جن پر موجودہ دور کے سائنسداں حیران وششدر رہ جاتے ہیں کہ جن نتائج پر کائنات کے سلسلہ میں ہم لوگ آج پہنچے ہیں، قرآن کریم اب سے چودہ سواڑتیس سال قبل ان حقائق کو کیسے بیان کرتا ہے، اور وہ اس بات کے سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ضرور کوئی الہام الٰہی، اور آسمانی رشتہ ہے جس کے ذریعہ سے پیغمبر اسلام نے ان باتوں کو بیان کیا ہے، اس لیے بڑے ہی باحوصلہ اور سعادت مند ہیں وہ لوگ جو ان نشانیوں سے اپنے خالق ومالک کی معرفت حاصل کرتے ہیں، یہی وہ معرفت ہے جو انسان کو شک اور تذبذب کے دلدل سے نکال کر ایمان ویقین کی منزل سے آشنا کرتی ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالی کی محکم اور بصیرت وحکمت سے لبریز کتاب قرآن کریم میں اپنے ہر سوال کا اصولی جواب پالیتے ہیں۔

جب مسلمان سائنسدانوں نے قرآن میں غوطہ زنی کی

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں نے قرآن کریم میں غوطہ زنی کی اور اس سے بیش بہا علمی موتی اور معلومات کے خزانے حاصل کئے، بلکہ سائنسی علوم کے جتنے

بھی بانی ہیں، اکثر وبیشتر مسلمان ہیں، جنھوں نے قرآن کریم کو سمجھ کر نئے نئے علوم کی بنیادیں رکھیں اور سائنس کے وہ اصول مرتب کیے کہ آئندہ آنے والے سائنسداں ان خطوط پر چل کر دنیا میں انقلابی چیزوں کے انکشافات کریں، ان سائنسدانوں میں بوعلی سینا، ابونصر فارابی، عباس ابن فرناس، ادریسی، ابوریحان البیرونی وغیرہ سب مسلمان ہیں، جنھوں نے سائنس میں حیرت انگیز ایجادات کی ہیں اور پوری دنیا نے ان کی ایجادات، ان کی تخلیقات، ان کی تحقیقات اور ان کے انکشافات کی داد دی ہے اور ان کو ان علوم کا بانی ومؤسس گردانا ہے اور یہ سب چیزیں انھوں نے اہل دنیا کے نفع کے لیے کی ہیں۔

جب علماء کرام نے قرآن میں غوطہ زنی کی

دوسری طرف اکابر علماء امت نے قرآن کریم میں دینی اور فقہی نقطہ نظر سے غوطہ زنی کی اور تحقیق واجتہاد کا اعلیٰ کارنامہ انجام دیا اور امت کے لیے ایسے مسائل کا استنباط کیا، جس سے امت کے لیے زندگی گزارنا اور زندگی کے مسائل حل کرنا آسان ہوگیا، ائمہ حدیث، ائمہ فقہ، ائمہ مجتہدین اور جملہ مفسرین نے قرآنی علوم میں مہارت پیدا کی اور قرآن سے حکمت ودانائی اور علم وجوہر کے شہ پارے اخذ کیے اور امت کے سامنے پیش کیے اور ایسے اصول مرتب کیے کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے اور زندگی کے ہر شعبے کے لیے ہدایات اور رہنمائی مل گئی، غرضیکہ قرآن کریم میں جس نے جس زاویے سے غوطہ زنی کی اور وہ قرآن کریم میں غور وخوض کرنے کے لیے گھس گیا، تو اس نے اسی اعتبار سے ترقی کی اور قرآنی علوم کو سمجھا اور اس سے دنیا کے سامنے علم ومعرفت کے حقائق کے دفتر پیش کیے۔

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

مگر آج کل مسلمانوں نے قرآن کریم میں غوطہ زنی کرنا تو درکنار اس کے عام معانی ومفہوم کے سمجھنے میں بھی کس قدر بے اعتنائی برتی ہے اور ابھی بھی برتی جارہی ہے، وہ سب کے سامنے عیاں ہے، آج تلاوت تو کی جارہی ہے - تلاوت بھی اگرچہ بعثت کے مقاصد میں سے ایک ہے - مگر قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کا رواج نہیں رہا ہے، حالانکہ قرآن کریم خود اس کی دعوت دیتا ہے، کائنات اور کائنات کی ہر چیز میں بلکہ خود انسان کو اپنے نفس کے اندر غور وتدبر کرنے کی اور تحقیق وجستجو کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے: "وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ" (١) مگر مسلمانوں نے قرآن کریم کو برکت کے لیے، مرنے پر ایصال ثواب کے لیے اور رمضان آگیا تو تراویح کے لیے باقی رکھا ہے، کس مسجد میں قرآن کریم نہیں؟ مگر پڑھنے والے شاید اکا دکا نظر آتے ہیں، کس گھر میں قرآن نہیں؟ جزدانوں میں سجایا ہوا مگر پڑھنے والا کوئی نہیں، کتنے حفاظ قرآن ہیں جو سال بھر قرآن نہیں پڑھتے، صرف رمضان ہی میں پڑھتے اور دیکھتے ہیں تاکہ تراویح میں سنایا جاسکے، کتنے اہل علم اور مولانا ہیں جو قرآن کی چند یا ایک آیت کا بھی ترجمہ نہیں کرسکتے، کتنے علماء ہیں جو قرآن کا ترجمہ جانتے ہیں؟ بہت کم ہیں جو قرآن میں غور وخوض کرتے ہیں الا ماشاء اللہ، یہ مسلمانوں کی عام حالت ہے، بالکل نفی نہیں کی جارہی کہ کوئی قرآن کو چھوتا ہی نہیں، مگر اتنا نہیں جس سے مسلمانوں کو عزت مل سکے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

(١) سورۂ ذاریات آیت ٢١۔

قرآن کے سلسلہ میں سائنسدانوں کے تأثرات

قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جو اس کو سمجھ کر پڑھتا ہے اس کی سوچ اور فکر میں تبدیلی آتی ہے اور وہ متأثر ہوتا ہے اور اس کو ہدایت ملتی ہے، ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے، قرآن میں سائنس کے متعلق جو حیرت انگیز انکشافات ہیں، ان پر بعض سائنسدانوں نے اپنے تأثرات پیش کیے ہیں۔

یہ الوہی الہام یا وحی ہے

مثلاً: ۱- ڈاکٹر وی این پرساد کینیڈا یونیورسٹی میں سائنس کے پروفیسر ہیں، جب ان سے قرآن کے سائنسی معجزوں کے متعلق پوچھا گیا جس پر وہ تحقیق کر چکے ہیں تو انہوں نے کہا ”یہ (معجزہ) جس طرح مجھ پر آشکارا ہوا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام شخص تھے، وہ پڑھ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی لکھنا جانتے تھے، درحقیقت وہ ناخواندہ (امی) تھے، جب کہ ہم تقریباً ۱۴/صدی پہلے کی بات کر رہے ہیں، اب آپ کے سامنے ایک شخص ناخواندہ ہے، جو بڑے بڑے اعلانات اور بیانات جاری کر رہا ہے اور وہ سائنسی نقطہ نظر سے حیرت انگیز طور پر درست ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ ایک محض اتفاق ہو سکتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ باتیں درست ثابت ہوئی ہیں اور ڈاکٹر مور کی طرح میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی خلش نہیں کہ یہ الوہی الہام یا وحی ہے جس نے انہیں ان بیانات کی راہ دکھائی“۔

وہ ذریعہ ہدایت الٰہی تھا

۲- ڈاکٹر مارشل جونسن امریکہ کی ایک یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، انہوں نے

اپنے ایک تحقیقی مقالے میں کہا کہ ”قرآن نہ صرف انسان کی بیرونی شکل وصورت کے ارتقاء کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کی تخلیق اور ارتقاء کے اندرونی مراحل یعنی جنین کے اندر کے مراحل بھی بیان کرتا ہے اور اس میں رونما ہونے والی بڑی بڑی تبدیلیوں کی توثیق کرتا ہے، جنہیں اس دور کی سائنس تسلیم کرتی ہے“ وہ مزید کہتے ہیں کہ ”مجھے اس عقیدے کی تردید کے لیے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلومات کسی اور کے ذریعہ سے مل رہی تھی، اور وہ ذریعہ ہدایت الٰہی تھا“۔

اس کا سرچشمہ ضرور بالضرور ذات باری تعالیٰ ہے

۳- ڈاکٹر ولیم ڈبلیو ہائے مشہور بحری سائنسداں امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ”ان سے سمندروں کے حال ہی میں دریافت شدہ حقائق کے قرآن کریم میں ذکر پر گفتگو ہوئی جس میں انہوں نے کہا ”مجھے یہ بات بڑی دلچسپ لگی کہ اس نوع کی معلومات قرآن مجید قدیم الہامی کتاب میں پائی جاتی ہیں اور میرے پاس یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہیں کہ یہ معلومات کہاں سے آئیں؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ ایسی معلومات اس میں موجود ہیں اور یہ کہ اس کتاب کی بعض عبارات کے معانی دریافت کرنے کا سلسلہ جاری ہے“ اور جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ قرآن کی تعلیمات کا سرچشمہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ”ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سرچشمہ ضرور بالضرور ذات باری تعالیٰ ہے“۔

قرآن میں جو چیز ریکارڈ ہے وہ سچ ہے

۴- پروفیسر تیجاتت تیجاسن تھائی لینڈ کی ایک یونیورسٹی کے شعبہ تشریح اعضاء کے چیرمین ہیں، انہوں نے ریاض (سعودی عرب) میں آٹھویں سعودی میڈیکل

کانفرنس میں کہا کہ "پچھلے تین سال کے دوران میں مجھے قرآن سے دلچسپی رہی، اپنے مطالعہ سے اور جو کچھ میں نے اس کانفرنس میں جانا ہے، اس سے مجھے یقین ہے کہ قرآن میں ۱۴۰۰ سو سال پہلے جو چیز بھی ریکارڈ ہوئی ہے، ضرور سچ ہے، جسے سائنسی ذرائع سے ثابت کیا جاسکتا ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے، لہٰذا آپ ضرور ایک پیغمبر تھے، جنھوں نے یہ سچائی آگے بنی انسان تک پہنچائی جو ان پر اس ہستی نے نور ہدایت کے طور پر نازل کی جو بحیثیت خالق اس ہدایت دینے کی اہل ہے، وہ خالق بالیقین اللہ کی ذات ہے، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنے کا وقت آ گیا ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

مسلمانوں کو قرآن میں غور و فکر اور تدبر کرنا چاہیے

مذکورہ غیر مسلم سائنسدانوں کے تأثرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب غیر مسلم قرآن حکیم میں غوطہ زنی کرتا ہے تو وہ قرآن کے حیرت انگیز انکشافات پر کیسے واقف ہوتا ہے اور پھر کیسے اپنے تاثرات دیتا ہے، اگر اہل ایمان مسلمان پھر سے قرآن پر غور کرنے لگیں اور اس سے اپنے رشتے کو مضبوط کرلیں اور اس کے معانی و مفہوم پر عقل اور دماغ لگائیں اور اس کو دستور حیات اور قیامت تک کیلئے زندہ و جاوید معجزہ سمجھ کر پڑھیں، تو نئے نئے انکشافات سامنے آئیں گے، اور قرآن کی آفاقیت کا علم ہوگا، اور رشد و ہدایت کیلئے نئے نئے باب کھلیں گے، اس لیے عاشق کتاب الٰہی علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔ ؎

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

کائنات کا سارا نظام مسلمانوں کیلئے ہے

مسلمان اس سرزمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اور کائنات کا سارا نظام مسلمان ہی کے لیے ہے، مگر اس وقت اگر اس کی حالت دیکھی جائے، اس کی زندگی کا جائزہ لیا جائے اور اس کے خاندان کا، اس کے معاشرے کا، اس کی بود و باش کا، اس کے رہن سہن کا، اس کی اجتماعی و انفرادی زندگی کا مشاہدہ کیا جائے تو جو شخص اسلامی تعلیمات سے واقف ہوگا وہ پہچاننے سے انکار کردے گا، کہ یہ مسلم قوم ہے، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کارخانہ بنایا، اور ساری کائنات کا نظام چلایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا" (۱) اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرے، اللہ کا لحاظ کیا، تو وہ تمہیں حق و باطل کے درمیان فرقان بنادے گا، اور لوگ دور سے پہچان لیں گے کہ یہی وہ مسلمان ہے، یہی وہ اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل انسان ہیں۔

مسلم معاشرے کی اکثر برائیاں

مگر جب ہم معاشرے پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ دنیا کی اکثر برائیاں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، مثلاً جھوٹ، سودخوری، رشوت

(۱) سورۂ انفعال آیت ۲۹۔

ستائی، چغل خوری، غیبت، بہتان، زنا کاری، بدنگاہی، حسد و بغض، کینہ و کپٹ، بددیانتی، خیانت، ظلم و زیادتی، گندگی، رسوم و رواج، تعلّی، فخر و غرور، حب جاہ، حب مال، کنبہ پروری، ناانصافی، بے رحمی، خودستائی، بے غیرتی، بے حمیتی، حرص و طمع، ذخیرہ اندوزی، قتل و غارتگری، رہزنی ولوٹ ماری، آبروریزی، دغابازی، فریب، دھوکہ دہی، بے وفائی، عہد شکنی، ریاکاری، تکبر، گھمنڈ، مکاری، عیاری، بداخلاقی، بدکرداری، بدگمانی، طعن و تشنیع، جہالت وضلالت، فضول خرچی، اسراف، افراط وتفریط، غیض وغضب، غلواور دشنام طرازی جیسی صفات رذیلہ معاشرے میں رچ بس گئی ہیں، بلکہ ان سب سے بڑھ کر بے دینی جیسا ماحول معلوم ہوتا ہے، شاید بادی النظر میں کوئی اس پر اعتراض کرے اور معاشرے کی ان برائیوں کو دیکھ کر اس کو عجیب سا لگے، یہاں تک کہ وہ کہہ دے کہ ایسا نہیں، تو سچی بات یہ ہے کہ ہر ایک آدمی سنجیدگی سے، اپنے گھر کا، اپنے خاندان کا، اپنے معاشرے کا، اپنے محلے، اپنے گاؤں اور قصبے یا شہر کا جائزہ لے سکتا ہے، بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہوں کہ خود اپنی زندگی کا محاسبہ کرے کہ ان اخلاق رذیلہ میں سے کتنے اس کے اندر ہیں، تو شاید وہ بھی کان دبائے اور اپنی حالت پر افسوس کرے۔

مسلمانوں کی کیا صفات ہیں

یہ مسلم معاشرے کی عام تصویر ہے جس کی وجہ سے مسلمان کمیت اور اکثریت کے باوجود دنیا کے اندر، دسترخوان پر روٹی اور بوٹی کی طرح ہیں، ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک ان کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے، حالانکہ کل تک یہی مسلمان تھے کہ دنیا کی قومیں ان سے آنکھ ملانے سے کتراتی تھیں اور ان سے صلح کرنے میں ہی عافیت سمجھتی تھیں، کیونکہ یہ اس وقت کردار کے غازی، گفتار کے سچے

تھے، انداز دلبرانہ اور کردار قاہرانہ کے حامل تھے، اور ان کے اندر ایمانی قوت، ربانی صفات، تعلق مع اللہ، صفائی ستھرائی، امانت ودیانت، صداقت وعدالت، شجاعت وہمت، جوانمردی، ثابت قدمی، استقلال، استقامت، اعتدال پسندی، میانہ روی، مساوات ومواسات، غمگساری، اخوت وہمدردی، اخلاص وللّٰہیت، محبت وتعلق، عزت واحترام "تَعَاوَنُ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" اکرام مسلم، عظمت اکابر، احترام علماء دین، افشاء سلام، کسب حلال، صلہ رحمی، رحم دلی، انصاف وعدل، غیرت وحمیت، تعلیم وتربیت، دعوت وعزیمت، تقوی وطہارت، عفت وعصمت، شکرگزاری، ایمانداری، تسلیم ورضا، توکل ویقین، معرفت خداوندی، ذکر الٰہی، رضا بالقضاء، دین داری، بلکہ دین پسندی جیسی صفات تھیں، آپس میں ایک دوسرے کا احترام، ایک دوسرے کی عظمت، ایک دوسرے سے ہمدردی، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، دوسروں کی محنتوں اور کوششوں کو سراہنے کا جذبہ، سب کے دینی کاموں کو اپنا کام سمجھنا، یہ سب باتیں تھیں جن کی بنا پر وہ دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کے مستحق تھے۔

جب تک مسلمان آسمانی ہدایت پر عمل پیرا رہے

جب تک مسلمان اسلامی اصولوں اور آسمانی ہدایات پر عمل پیرا رہے، اس وقت تک دنیا کی تمام قوموں نے ان کا بڑھ کر استقبال کیا، اور مسلمانوں نے دنیا پر روحانی حکمرانی بھی کی اور حقیقی حکمرانی بھی، مگر آج معاملہ یہ ہے کہ ہم ذلیل وخوار ہیں، ہر طرف سے ہمارے اوپر یلغار ہو رہی ہے، قسم کے قسم کے ہمارے اوپر حملے ہو رہے ہیں، ہماری مسجدوں اور خانقاہوں کو مسمار کیا جا رہا ہے، آخر ایسا کیوں؟ یہ سب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے، مگر اس وقت کچھ خدا کے بندے ایسے ضرور ہے جو

دین کو مکمل طریقے سے اختیار کئے ہوئے ہیں اور ان میں سچائی ہے، ایسا نہیں کہ اب ایسے بندے نہیں، ضرور ہیں، مگر بہت تھوڑے، اس لیے کہ اگر ایسے نفوس قدسیہ بالکل ختم ہو جائیں، تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ابھی دنیا کی بقاء ایسے لوگوں کے دم قدم سے ہی ہے، ورنہ قیامت قریب ہے۔

آج بھی مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے

آج بھی مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، آج بھی دنیا ان کے قدموں کو چوم سکتی ہے، آج بھی وہ اسی عزت وعظمت اور سربلندی کے ساتھ دنیا میں رہ سکتے ہیں، اگر ان کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے، اب بھی اگر یہ آگے بڑھنے اور جدت پسندی کی بجائے، چودہ سو سال پیچھے چلے جائیں، یعنی ان کی مکمل زندگی میں مکمل اسلام داخل ہو جائے، تو دنیا کی ترقی یافتہ ساری قومیں ان کی امامت تسلیم کرلیں گی، آج کل مسئلہ یہ ہے کہ نہ تو مسلمان دینی وروحانی اعتبار سے مسلح ہے اور نہ دنیاوی اور مادی اعتبار سے مضبوط، نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت دنیا میں بے وقعت اور بے قیمت ہو کر رہ گیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ امت کے طبقہ خاص کے لوگ، علماء، زعماء اور تعلیم یافتہ حضرات بھی اپنے اندر سچائی اور خلوص پیدا کریں، اور عوام بھی اپنے علماء کی بات مان کر ان کے نقش قدم پر چلیں، تو پھر زندگی میں وہی باگ وبہار آ جائے گی، وہی ایمان کی باد بہاری چل جائے گی، اور دنیا جو اس وقت جہنم بنی ہوئی ہے، جنت کا ایک ٹکڑا بن جائیگی:

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہ دنیا بھی جنت بن جائے گی

اعمال کا دارومدار نیت پر موقوف ہے

حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: ''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' (۱) اعمال کا دارومدار نیت پر موقوف ہے، یعنی اعمال میں انسان کی جیسی نیت ہوگی، ویسا ہی اس پر نتیجہ مرتب ہوگا، جس کام کو آدمی کرتا ہے، وہ یقیناً ہو جاتا ہے، مگر آخرت کے اعتبار سے اور اجر وثواب کے اعتبار سے کام کرنیوالے کی نیت کو دیکھا جائے گا، اگر اس میں رضائے الٰہی مقصود ومطلوب ہے تو آخرت میں اللہ تعالی اس پر اجر وثواب مرتب فرمائے گا۔

اللہ تعالی دلوں کی کیفیت کو دیکھتا ہے

چنانچہ اللہ تبارک وتعالی انسانوں کے اجسام اور ان کی صورتوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ ان کے قلوب کی کیفیت کو دیکھتا ہے کہ وہ کس جذبہ سے اس عمل کو انجام دے رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلىٰ أَجْسَامِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلىٰ قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ'' (۲) حسن نیت کی بنا پر ایک معمولی سے عمل پر بڑی ترقی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی کے یہاں بڑے مراتب ومقام حاصل ہو جاتے ہیں اور بعض مرتبہ سوء نیت یا فقدان نیت کی وجہ سے بڑے بڑے عمل بھی اکارت چلے جاتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری باب بدء الوحی حدیث نمبر ۱۔ (۲) رواہ مسلم فی کتاب البر والصلۃ، بخاری ۲/۱۳۲۔

کس کا عمل اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا"سُئِلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَیُقَاتِلُ رِیَاءً، أَیُّ ذٰلِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"(۱)

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی بہادری کی وجہ سے جہاد میں شرکت کرے، ایک حمیت وفخر کے لیے اور ایک ریاکاری اور دکھاوے کے لیے، تو ان میں سے کس کا عمل اللہ کے راستہ میں گردانا جائے گا''، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لیے قتال کیا، بس اس کا عمل اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا''۔

ہر کام میں نیت کا استحضار ہونا چاہئے

بعض بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے زندگی میں کوئی بھی عمل اور کام ایسا نہیں کیا جس میں پہلے نیت نہ کی ہو، ہر معاملہ میں نیت کا استحضار کیا، اگر انسان ہر کام میں نیت کا استحضار کرلے، تو اس کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے، اس کا کھانا، پینا، رہنا سہنا، سونا جاگنا، معاشرت ومعیشت، غرضیکہ اس کا ہر کام عبادت بن جاتا ہے، اللہ کے یہاں درجات کی بلندی اور اجروثواب کا ذریعہ بن جاتا ہے، تاریخ میں اس طرح کے بہت سے لوگوں کے واقعات ہیں کہ انہوں نے کوئی کام کسی نیت سے کیا تو اللہ کے یہاں سے فیصلے ان کی نیت کے مطابق ہوگئے۔

---

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر ۱۹۰۴۔

دو بھائیوں کا واقعہ

دو بھائیوں کا واقعہ ہے کہ ان میں سے ایک نہایت متقی، عبادت گزار تھا اور دوسرا نہایت گنہگار، دونوں ایک ہی گھر میں مقیم تھے، عبادت گزار اوپر والی منزل میں مقیم تھا اور وہیں اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا، نیچے کم اترتا، دوسرا بھائی نیچے والی منزل میں مقیم تھا، اس کے پاس سامان عیش وعشرت تھا، وہ خوب رنگ رلیاں مناتا اور موج اڑاتا، اس طرح دونوں کی اپنی اپنی زندگی تھی۔

عابد کو اس کے نفس نے گناہ پر آمادہ کیا

ایک مرتبہ اس عابد کے نفس نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ زندگی کا بیشتر حصہ اللہ تعالی کی اطاعت اور بندگی میں گزرا ہے، کیوں نہ خواہشات وشہوات سے بھی کچھ لطف اندوز ہولیا جائے، اور پھر توبہ کی درخواست لے کر دربار خداوندی میں حاضر ہو جائیں گے، اللہ تعالی تو غفور ورحیم ہے ہی، معافی کا پروانہ جاری کردے گا۔

چنانچہ عابد نے دل میں پلان بنایا کہ گھر کی نچلی منزل میں اپنے گنہگار بھائی کے پاس جاتا ہوں، وہاں اس کے ساتھ لذات وخواہشات سے کچھ وقت من کو بہلاؤں گا، لطف اٹھاؤں گا اور پھر بعد میں عمر کے بقیہ حصہ میں اللہ کے دربار میں توبہ کرلوں گا اور معمول کے مطابق اطاعت وبندگی کرتا رہوں گا، اس ارادے سے وہ سیڑھی کے ذریعہ اترنے لگا۔

گنہ گار نے توبہ کی نیت کی

ادھر اس کے گناہ گار بھائی کے دل میں آیا کہ میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اللہ

تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی میں بسر کیا ہے جب کہ میرا بھائی بڑا عبادت گزار ہے، وہ تو جنت کا مستحق ہے اور میں جہنم میں ڈالا جاؤں گا، اللہ کی قسم! میں ضرور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ کروں گا، دوسری منزل پر اپنے عبادت گزار بھائی کی خدمت میں چلتا ہوں، اس کے ساتھ بقیہ عمر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی میں گزاروں گا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت وبخشش کا سامان کردے۔

چنانچہ یہ گنہگار اپنی خالص نیک نیتی سے اوپر والی منزل کی طرف چڑھا تاکہ کچھ نیکیاں کمالے اور ادھر اوپر سے عابد صاحب دل میں بدنیتی لئے اترے تاکہ اپنے دل کو لذات وخواہشات سے بہلالیں، اتفاق کی بات کہ اس عابد کا پاؤں سیڑھیوں سے پھسل گیا اور نچلے بھائی کے اوپر دھڑام سے گرا، جو اس سے ملنے کے لیے آرہا تھا، دونوں وہیں کے وہیں ڈھیر ہوگئے۔

ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق اٹھایا گیا

فیصلہ خداوندی اور فرمان نبی کے مطابق عابد کو معصیت کی نیت کے لحاظ سے اٹھایا گیا اور گنہگار کو توبہ کی نیت کے مطابق اٹھایا گیا، مسلم شریف کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَامَاتَ عَلَيْهِ“ (۱) ہر آدمی اسی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت ہوئی۔

سارے اعمال درست ہوجائیں گے

اس لیے ہمیں اپنے تمام کاموں میں نیت کا استحضار رکھنا چاہئے، شروع شروع میں ذرا اہتمام کرنا پڑے گا، پھر عادت ہوجائے گی اور پھر زندگی کا ہر کام اللہ کی رضا

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر ۲۸۷۸۔

کے لیے ہوگا، حدیث میں آتا ہے کہ اگر بیوی کے منھ میں لقمہ بھی دے، اور اس میں نیت خالص ہو تو یہ بھی صدقہ ہے، اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے، یہ بھی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے، غرضیکہ کوئی بھی کام کیا جائے اس میں نیت ضرور کی جائے، اگر وہ سنت ہے تو سنت کی نیت کی جائے، اگر وہ مستحب ہے تو اس کی نیت کی جائے، اور اللہ کی رضا مقصود ہو، تو انشاء اللہ سارے اعمال درست ہوجائیں گے، اور یہ دنیا بھی جنت بن جائے گی۔

برادری واد اور اس کے نتائج

تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: "یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا" (۱) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری برادریاں اور قبیلے بنائے، تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو' اس آیت کے اندر پہلے تو جذبہ اخوت ومحبت، ہمدردی وغمگساری کو ابھارا گیا اور یہ یاد دلایا گیا کہ تم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو، تم میں دوریاں نہیں ہونی چاہئیں، تم میں کسی قسم کا بھید بھاؤ، کسی قسم کی کوئی تفریق، اونچ نیچ نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اصلاً تم ایک ہی پودے کی شاخیں ہو، دوسری بات یہ یاد دلائی گئی کہ اگر چہ تم ایک ایک ہی دنیا میں آئے ہو مگر تم کو ایک قبیلہ اور برادری کی شکل میں آباد کیا، تیسری بات یہ یاد دلائی گئی کہ یہ قبائل اور برادریاں اجنبیت، دوری اور آپسی رسہ کشی، ایک دوسرے کو دیکھ کر جلنے بھننے اور دوسرے کے درپے ہونے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے بنائی تا کہ آپس میں تمہاری شناخت قائم ہو، تمہاری ایک پہچان رہے اور تم آپس میں ایک دوسرے کو جان سکو۔

برادری واد ایک عظیم فتنہ

مگر آج کل کے حالات میں آپسی تفرقہ بازی اور برادری واد کے مسئلہ نے

(۱) سورۂ حجرات آیت ۱۳۔

امت میں ایک عظیم فتنہ پیدا کر دیا، جس مذہب کے پیروکاروں کو ہر قسم کی جاہلیت اور فخر وغرور کے نعروں سے منع کیا گیا تھا، آج اسی قوم کے متبعین میں یہ فتنہ زور وشور پر اٹھا ہوا ہے، ہر آدمی جو اصلاح امت کا درد رکھتا ہے یا جس میں اصلاح کا جذبہ ہے، وہ اس جذبہ کی آڑ میں پہلے اپنی برادری اور اپنی قوم کو آواز لگاتا ہے، اور ان کو جمع کرتا ہے اور ایک سنگھٹن بناتا ہے، اس وقت عام طور سے بہت سی جگہوں پر اور خاص طور سے مغربی یوپی میں تو ہر چیز برادری کے نام پر وجود پذیر ہو رہی ہے، یہاں الیکشن بھی برادری واد پر ہو رہا ہے، قومی اصلاح کا پروگرام بھی برادری واد پر ہے، یہاں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ بھی برادری کے نام پر چل رہے ہیں۔

برادری واد کا فتنہ کب اور کیسے برپا ہوا

راقم کو اس سلسلہ میں بہت کڑھن ہے اور بعض دوسرے علماء اور احباب کو بھی اس کا احساس ہے؛ ناکارہ کے غور کرنے پر ایک بات سمجھ میں آئی، ویسے تو ہر فتنہ اور ہر تخریب کاری کے پیچھے عیار اور چالاک لوگوں خاص طور سے یہود ونصاری کا ہاتھ ہوتا ہے؛ لیکن اس مسئلہ میں ایک بات سمجھ میں آئی کہ جب ۱۹۴۷ء سے پہلے ہندوستان کے آزاد کرانے کی تیاریاں چل رہی تھیں اور ہندوستان کا ہر شہری - اس میں بعض زرخریدوں کو چھوڑ کر - مخلص تھا اور جان توڑ کوشش میں لگا ہوا تھا، اس وقت انگریز نے سمجھ لیا تھا - اور بات بھی حقیقت میں صحیح تھی کہ مسلمانوں نے اور علماء اسلام نے زیادہ محنتیں اور قربانیاں پیش کیں، اور اس سلسلہ میں دوآبہ کا علاقہ بہت سرگرم رہا ہے، جو گنگا وجمنا کے درمیان دہلی تک آباد ہے، اس میں زیادہ تر مسلمان ہیں اور یہیں دینی ادارے اور دینی تحریکات زیادہ تر پروان چڑھی ہیں - انگریز کو اپنے بھاگنے کا یقین ہو گیا تھا، چونکہ وہ پہلے سے حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے، اس لیے

انہوں نے جہاں بہت سے فتنوں کو جنم دیا، وہیں انہوں نے برادری واد کے مسئلہ کو بھی اہم بنا کر غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں رائج کر دیا، اور مسلمان چونکہ جذباتی واقع ہوا ہے، اس لیے اس نے اس مسئلہ کا گہرائی سے جائزہ نہ لیا، اور اندر ہی اندر یہ معاملہ اہمیت اختیار کر گیا۔

ہر چیز برادری کے نام پر ہونے لگی

پھر مغربی یوپی میں مدارس بھی برادری واد کے طور پر ہی قائم ہوئے، اور برادریوں کے نام پر سنگٹھن بنے، اور نہ معلوم کس کس نام سے انجمن، ادارے قائم ہوئے، اس کے بعد مسلمان برادری کے نام پر جذباتی ہوگئے، اب ہر ترقی، ہر فکر اور ہر اصلاح برادری تک محدود ہوگئی، یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ اگر مدرسے میں دوسری برادری کا بچہ آ گیا، تو اس کو حکمت سے بھگایا جاتا تھا، اور استاذ تو دوسری برادری کا رکھنے کا سوال ہی نہ تھا، اس وقت اگرچہ اتنی شدت نہیں ہے، مگر پہلے ایسے حالات تھے، اب ان حالات کے پیش نظر جب مسلمانوں میں مسلکی اختلاف جنم لے رہا ہو، اور آپس میں ایک دوسرے کے درپے آزار ہو رہے ہوں، پھر دوسری مصیبت برادری واد کی، کہ ہر جلسہ، ہر اصلاحی پروگرام برادری کے لوگوں کے لیے، مدرسہ کا وجود برادری کے لوگوں کے لئے، بعض جگہ تو حالات ایسے ہیں کہ مسلمان چندہ بھی صرف برادری ہی کے مدارس کو دیتے ہیں، اگر دوسری برادری کا چندہ کے لیے آ جائے تو صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو سب کچھ فلاں جگہ دیدیا۔

ایک برادری کے بڑے عالم کی گھناؤنی ذہنیت

ایک برادری کے ایک بڑے عالم کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے تو اپنی

برادری کی ایک خاص میٹنگ میں یہاں تک کہہ دیا کہ اپنی مسجدوں میں امام بھی برادری کا رکھو، تاکہ اگر کوئی غلط کام بھی ہو جائے تو اپنی برادری کا بیج تو رہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اب آپ اندازہ لگائیے جو قوم آفاقی پیغام، آفاقی دین، آفاقی پیغمبر اور آفاقی کتاب رکھنے والی ہو، اور اس کے متبعین میں طبقہ خاص کی یہ سوچ بلکہ یہ گھناؤنی ذہنیت ہو، اس کے بارے میں آپ کیا کہہ سکتے ہیں، اور کیا وہ قوم اس آفاقی دین کی نمائندگی اور پیروی کر سکتی ہے؟ کیا وہ دنیا کی قیادت کر سکتی ہے؟ پھٹکار ہو ایسی ذہنیت پر، تف ہو ایسی سوچ پر اور ایسی برادری پرستی پر۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں برادری کی کوئی حیثیت نہیں

اللہ تعالیٰ کے یہاں برادری کی کوئی حیثیت نہیں، وہاں اعمال اور تقوی کی بنا پر فیصلہ ہوگا: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" (۱) اللہ کے نزدیک تم میں جو زیادہ پرہیزگار اور تقوی والا ہے اس کی حیثیت ہے، اس لئے غلط غلط ہے اور گناہ گناہ ہے، اس کو کوئی بھی کرے، نواب زادہ کرے یا امیر زادہ یا فقیر زادہ، کسی بھی برادری کا کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں پیمانہ دوسرا ہے، اسی طریقے سے اب حالات یہ بھی ہیں کہ کسی آدمی کو کوئی منصب، عہدہ، دینی یا دنیوی مل جاتا ہے، یا چند لوگ اس کے پاس بیٹھنے لگتے ہیں، پھر وہ دوسروں سے مستغنی ہو جاتا ہے، وہ اپنی ایک ٹولی بنا لیتا ہے، اور سب کو اپنے نقش قدم پر چلانے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح برادریوں کے اندر دوسری ٹولیاں وجود میں آ رہی ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کے متحد ہونیکی ضرورت ہے

اب جب کہ مسلمانوں کے متحد ہونے کی ضرورت تھی، ایک پلیٹ فارم پر آنے

(۱) سورۂ حجرات آیت ۱۳۔

کی ضرورت تھی کہ باطل منھ کھولے ہوئے ہے کہ کس وقت وہ اہل حق کو لقمہ اجل بنالے، اس میں مسلمان انتشار کا شکار، برادری واد کا شکار، اس وقت ان کو باطل کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند ہونا تھا، مگر وہ آپس میں دست وگریباں، ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار؛ بلکہ اب تو حکومت بھی الیکشن میں اپنے نمائندے اسی حساب سے کھڑا کرتی ہے، کہاں کس کی برادری کا زور ہے، اسی برادری کا نمائندہ ہو، مزید اس طرح کے شوشے چھوڑے جارہے ہیں کہ یہ مسلمان گروہ درگروہ اور جماعت در جماعت بٹتے رہیں، اور ان کی اجتماعی طاقت ختم ہوکے صفر تک پہنچ جائے، یہ سب ایسی سازشیں ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو تہ وبالا کردیا، اور مسلمان جن کے دم قدم سے اور جن کی برکت سے اس عالم کا وجود ہے، وہ دوسروں کی سازشوں کا ایسا شکار ہے کہ ان کو برادری کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، شاید بہت سے لوگوں کو میری یہ تحریر بری لگے، مگر میں نے اپنا اسلامی فریضہ سمجھ کر دل سے یہ بات لکھی ہے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ سب مسلمان ایک ہوجائیں: ؎

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

سب برادی واد کے نعروں سے توبہ کرلیں

سب برادریوں کے علماء میرے لئے اکابر کا درجہ رکھتے ہیں، مگر بعض مرتبہ چھوٹے آدمی کے ذریعہ سے بھی اچھی بات نکل جاتی ہے، اس لیے راقم اکابر امت، تمام برادریوں کے زعماء اور سرکردہ علماء سے مؤدبانہ، مخلصانہ درخواست کرتا ہے کہ بس کریں، اب امت کو متحد کرلیں، خود متحد ہوجائیں، قوم تو خودبخود آپ کے پیچھے ہے، آپ جس ڈگر پر چاہیں اس کو لے جاسکتے ہیں، واللہ! اس کی فکر کریجئے،

اور جاہلیت میں پھنسی ہوئی امت کو نکال لیجئے، اللہ ہم سب کا محافظ اور نگہبان ہے، اگر ان تمام گروہی اختلافات، جماعتی اختلافات، برادری واد کے نعروں سے توبہ کرلیں، تو بخدا کہتا ہوں کہ آپ ہی آپ ہوں گے، اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی، اور باطل آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔

اگر ہم ایک ہوجائیں تو ہماری آواز میں طاقت ہوگی

آج کل گوگل امیج (Google Image) پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں کارٹون پڑے ہیں، یہ ہماری کمزوری نہیں تو اور کیا ہے، ہم نے آپس میں ٹولیاں بنا رکھی ہیں، ہم آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں جب کہ باطل طاقتیں ہر وقت اسلام اور اہل اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی ناپاک سازشیں کررہی ہیں، اور آئے دن ان کی دل آزاری کی ایک نہ ایک حرکت کرتی رہتی ہیں، کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچائیں، ان کو برانگیختہ کریں اور ان کی طاقت ان چیزوں کے دفاع میں لگی رہے، صحیح تعمیری کام کا ان کو موقع نہ مل سکے اور پھر ستم بالائے ستم ہم لوگوں کی تفرقہ بازی اور برادری پرستی ان کو موقع دے رہی ہے، اس لیے ہمیں بیدار ہونے کی ضرورت ہے، اگر ایک ہوجائیں اور ہماری آواز میں وزن اور طاقت ہو تو حکومت اس سائٹ کو رکوا سکتی ہے، اور ہم سب اپنے نبی کے دفاع کے لیے سرخ رو ہوسکتے ہیں، اور اہل دنیا کو بتاسکتے ہیں کہ اصل اس دھرتی پر رہنے کا کون مستحق ہے، جو طاقتیں مسلمانوں کو کٹ پتلی اور بازیچہ اطفال سمجھ رہی ہیں، پھر وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ نافع اور باعث رحمت یہی قوم ہے، اللہ تعالی ہم سب کو حق سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیئے! ذرا اپنی زندگی کا محاسبہ کریں

دنیا کا سارا نظام انسان ہی کیلئے ہے

اللہ تعالی نے پوری دنیا کا نظام انسان ہی کے لیے قائم کیا ہے، تاکہ وہ اس دنیا میں آنے کے بعد اپنی ہر ضرورت پوری کر سکے، خود انسان کے وجود اور اس کی تخلیق میں کیسا نظام قائم کیا ہے، کتنے پرزے انسان کو چلانے کیلئے لگے ہوئے ہیں اور کتنے جوڑ ہیں جو اپنا کام کر رہے ہیں، پھر اس کی ضروریات کو خارجی طور پر پورا کرنے کیلئے آسمان کا نظام، کہکشاؤں کا نظام، چاند، سورج، تاروں اور سیاروں کا نظام، ہواؤں، پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں اور ندی نالوں کا نظام، زمین کا، کھیت کھلیانوں کا، زمینی معدنیات کا، رہائش کا، تعمیر وترقی کا نظام، ملکوں کا اور ان کو چلانے کا نظام، جانوروں، چوپایوں، چرندوں، پرندوں کا نظام غرضیکہ کائنات کا اور کائنات کی ہر چیز کا نظام قائم کیا ہے، یہ سب انسان کے آرام وراحت اور اس کے زندہ رہنے اور اس کی زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے۔

دنیا کے نظام کے بارے میں انسان نے کبھی سوچا ہے؟

جس انسان کے لیے اتنا بڑا کارخانہ، اتنا بڑا نظام بنایا گیا ہے تو اس کی تخلیق کا کتنا بڑا مقصد ہوگا، کیا اس پہلو پر کبھی انسان نے سوچا ہے؟ کیا انسان نے کبھی غور کیا کہ یہ نیلا آسمان کیوں ہم پر سایہ فگن ہے؟ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے کہاں سے آرہے ہیں؟ کس نے اتنے کولر، اے سی اور پنکھے لگائے ہیں؟ یہ لمبی چوڑی زمین کس

نے اور کیوں بنائی ہے؟ اس پر یہ فلک بوس، لمبے لمبے، اونچے اونچے پہاڑ کیوں بنائے گئے؟ یہ سمندروں اور دریاؤں کا نظام کیوں بنایا گیا؟ اس کی کیا شدید ضرورت تھی؟ یہ اور اس طرح کے سوالات کیا حضرت انسان کے ذہن میں کبھی آئے؟۔

ہماری تخلیق کیسے بے مقصد ہو سکتی ہے؟

ان خارجی چیزوں کے علاوہ انسان کی خود اپنی جسمانی مشین کے متعلق ہزاروں سوالات پیدا ہو سکتے ہیں، کیا انسان نے کبھی غور کیا اس بارے میں؟ اللہ تعالی نے انسان بنا کر کتنا بڑا احسان کیا، ورنہ کوئی جانور، مچھر، مکھی بنا دیتا، کیا کبھی خیال آیا کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا، ایمان کی بیش بہا دولت عطا کی، ورنہ وہ کافر اور زندیق بنا دیتا تو؟ کیا کبھی ذہن میں آیا کہ اللہ تعالی نے جسم بالکل صحیح وسالم بنایا، کوئی نقص اور کمی نہیں کی، ورنہ وہ لنگڑا، لولا، اندھا، بہرہ اور عیب والا بنا دیتا تو؟ ...... آپ خود اپنے جسم کے ایک ایک جوڑ، اس کی قیمت واہمیت کا اندازہ لگائیے، پھر جسمانی طاقت وقوت اور صحت کو سوچیے، اپنے شباب وجوانی پر نظر دوڑائیے، اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنیوالی چیزوں کا حساب لگائیے، ان سب باتوں کو ذہن میں رکھنے کے بعد غور کیجئے کہ اللہ تعالی نے آپ کیلئے اتنا سب کچھ کیا، کیا وہ یوں ہی بے مقصد ہے، یا اس کا کچھ مقصد اور منشاء ہے، تو آپ کہیں گے کیوں نہیں! بھلا جب ہمارا کوئی کام بے مقصد، بے غرض نہیں ہوتا تو خالق کائنات کا ہماری تخلیق کرنا کیسے بے مقصد ہو سکتا ہے۔

زندگی میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہونا چاہئے

جب مقصد سمجھ میں آجائے تو اس کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے

کہ جس خالق نے انسان کے لیے یہ سب کچھ کیا، اب اس انسان کو اس کا پرستار ہونا چاہیئے، اس کی وحدانیت اور یکتائیت کا دنیا میں ڈنکا بجانا چاہیئے اور اسی کو کارساز، زندگی کا اور کائنات کا نظام چلانے والا سمجھنا چاہیئے، اسی کو ہر چیز کا خالق اور مالک سمجھنا چاہیئے اور اس کے احکامات کی پابندی اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرنی چاہیئے اور زندگی کے ان لمحات کی قدر کرنی چاہیئے، جو تھوڑی سی زندگی ملی ہے اس میں اچھے کام کر کے اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دے کر رضائے الٰہی کا پروانہ حاصل کرنا چاہیئے، اور زندگی کا جو وقت اللہ کی نافرمانی میں گزر گیا اس پر سچی توبہ کرنی چاہیئے، اور جو لمحات باقی ہیں ان کو اللہ کی رضا کے مطابق گزارنا چاہیئے، اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور زندگی میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ وحوصلہ رکھنا چاہیئے۔

زندگی سے متعلق پانچ چیزیں

اسی لیے انسان کی تھوڑی سی زندگی کی وجہ سے محسن انسانیت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ“(۱) کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو غریبی سے پہلے، فرصت کے اوقات کو مشغولی سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

اللہ سبحانہ تعالی بھی قیامت کے دن حضرت انسان سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرے گا ”کیوں صاحب! ہم نے (ساٹھ یا ستر سالہ) زندگی دی تھی، کہاں گزاری؟ ہم نے تمہیں جوانی دی تھی، کہاں گنوائی؟ ہم نے تمہیں مال دیا تھا کن

(۱) مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۸۴۶/ مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۳۴۳۱۹۔

راستوں اور کن طریقوں سے کمایا اور کن کن جگہوں پر تم نے اسے خرچ کیا؟ اور جو تم نے پڑھا لکھا تھا، علم سیکھا تھا، اس پر کتنا عمل کیا؟ ”لَاتَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدَ رَبِّهِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا انْفَقَهُ، وَمَاذَاعَمِلَ فِيْمَاعَلِمَ“۔(۱)

انسان اپنی زندگی کو قیمتی بنا سکتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ جوانی کو اللہ کی اطاعت اور عبادت میں گزارنا چاہیئے، جتنے کام انسان جوانی میں کر سکتا ہے وہ بڑھاپے میں نہیں کر سکتا، وہ جوانی میں زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکتا ہے، اسلامی لشکروں میں اپنی جانبازی کے جوہر دکھا سکتا ہے، صحت کے زمانے میں اپنے حقوق، بندوں کے حقوق، اللہ تعالی کے حقوق صحیح ادا کر سکتا ہے، بیماری میں اپنے نفس کے حقوق ہی نہیں ادا ہوتے چہ جائے کہ دوسروں کے، جب انسان کے پاس مال ہوتا ہے تو اللہ کے راستے میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر سکتا ہے، صدقہ، خیرات خوب کر سکتا ہے، حج کر سکتا ہے، رفاہی کام بہت کر سکتا ہے، اللہ کی مخلوق کو خوب نفع پہنچا سکتا ہے اور خود بھی اچھی زندگی گزار سکتا ہے، لیکن غریبی میں اپنی ہی روٹیوں کے لالے پڑ جاتے ہیں، دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائے گا، جب آدمی فرصت کے لمحات میں ہوتا ہے تو اللہ تعالی کی بھی اطاعت کرتا ہے، اپنے فرائض کو بھی پابندی سے ادا کرتا ہے، خود بھی عافیت کی زندگی گزارتا ہے اور اپنے گھر والوں کو بھی خوش رکھتا ہے، مشغولیت کے زمانے میں ان سب باتوں میں کوتاہی واقع ہوجاتی ہے، انسان کی یہ تھوڑی سی زندگی ہے، اس کو چاہے وہ اپنے لیے جہنم بنا لے یا جنت، موت سے پہلے پہلے اسکے پاس موقع ہوتا ہے، اپنے گناہوں سے توبہ کر لے ورنہ موت کے بعد پھر کوئی موقع ہاتھ نہیں آتا۔

(۱) ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۴۱۷۔

ہماری زندگی ایک فنکشن کے مانند ہے

یہ مختصرسی زندگی جس کو انسان ساٹھ سال ستر سال سے تعبیر کرتا ہے، اور جس کے لیے اپنی آخرت کو تباہ وبرباد کرلیتا ہے، اس کا کم ہونا اللہ کے اس ارشاد سے سمجھ سکتے ہیں: ”وَإِنَّ يَوْماً عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّاتَعُدُّوْنَ“ (۱) کہ ”تمہارے رب کے پاس کا ایک دن یہاں (دنیا) کے ایک ہزار سال کے برابر ہے“ اور اللہ تعالی نے ہماری اس زندگی کو اس فنکشن یا تعارفی جلسہ کی طرح بیان کیا جو ایک یا دو گھنٹوں کے بعد ختم ہوجاتا ہے اور فرمایا: ”وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوْآ إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ“ (۲) کہ ”اور جس دن (تمام لوگ) جمع ہوں گے (محشر کے دن تو وہ محسوس کریں گے) گویا کہ وہ (دنیا میں) دن کے ایک گھنٹے (ہی) ٹھہرے ہیں“۔

زندگی کا محاسبہ کرنا چاہیے

غرضیکہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور اپنی زندگی کا اور زندگی کی نعمتوں کا جائزہ لیں اور اللہ تعالی کے شکرگزار بندے بن جائیں اور اس کے حکم کے تابع فرمان ہوجائیں اور زندگی کے تمام بتوں کو توڑ کر بس اس کی چوکھٹ پر سر رکھ دیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں اور پھر اس چند سالہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر قیمتی بنانے کی کوشش کریں اور مرنے کے بعد والی زندگی کے لیے اس کو دارالامتحان سمجھ کر زندگی گزاریں، اللہ تعالی اپنی نعمتوں کی شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائے اور اس معمولی سی زندگی کو اپنی مرضیات کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۱) سورۂ حج آیت ۴۷۔ (۲) سورۂ یونس آیت ۴۵۔

دوسرا باب

تنزل وانحطاط کا اصل سبب خواص کا بگاڑ

امت میں فساد کیوں ہے؟

آج کل کے پرآشوب دور میں عام زندگی میں اور مدارس کی زندگی میں اور اہل علم حضرات کی زندگی میں بہت سے مسائل ومشکلات پیدا ہوگئے، یا ان کی دینی زندگی میں انحطاط وتنزل پیدا ہوگیا ہے، غور کرنے سے ان مسائل ومشکلات اور انحطاط وتنزل کا سبب معلوم ہوتا ہے، یہ دراصل فتنوں کا دور ہے، اب حالت ایسی ہے کہ آدمی صبح مومن ہوتا ہے، شام کو کافر، شام کو مومن ہوتا ہے، صبح کو کافر: يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤمِنًا وَيُمْسِي كَافِراً، وَيُمْسِي مُؤمِناً وَيُصْبِحُ كَافِراً" (۱) انسانی زندگی میں ایک ایسا نشیب وفراز اور مدوجزر ہے جس کی کوئی تہہ اور جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے، لیکن جب قرآن کریم کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اس کی آیات پر غور کیا جاتا ہے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کیا وجہ ہے، کیوں امت میں فساد ہے، کیوں آپس میں نااتفاقیاں ہیں، کیوں مدارس میں انحطاط ہے، کیوں اہل علم کی باتوں میں تاثیر نہیں، کیوں علماء وصلحاء کی دعاؤں میں اجابت نہیں، یہ انحطاط عالمی ہے، یہ المیہ عالمگیر ہے، یہ فتنہ انٹرنیشنل پیمانے پر پھیل رہا ہے، بلکہ یہ ایسا مہلک مرض ہے جو جذام کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔

بگاڑ کا مین سبب

جب اہل مدارس اور مدارس سے جڑے علماء کی زندگی پر غور کرتے ہیں- جو انسانی

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر ۱۱۸/ وترمذی شریف حدیث نمبر ۲۱۹۵۔

زندگی میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ محور کا درجہ رکھتے ہیں- تو قرآن کریم سے ہمیں رہنمائی اور ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: "يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً" (۱) اے پیغمبرو! پاک اور حلال مال کھاؤ اور نیک عمل کرو، اس وقت اس آیت کے آخری جزء "عمل صالح"، پر عمل کی کوشش تو کی جارہی ہے؛ لیکن آیت کے پہلے جزء "اکل طیب" پر دانستہ اور کبھی نادانستہ طور پر عمل نہیں ہورہا ہے، یہ مین سبب ہے بگاڑ کا، عام بے راہ روی کا، فکری اور اخلاقی انارکی کا۔

مدارس میں آنے والا مال کیسا ہے؟

اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ جو مال ہمارے مدارس میں آرہا ہے، سو فیصد حلال نہیں یا حلال طریقہ سے نہیں آرہا ہے، حلال اس لئے نہیں کہ تجار حضرات جو کمارہے ہیں، بعض تجار سود کا کاروبار کررہے ہیں، بعض ٹیکس سے بچنے کیلئے غلط طریقہ اختیار کررہے ہیں، بعض بجلی کی چوری کررہے ہیں، بعض ناجائز اشیاء کی تجارت کررہے ہیں اور ان کو خیال اور وہم تک بھی نہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے یا صحیح، اس طرف ذہن بھی نہیں جاتا ہے، چونکہ زکوۃ دینا ایک فریضہ ہے، اس لئے ایک فریضہ اور ڈیوٹی سمجھ کر زکوۃ ادا کی جاتی ہے، یا صدقہ خیرات کرنا مصائب سے بچنے کا ذریعہ ہے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، اس لئے اس عقیدے اور یقین کی بنا پر اکثر لوگوں کا اس پر تو عمل ہے؛ لیکن جس طریقے سے وہ کمارہا ہے، آیا وہ حلال ہے یا حرام، اس کی طرف بعض مرتبہ دھیان نہیں جاتا، یہاں تک کہ بعض لوگ سنیما اور فلم کا کاروبار کرتے ہیں، یا آج کل انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ذریعہ غلط چیزوں کی ڈاؤن لوڈنگ اور تصویر سازی کا عمل کرتے ہیں، یہ کام فحش میں شمار ہوتے ہیں، اور قرآن کریم میں اللہ تعالی

(۱) سورۂ مومنون آیت ۵۱۔

فرماتا ہے کہ:"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ" (۱) جولوگ ایمان والوں میں فحش (بدکاری پھیلانے یا عام کرنے) کا چرچا چاہتے ہیں، ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے'' ظاہر ہے دردناک عذاب اللہ تعالی اسی عمل پر دیتا ہے، جو اس کی ناراضگی والا عمل ہے اور حرام ہے، تو جو کاروبار حرام کے ذریعہ ہوگا وہ بھی حرام ہوگا، اس کی آمدنی بھی حرام ہوگی، پھر اس حرام مال کی زکوۃ، صدقہ، خیرات مدرسہ میں پہنچے گی، جس کو طلبہ واساتذہ اور علماء سبھی کھائیں گے، تو پھر جس خیر اور عمل صالح کی امید رکھی جانی چاہئے وہ نہیں ہو پائے گا، یہ تو ایک مثال ہوئی اور بہت سی باتیں ہیں جو اسی قبیل سے ہیں، ہر آدمی غور کرسکتا ہے۔

ذریعہ آمدنی حلال نہیں

حلال طریقے سے نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ سفراء حضرات جو چندہ مانگ کرلاتے ہیں، وہ بعض مرتبہ جھوٹ کی مدد سے آتا ہے، اس لئے کہ بعض مرتبہ تجار کو صحیح بات بتلانے سے وہ چندہ کم دیتے ہیں، یا بالکل نہیں دیتے، اس لئے ان کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے، ان کو سو دو سو یا پانچ سو بچے بتلانے پڑتے ہیں، تب وہ صحیح چندہ دیتے ہیں، اگر ان کو ایمانداری سے بیس، تیس یا پچاس بتلائے تو وہ ان کو چندہ نہیں دیں گے کہ بچے تھوڑے ہیں، تو اس کو لامحالہ جھوٹ بولنا پڑے گا، اور وہ پانچ سو بچوں کے نام سے پانچ سو روپئے یا ہزار روپئے وصول کرپائے گا، بہت سے مدارس والے لکھتے ہیں کہ طلبہ کو پارچہ، دوائی، لحاف اور جیب خرچ وغیرہ دیا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ بچوں کو گھر آنے جانے کا کرایہ بھی دیا جاتا ہے، ظاہر ہے جہاں یہ عمل

(۱) سورۂ نور آیت ۱۹۔

ہوتا ہے، وہ صحیح ہیں؛ لیکن جہاں نہیں، تو وہ اس جھوٹ سے جو چندہ حاصل کریں گے وہ بھی محل نظر ہے، بہرحال یہ اور اس طرح کی باتیں ہیں جن کی وجہ سے حلال طریقہ سے آمدنی نہیں ہو پاتی جو انحطاط کا اہم سبب ہے۔

انحطاط کا ایک اور سبب

بعض حضرات نے موجودہ زمانے میں طلبہ کے انحطاط کے سلسلہ میں غور کیا تو ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اصل میں مدارس میں جو تجار حضرات چندہ دیتے ہیں تو وہ صرف چندہ ہی نہیں دیتے، بلکہ چندہ کے ساتھ، تجویز، اپنا مشورہ اور اپنی رائے بھی پیش کرتے ہیں، بھلا جو تاجر فرنیچر کا کام کرتا ہے، یا جو چائے کی پتی بیچتا ہے، یا ہوٹل اور ریسٹورنٹ چلاتا ہے یا اور کوئی کاروبار کرتا ہے، اس کو مدارس کے چلانے کا اور مدارس کے مصالح کا کیا تجربہ ہے، پھر وہ کیوں ایسا کرتے ہیں، سو روپئے چندہ دیتے ہیں یا پانچ سو یا ہزار، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اہل مدارس یہ کریں وہ کریں، ان کو تو اپنا فریضہ زکوۃ دینے کا، صدقہ خیرات کرنے کا پورا کرنا چاہئے۔

انجینئر یا ڈاکٹر کو کوئی مشورہ نہیں دیتا

بھلا آپ نے کبھی سنا ہے کہ عام آدمی یا تاجر کسی سرجن ڈاکٹر کو یا کسی سول انجینئر کو مشورہ دیتا ہے، تو پھر کیا بات ہے کہ ہر آدمی مدرسہ والوں کو، علماء کو مشورہ دینے کے لئے اور رائے دینے کے لئے تیار ہے، ہاں اگر بعض اللہ والے تجار جو مدارس میں رہے ہوں وہ مشورہ دیں یا ان سے مشورہ طلب کیا جائے تو عین مناسب ہے۔

مدارس کا مقصد

بعض حضرات کو یہ سوجھتی رہتی ہے کہ مدرسہ والے انجینئر نہیں بناتے، ڈاکٹر نہیں

بناتے، ہندی نہیں پڑھاتے، انگریزی نہیں پڑھاتے، حساب نہیں پڑھاتے، دراصل ان حضرات کو مدارس کا مطمحِ نظر معلوم نہیں، مدارس کا مقصد انجینئر بنانا، ڈاکٹر بنانا نہیں ہے، ان کا مقصد صرف قرآن کریم کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تَعلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ" (۱) تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم کتاب سکھلاتے تھے اور جیسے کہ تم اسے سبھی پڑھتے تھے" تو اللہ والے بنانے کی کوشش اور قرآن کریم کی تعلیم ان مدارس کا مقصد ہے، جس کیلئے وہ کوشاں ہیں، اگر مدارس یہ کام چھوڑ دیں اور دوسری چیزوں میں مشغول ہو جائیں پھر یہ مدرسہ کے علاوہ دوسرا سب کچھ ہوسکتے ہیں مدرسہ نہیں، حیرت ہے کوئی کسی انجینئرنگ کالج کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں ڈاکٹر کیوں نہیں بنتے، یا میڈیکل کالج کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہاں انجینئر کیوں نہیں بنتے، یا ان دونوں کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہاں عالم کیوں نہیں بنتے، یا دینی تعلیم نہیں ہوتی۔

خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ

اصل میں امت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے، ایک روز مسیّب بن واضح سے عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ عوام الناس میں بگاڑ اور فساد کیسے پیدا ہوتا ہے؟ مسیّب نے کہا کہ مجھے علم نہیں، فرمایا کہ "خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے"۔

امت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں

پھر فرمایا کہ امت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۷۹۔

ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے:

(۱) علماء حضرات

یہ انبیاء کرام کے وارث ہیں (ان کو سب سے زیادہ سنن و مستحبات کا پابند ہونا چاہئے) مگر جب یہ دنیا کی حرص وطمع میں پڑ جائیں (اور قومی مال کو ناجائز طریقہ پر خرچ کرنے میں مصروف ہو جائیں، یا دنیاداروں کے نقش قدم پر چل کرا نہی کی طرح دولت سمیٹنے میں مصروف ہو جائیں حتی کہ شادیوں میں بارات، نیوتہ اور خلاف سنت دعوتوں میں شرکت جیسی رسموں میں مبتلا ہو جائیں) تو پھر کس کو اپنا (رہبر) ومقتدا بنایا جائے؟ (حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے عالم امت کا طبیب و معالج ہے اور مال و دولت بیماری ہے، اگر معالج بیماری کو گلے لگائے گا تو علاج کیسے کرے گا؟)۔

(۲) تجار حضرات

یہ اللہ کے امین ہیں، جب یہ خیانت پر اتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے؟۔

(۳) مجاہدین حضرات:

یہ اللہ کے مہمان ہیں، جب یہ مال غنیمت کی چوری شروع کریں، تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعہ حاصل کی جائے؟۔

(۴) زاہدین حضرات

یہ روئے زمین کے اصل بادشاہ ہیں، جب یہ لوگ برے ہو جائیں (اور دنیا کی دولت وعزت کے پیچھے دوڑ پڑیں) تو پھر کس کی پیروی کی جائے؟۔

(۵) حکام حضرات

یہ مخلوق کے گلہ بان (نگراں وپاسبان) ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہوجائیں تو گلہ (ریوڑ اور خلق خدا) کی حفاظت کس کے ذریعہ کی جائے؟۔

سب کو اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہئے

اس وقت ان پانچوں حضرات کو اپنا اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے مقصد زندگی کو سمجھنے کی، اور اسی کے ساتھ مدارس کے مشن وفکر اور صحیح طریقہ کار کو صحیح خطوط پر رکھنے کی بھی ضرورت ہے، عام حضرات کو بھی مدارس کے پیغام اور کام کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اپنی سوچ وفکر میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور فنافی الروح کی اس وقت شدید ضرورت ہے، اگر خواص کے اندر صحیح معنوں میں خلوص پیدا ہوجائے تو معاملہ سب درست ہوجائے گا اور امت میں جو بگاڑ پیدا ہورہا ہے، وہ انشاء اللہ ختم ہوجائے گا، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مسلمانوں کا انحطاط وتنزل

انسانی زندگی کے دو اہم واقعات

ایک ادیب نے خوب کہا ہے کہ ”انسانی زندگی میں دو ایسے واقعات ہیں، جن کا بالکل ٹھیک وقت ہم نہیں بتا سکتے، ان میں سے ایک جس کا تعلق فرد کی زندگی سے ہے، نیند آنا ہے، کوئی شخص آج تک اس خاص لمحہ کا تعین نہیں کرسکا، جب جاگنے والا سو جاتا ہے، دوسرا واقعہ جس کا تعلق قومی زندگی سے ہے، تنزل یا زوال ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں قوم کا زوال کس تاریخ سے شروع ہوا، سب کو اس کی خبر اس وقت ہوتی ہے جب وہ زور پکڑ جاتا ہے“ یہ حقیقت اکثر قوموں کے بارے میں منطبق ہے، لیکن امت اسلامیہ کی زندگی میں زوال وتنزل کا آغاز دوسری قوموں کی زندگی کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور روشن ہے، اگر ہم کمال وزوال کے درمیان کی حد کو متعین کرنا چاہیں تو ہم اپنی انگلی اس تاریخی خط پر رکھ دیں گے جو خلافت راشدہ اور ملوکیت عرب یا مسلمانوں کی بادشاہی کے درمیان حد فاصل ہے۔

اسلام کی امامت اور اس کی صفات

دراصل اسلام کی امامت بڑی نازک اور وسیع صفات کو چاہتی ہے، جو فرد یا جماعت اس منصب پر فائز ہو، اس کے لئے ذاتی صلاح وتقوی اور عدل کے علاوہ جہاد اور اجتہاد کی قابلیت بھی ضروری ہے، یہ دو لفظ بہت سادہ اور ہلکے ہیں، لیکن معانی ومطالب سے لبریز۔

جہاد کا مطلب

جہاد سے مراد ہے عزیز ترین اور اہم ترین مطلوب کے حصول کے لئے اپنی انتہائی طاقت اور وسائل صرف کردینا، مسلمان کا سب سے بڑا مقصود اللہ کی فرماں برداری، اس کی خوشنودی کا حصول اور اس کی بادشاہی اور احکام کے سامنے سپردگی اور سرافگندگی ہے، اس کے لیے ایک طویل جہاد کی ضرورت ہے، ہر اس عقیدہ، تربیت، اخلاق، اغراض اور خواہشات کے خلاف جو اس میں مزاحم ہوں، اور ان تمام نفسی وآفاقی (داخلی وخارجی) آلہہ ومعبودان باطل کے خلاف جو اللہ کی فرمانبرداری اور اخلاص میں حریف اور رقیب ہوں، جب یہ مقصد حاصل ہوجائے تو مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی بادشاہی اور اس کے احکام کو اپنے گردوپیش کی دنیا اور اپنے بنی نوع پر پھیلانے کے لئے جدوجہد کرے، یہ اس کا دینی فریضہ ہے، اور خلق خدا پر شفقت اور مخلوق کے ساتھ خیرخواہی کا بھی یہ عین مقتضی ہے۔

اجتہاد کا مطلب

اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی سیادت وامامت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہو، وہ نئے پیش آنے والے مسائل زندگی میں انفراداً یا اجتماعاً صحیح فیصلہ کرنے کی اہلیت اور استعداد رکھتے ہوں، اور روح اسلام اور اسلامی قانون سازی کے اصول سے اتنی واقفیت اور مسائل کے استنباط کی قوت رکھتے ہوں جس سے وہ امت کی مشکلات کو حل کرسکیں، اور اشتباہ وتحیر کے موقع پر اس کی رہنمائی کرسکیں، نیز وہ اتنی ذکاوت ومستعدی اور علم رکھتے ہوں اور محنت کے لئے تیار ہوں کہ اللہ تعالی نے کائنات میں جو طبعی قوتیں پیدا کی ہیں اور زمین میں دولت وقوت کے جو چشمے اور دفینے رکھ دیئے ہیں، ان سے کام لے سکیں، اور ان کو اسلام کے مقاصد کے لئے

مفید بنائیں، بجائے اس کے کہ اہل باطل ان کو اپنی خواہشات کے حصول کے لئے استعمال کریں اور زمین میں سربلندی اور فساد کے لئے ان سے مدد لیں، اہل حق ان سے وہ کام لیں جن کے لئے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔

دین وسیاست میں عملی تفریق

لیکن دنیا کی بدقسمتی تھی کہ خلفاء راشدین کے بعد دنیا کی رہنمائی کے منصب جلیل پر وہ لوگ حاوی ہوگئے، جنہوں نے اس کے لئے کوئی حقیقی تیاری نہیں کی تھی، ملوکیت کے اثرات اور نتائج یہاں تک پہنچے کہ دین وسیاست میں عملی تفریق ہوگئی، ارکان حکومت بلکہ خود خلفاء، دین واخلاق کا کامل نمونہ نہ رہے، اور چونکہ وہ اپنے اعمال واخلاق اور معاملات میں اسلام کی شرعی سیاست اور اس کی اخلاقی تعلیمات کی بہت کم نمائندگی کرتے تھے، اس لئے غیر مسلموں کے دلوں سے اسلام کے پیغام کا احترام اور اثر جاتا رہا، اور مسلمان علماء ومفکرین نے فلسفیانہ موشگافیوں اور فلسفہ اشراق کے مباحث اور وحدۃ الوجود کے مسائل میں اپنا ضرورت سے زیادہ وقت اور طاقت صرف کی، پھر اس دور انحطاط میں مسلمانوں میں شرک وبدعات اور جہالت، قدیم جاہلی قوموں کے عقائد وخیالات اور دینی گمراہی نے بھی نفوذ کرنا شروع کردیا، جس کا اثر مسلمانوں کی زندگی پر پڑنا لازمی تھا، ایک یورپین مؤرخ کہتا ہے کہ ”اسلام کو اس لئے زوال شروع ہوا کہ انسانیت کو ان لوگوں کی صداقت میں شبہ ہونے لگا جو دین جدید کی نمائندگی کر رہے تھے“۔

شریعت نے مسلمانوں کی غلطی میں کبھی ساتھ نہیں دیا

مگر اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک اصل دین کا تعلق ہے، وہ اس پوری

مدت میں ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے محفوظ رہا، مسلمانوں نے راہ راست سے جہاں جہاں انحراف کیا تھا، کتاب وسنت سے مقابلہ کرکے اس کا علم اور احساس ہوجاتا تھا، دین وشریعت نے مسلمانوں کی غلطی میں کبھی ساتھ نہیں دیا، اسی لئے اسلامی تاریخ کے ہر دور اور اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں ایسے عالی ہمت اور اولوالعزم اشخاص پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اس امت میں انبیاء کی جانشینی کا حق ادا کیا، مسلمانوں کے تن مردہ میں روح جہاد پھونکی، اور مسائل اور علوم میں اپنی فکر تازہ اور مجتہدانہ قابلیت سے کام لے کر مسلمانوں میں نئی علمی روح اور ذہنی بیداری پیدا کردی۔

جب بھی اسلام پر کوئی خطرہ آیا تو غیبی مدد آئی

اسی کے ساتھ جب اسلام یا عالم اسلام کے لئے کوئی نیا خطرہ پیش آیا تو کوئی نہ کوئی مرد مجاہد میدان میں آیا اور اس نے نہ صرف اس خطرہ کو دور کیا بلکہ عالم اسلام میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا کردی، اس کی واضح مثال نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی شخصیتیں ہیں، جنہوں نے صلیبی فتنے کے مقابلہ میں اسلام کی قیادت سنبھالی، اور بڑے مجاہدانہ کارنامے پیش کئے اور بیت المقدس اور حطین کو فتح کیا، پھر تاتاریوں نے عالم اسلام پر ایسا زبردست حملہ کیا اور مسلمانوں کو ایسا نقصان پہنچایا جس کی نظیر نہیں ملتی، آخر کار انہوں نے بھی شکست کھائی، مگر عالم اسلام کو سنبھلنے میں ایک مدت لگی، پھر میدان قیادت میں عثمانی ترکوں کی آمد ہوئی، اور انہوں نے عالم اسلام کو سنبھالا، ترکوں میں بہت سی خصوصیات تھیں، لیکن عین ترقی وعروج کے زمانے میں ترکوں میں بھی تنزل وانحطاط شروع ہوگیا اور قوموں کے پرانے امراض حسد وبغض ان میں پیدا ہوگئے، اور ترک علمی پسماندگی اور جمود وتعطل کا شکار ہوگئے، جس سے عالم اسلام میں عام ذہنی وعلمی انحطاط ہوا، اس طرح ترکوں کا بھی تنزل ہوگیا۔

ترکوں کی ہمعصر دو طاقتور مشرقی حکومتیں

دولت عثمانیہ یعنی ترکوں کی ہمعصر وہمسر دو طاقتور مشرقی حکومتیں تھیں، ہندوستان میں مغلیہ سلطنت جس کی بنیاد ۹۳۳ ہجری مطابق ۱۵۲۶ء میں بابر کے مضبوط ہاتھوں سے پڑی تھی، اس خاندان کا آخری طاقتور بادشاہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر تھا، اورنگ زیب نے ۵۰ر برس حکومت کی، ۱۱۱۸ر ہجری میں اس کی وفات ہوئی، اس کے بعد اس کے سب جانشین نااہل، پست ہمت اور عیش پسند نکلے، اور اپنی نااہلی، کمزوری اور نااتفاقی سے انگریزی حکومت کے قیام واستحکام، انگلستان کی ترقی وتمول اور صنعتی انقلاب کا باعث ہوئے، اور بالواسطہ اکثر اسلامی ممالک کی غلامی کا سبب بنے، دوسری بڑی مشرقی حکومت ایران کی صفوی سلطنت تھی، جو ایک بڑی متمدن اور ترقی یافتہ سلطنت تھی، لیکن شیعیت کے غلو وتعصب اور ترکی حکومت سے نبرد آزمائی نے اس کو کسی اور کام کی فرصت نہ دی، یہ دونوں سلطنتیں اپنے مسائل ومعاملات میں ایسی الجھی ہوئی تھیں اور بیرونی دنیا سے اتنی بے تعلق وبے خبر تھیں کہ ان کو یورپ اور دور دراز کے ممالک تو الگ رہے، مشرق اوسط اور اسلامی ممالک کے حالات وواقعات کی خبر نہ تھی، اسلامی سلطنتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور معاہدے اور پورے اسلامی ممالک کا اتحاد قائم کرنے کا مسئلہ تو شاید ان حکومتوں کے ذمہ داروں کے کبھی خیال میں بھی نہ آیا تھا، نہ مشرق کی شخصی حکومتوں سے اس کی امید ہوسکتی تھی۔

ہندوستان کی دو اہم عظیم شخصیتیں

مگر مشیت خداوندی سے متعدد ممالک میں ایسے صاحب عزم، بلند حوصلہ اور بیدار مغز قائد اور مجاہد پیدا ہوئے، جنہوں نے ان آمادہ زوال اور برسر انحطاط قوموں

اور ملکوں میں کچھ عرصے کے لئے نئی زندگی پیدا کر دی، ہندوستان میں سلطان ٹیپو جیسا عالی ہمت، بلند نظر اور شیر دل قائد پیدا ہوا، جو قریب تھا کہ ہندوستان کو غیر ملکی خطرات سے پاک کر دے، دوسری طرف حضرت سید احمد شہید جیسا صاحب عزیمت اور صاحب تاثیر داعی اور مجاہد پیدا ہوا، جو خلافت راشدہ کے اصول ومنہاج پر ایسی اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا، جس کا حلقہ ہندوستان سے بخارا تک وسیع ہو، مگر قومی انحطاط اور اجتماعی پراگندی اور بے نظمی اور سیاسی بے شعوری اس درجہ کو پہنچ چکی تھی کہ ایسی عظیم اور طاقتور شخصیتیں بھی مسلمانوں کے حالات اور ان کے تنزل وانحطاط کی رفتار میں کوئی بڑی تبدیلی نہ پیدا کر سکیں، اور امت بحیثیت مجموعی ان مجاہدانہ اور تجدیدی کوششوں سے فائدہ نہ اٹھا سکی۔

سولہویں سترہویں صدی میں ترکوں کا انحطاط اور عالم اسلام پر اس کے اثرات

سولہویں سترہویں صدی عیسوی ہی سے ترک تنزل وانحطاط، علمی پسماندگی اور جمود کا شکار ہو چکے تھے، جب ترکی کا یہ حال تھا جو عالم اسلام کا قائد تھا، تو دوسرے عرب اسلامی ممالک کا جو ترکی کے زیر اثر یا دست نگر تھے، جو کچھ حال ہوگا، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، چھوٹی چھوٹی صنعتیں بھی ابھی ان ملکوں میں رواج پذیر نہیں ہوئی تھی، مسلمانوں کا یہ تنزل صرف حکمت وعلوم کے نظریہ اور صنعت وحرفت ہی میں نہ تھا بلکہ ایک ہمہ گیر اور عمومی انحطاط تھا، جو مسلمانوں پر پورے طور پر محیط تھا، بلکہ پورے عالم اسلام پر اس کی چھاپ تھی، حتی کہ وہ اپنے فنون جنگ میں بھی یورپ سے پیچھے رہ گئے تھے، جن میں ترکوں کو درجہ امامت واجتہاد حاصل تھا، ترقی کے میدان میں مسلمان ترکی نے جو فاصلہ طے کیا، اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یورپ

نے جو فاصلہ طے کیا، ترقی کے میدان میں ان دونوں کی دوڑ میں کچھوے اور خرگوش کا مقابلہ تھا، تنزل وانحطاط کی یہ تفصیل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کی تحریر کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

دینی وروحانی اعتبار سے مسلمانوں کا تنزل اور علماء کا کردار

دینی اور روحانی اعتبار سے مسلمانوں میں جو تنزل ہوتا رہا، اس کیلئے اللہ تعالی نے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ مجدد دین اسلام اور مصلحین امت اور داعیان دین پیدا فرمائے، عالمی فتنے ہوں چاہے ملکی اور علاقائی، ان کی سرکوبی کیلئے اہل اللہ اور مجاہدین کھڑے ہوتے رہے، اور ان فتنوں کو ختم کرتے رہے، سولہویں صدی میں ہندوستان میں دین اکبری یا دین الٰہی کے نام سے جو فتنہ کھڑا ہوا، وہ مجدد الف ثانی اور ان کے خلفاء کی محنت سے ختم ہوا، پھر قادیانیت کا فتنہ ابھرا، اس کی سرکوبی بھی علماء اسلام نے کی، پھر ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہوا، اور انہوں نے ملت اسلامیہ اور ان کے دین اور ملک کو تباہ کرنے کی کوشش کی، علماء کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش فرمائے، یہاں تک کہ ہندوستان کو ان کی غلامی سے آزاد کرایا، اور مسلمانوں میں دینی بیداری اور براہ راست قرآن وحدیث سے تعلق جوڑنے کیلئے اور اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے تعلیمی ادارے قائم کئے، جیسے دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پھر ان کے تحت ملک کے گوشے گوشے، قریے قریے میں دینی تعلیمی ادارے اور دینی مکاتب کا سلسلہ شروع کیا، جس سے مسلمانوں میں کافی بیداری اور دینی شعور پیدا ہوا۔

امت مسلمہ دوسروں کی دست نگر

لیکن افسوس کہ مسلمان جو ایک زندۂ جاوید اور داعی امت تھی، جس کو اللہ نے

لوگوں کوظلمتوں اورتاریکیوں سے نکالنے کیلئے،ظلم وزیادتی اور بندوں کی بندگی سے نکالنے کیلئے برپا کیا تھا،آج وہ کیوں پسپائی،تنزل وانحطاط کی شکار ہے،دنیا کا سارا نظام جس کی وجہ سے چل رہاہے،آج وہی دوسروں کی دست نگراور غیروں کے رحم وکرم پر گزر بسر کررہی ہے،یااللہ! یہ قوم کب خواب خرگوش سے بیدار ہوگی،کب یہ اپنی رہبری کا فریضہ انجام دے گی،کب یہ اپنے بھولے ہوئے سبق کودہرائے گی،کیا پھرکسی صلاح الدین کی ضرورت ہے؟ کیا پھرکسی مجددالف ثانی کی آمد درکار ہے؟ کیا پھرکسی ٹیپو سلطان کی امید ہے؟ کیا پھرکوئی سید احمد شہید آئے گا؟ کیا پھرکوئی امداداللہ مہاجرمکی پیدا ہوگا؟ کیا پھرکوئی قاسم نانوتوی،رشید احمد گنگوہی آئے گا؟ یاکوئی ضامن شہید یا کوئی مجدد تھانوی پیدا ہوگا؟ پھرکب تک مسلمان بے وزن اور بے وقعت رہیں گے؟ کب تک غیروں کی آنکھوں کے تنکے اوراللہ کی زمین پررحمت کی بجائے زحمت بنے رہیں گے؟ کیایہی آزمائش ان کے سر رہے گی۔

اے اللہ! امت مسلمہ کوسیادت وقیادت عطافرما

اے الہ العالمین !اس آزمائش وابتلاءکوختم کردے،اور ہمارے زوال کوعروج سے بدل دے،ہمارے تنزل کوترقی سے بدل دے،اورتو ہماری دینی وایمانی زندگی میں انقلاب پیدافرما،اے اللہ! تیرے فرمان کے مطابق سربلندی تو ہمارے لے ہے،مگرہمیں اس کا استحقاق تو نصیب فرما،تنزل وانحطاط کے گھٹاٹوپ بادل ہمارے سروں سے اٹھادے،اورہمیں ایک زندۂ جاوید امت بنا کردنیا کی ہرطرح کی قیادت وسیادت عطافرما،اے اللہ!تو قادر مطلق ہے،توہر چیز پر قادر ہے۔

"انت نعم المولی و نعم النصیر"۔

تاریخ آپ کوبھی بھلاسکتی ہے!

ہرقلم کاراپنے افکارونظریات کا تابع ہوتا ہے

جب ہم تاریخی حوالہ سے کوئی بات کہتے ہیں،یا تاریخ میں اپنے اسلاف کے کارنامے ذکر کرتے ہیں،یااسلامی تاریخ کے سلسلہ میں گفت وشنید ہوتی ہے،یااپنے ملک کی آزادی کے بارے میں تاریخی طور پر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو بے ساختہ ایک بات ہماری زبان سے ضرورنکل جاتی ہے کہ یہودیوں نے اسلامی تاریخ کومسخ کردیا ہے،عیسائیوں نے مسلمانوں کی تاریخ کو بدل کے رکھ دیا ہے،یامستشرقین نے اسلامی علوم اوراسلامی فتوحات کے بارے میں جانبدارانہ بلکہ متعصّبانہ رویہ اختیار کیا ہے،یاہمارے ملک میں ہماری تاریخ کو،ہمارے اسلاف کی تاریخ کوغیر مسلموں نے یا برادران وطن نے دبادیا ہے،نصاب کی کتابوں میں تبدیلی کردی ہے،اور حقائق کوچھپادیا ہے،حالانکہ اصولی بات یہ ہے کہ مؤرخ کو،صحافی کو،محقق اورمصنف کوغیر جانبدار ہونا چاہئے اورحقائق کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کرکے پھرقاری کے سامنے پیش کرنا چاہئے،لیکن ہمارے تجربات کی روشنی میں کچھ باتیں ایسی سامنے آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرصاحب قلم،صاحب تصنیف یا صاحب کتاب اپنے نظریات وافکار،اپنے مذہب وعقائداوراپنے ماحول وگردوپیش کے حالات کا تابع ہوتا ہے،اوروہ چاہتے ہوئے بھی بعض مرتبہ اپنی ڈگر سے نہیں ہٹ پاتا،اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں انصاف پسند اور حقیقت پسند لوگ نہیں ہوئے ہیں،بلکہ عام طور سے ایسے لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔

صاحب ''المنجد'' کا اپنا نظریہ

جب ہم عربی لغت ''المنجد'' کو دیکھتے ہیں جو ایک مستشرق عالم ''لویس معلوف الیسوعی'' کی لکھی ہوئی ہے، تو اگر اس میں کسی لفظ کے معنی ہمیں اپنے یا اسلامی نظریہ کے خلاف ملتے ہیں تو فوراً ہم کہتے ہیں کہ دیکھئے یہاں اس نے اسلام دشمنی اور تعصب سے کام لیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے ماحول ونظریہ کے مطابق لکھا ہے، کیونکہ اس کو آپ کے دین واسلام کی عظمت معلوم نہیں، جنت وجہنم کا تصور نہیں، آخرت کا یقین نہیں؛ لیکن اس سے انکار نہیں کہ مستشرقین کا مشن ہی اسلامی علوم کو حاصل کرکے اسلام پر کیچڑ اچھالنا اور اس میں سو شے نکال کے شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے۔

برادران وطن کا اپنا نظریہ

ہمارے ملک میں اسکول وکالجز میں یا حکومت کے اداروں میں یا برادران وطن کے کسی پروگرام میں ۲۶/جنوری یا ۱۵/اگست کو مجاہدین آزادی کے تذکرے ہوتے ہیں اور ملک کے آزاد کرنے والوں کو سلامی پیش کی جاتی ہے تو وہاں صرف غیر مسلم لیڈران ومجاہدین کا تذکرہ کیا جاتا ہے، لے دے کے ایک آدھ مسلمان کا نام بھی لے لیا جاتا ہے، جیسے مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ اور ایسے ہی جب نصابی کتابوں میں کوئی مضمون اس موضوع سے متعلق ہوتا ہے تو اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے مکاتب فکر کے اپنے نظریئے

اور جب ہمارے کسی دینی ادارے یا اسکولس میں یا عام مسلمانوں کے بیچ میں کوئی

پروگرام ہوتا ہے تو ہمارے مسلمانوں کے جتنے بھی مکاتب فکر ہیں، سبھی اپنے اپنے مکاتب فکر کے لوگوں کا بڑے پرجوش انداز میں تذکرہ کرتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ گویا کہ ہندوستان انہیں لوگوں نے آزاد کرایا ہے اور یہ بات بھی ضرور کہی جاتی ہے کہ برادران وطن نے ہماری تاریخ کو توڑ مروڑ دیا ہے، حالانکہ ہمارے فلاں فلاں اکابر نے آزادی کی جنگ لڑی ہے، انہوں نے تو کچھ کیا نہیں، ان کو تو ساتھ لگایا گیا ہے، اور برادران وطن کے ایک آدھ آدمی کا نام بمشکل تمام ہی لیا جاتا ہے، اپنے ہی ہم خیال اور اپنے ہی ہم عقیدہ سب لوگوں کا یا اکثر لوگوں کا نام لیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے ہر شہری پر آزادی کا بھوت سوار تھا

حالانکہ جب انصاف سے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں یا اس سلسلہ میں مختلف مکاتب فکر کے لوگوں سے ملتے ہیں اور ان سے تبادلہ خیال کیا جاتا ہے تو جہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے لوگ آزادی میں شامل تھے، اور ان کے ساتھ ہندو بھی تھے، سکھ بھی تھے، وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں جو کوششیں اکابرین کی طرف سے ہوئیں ان کے نتیجے میں ہندوستان کے ہر شہری پر- ان لوگوں کو مستثنی کرکے جو زرخرید اور انگریز کے غلام تھے- آزادی کا بھوت سوار تھا، چاہے وہ مسلمان تھا، چاہے سکھ یا ہندو، چاہے وہ مدرسہ کا طالب علم تھا یا اسکول وکالج اور یونیورسٹی کا، چاہے وہ دینی تعلیم حاصل کرنے والا تھا یا دنیوی، سبھوں پر آزادی کی دھن سوار تھی؛ بلکہ وہ ایک ہوا تھی جو ہر طرف چل رہی تھی اور ایک آگ تھی جو سب کے سینوں میں جل رہی تھی۔

ایک دوسروں کے تئیں تعصب

اس حقیقت کے تناظر میں برادران وطن کا دعوی کرنا کہ ہم ہی آزادی کے

علمبردار ہیں، یہ صحیح نہیں، اسی طرح مسلمانوں کا دعوی کرنا اور مسلمانوں میں بھی اپنے اپنے مکتب فکر کے لوگوں کے بارے میں یہ دعوی کرنا صحیح نہیں، یہ اور اس طرح کی باتیں آج سے نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے ہی چلی آرہی ہیں، اس میں تعصب کو ضرور دخل ہے، اور یہ ہر جانب سے ایک دوسرے کے تیئں - خدا کے پیغمبروں کو چھوڑ کر - دنیا کے اکثر انسانوں میں موجود ہے۔

آزادی کی پہلی مسلح جدوجہد کلکتہ میں ہوئی

جب ۱۰ رمئی ۲۰۰۷ء کو پارلیمنٹ کے سنٹر ہال میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کی یادگار تقریب منائی جارہی تھی، اس موقع پر صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور دوسرے سیاسی لیڈران نیز تعلیم یافتہ لوگ موجود تھے، جس میں نائب صدر جمہوریہ اور راجیہ سبھا کے چیرمین کی طرف سے یہ تأثر دیا جارہا تھا کہ پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہوئی اور اس کی ابتدا میرٹھ سے شروع ہوکر دہلی پر ختم ہوئی؛ لیکن ہمارے سامنے مولانا ولی رحمانی کا ایک مضمون آیا جس میں انہوں نے اس کو غلط قرار دیا، اور اس کے برخلاف حقیقت کو واشگاف کیا، اور کہا ہے کہ میرٹھ میں ۱۸۵۷ء کی جدوجہد، آزادی کی پہلی مسلح جدوجہد نہیں تھی؛ بلکہ پہلی مسلح جدوجہد کلکتہ میں ۱۷۵۴ء میں ہوئی۔

حقائق کو دبانے کی ایک مثال

ایک بزرگ نے ایک صاحب کا نکاح پڑھایا اور اس موقع پر ایک تقریر بھی کی جو بعض رسائل میں چھپی بھی، جس موقع پر اور جس حالت میں یہ خطاب یا تقریر ہوئی اس کے اعتبار سے یہ خطاب تاریخی اہم اور وقیع تھا، مگر ایک سیرت نگار نے جب ان بزرگ کی سیرت وسوانح لکھی تو اس واقعہ کا حاشیہ میں بغیر نام کے صرف ایک سطر

میں تذکرہ کیا ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے کسی تعصب سے کام لیا، بلکہ انہوں نے اس واقعہ کو جس انداز سے ذکر کیا تو شاید ان کے نزدیک یہ غیر اہم یا کم اہم تھا، مگر اس طرح سے تاریخ بگڑتی ہے اور حقائق دب جاتے ہیں اگرچہ بعض مرتبہ قلم کار کو خیال تک بھی نہیں رہتا۔

حقائق کو دبانے کی دوسری مثال

ایک مصنف کی ایک کتاب ایک صاحب نے چھپوانے کی حامی بھری، مصنف کا خیال تھا کہ حسب سابق اس کتاب کی پشت پر بھی مصنف کی دوسری کتابوں کی فہرست چھپ جائے مگر ان صاحب نے اس کو گوارہ نہیں کیا، بلکہ اس سلسلہ میں اپنے بعض مصالح پیش کر کے اس حقیقت کو دبانا چاہا، کہ اس مصنف کی اور بھی کتابیں ہیں۔

حقائق کو دبانے کی تیسری مثال

بعض علماء مدارس چند مہمانوں کے ساتھ ایک ادارے میں گئے تو صاحب ادارہ نے مہمانوں کا تو خوب اکرام کیا، ان کو تو سرآنکھوں پر بٹھایا، بیچارے علماء حضرات کو لایعبأ بہ سمجھ کر ان پر گھاس بھی نہیں ڈالا، مزید یہ کہ جب اپنے رسالے میں واردین اور صادرین کا تذکرہ کیا تو ان مہمانوں کا تو ذکر کیا؛ لیکن جو علماء ان مہمانوں کو وہاں لے کر گئے ان کا تذکرہ تک نہیں کیا، حالانکہ وہ علماء غیر اہم نہیں تھے، اداروں کے ذمہ دار تھے، اہل قلم اور صاحب تصانیف تھے، تاریخ جب لکھی جائے گی تو ان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخ کو توڑ مروڑ کو پیش نہیں کرنا چاہئے

مگر ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاریخ کو توڑنے موڑنے کا دوسروں کو

موردالزام ٹھہرانا صحیح نہیں، تاریخ کو ہم لوگ خود ہی مروڑتے ہیں، حقائق کو ہم لوگ چھپاتے ہیں، اور جس کا جہاں بس چلتا ہے، وہ دوسروں کے تئیں اپنی احتیاط کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے اور پھر ہم ہی خود اپنی مجلسوں میں اس کا ذکر کرتے ہیں کہ فلاں مؤرخ نے انصاف سے کام نہیں لیا، اس نے تعصب یا جانبدارانہ رویہ اختیار کیا، حقیقت یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے، گویا خود تو قلم جس طرف چاہے چلائے، مگر یہی کام اگر دوسرے نے کیا تو وہ متعصب اور جانبدار ٹھہرا، بھلا ایسی صورت میں تاریخ کیسے محفوظ رہ سکتی ہے، ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ تاریخ کا جو پارٹ ہمارے حصے میں ہے، ہم اس کو ضرور صحیح انداز پر مرتب کریں، تعصب واحتیاط کو ایک طرف رکھ کر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں، ورنہ تاریخ ظالم بھی ہے وہ آپ کو بھی بھلا سکتی ہے۔

مسلمانوں کے کرنے کے کام

عالمی امت عالمی پیمانے پر مجروح ومقہور ہے

آج کل مسلمان پوری دنیا کی نظر میں ایک عجیب قسم کی مخلوق سمجھے جارہے ہیں، دنیا کے ہر گوشے میں ان کو شکوک وشبہات کی نظر سے دیکھا جارہا ہے، گویا کہ عالمی امت عالمی پیمانے پر مجروح ومقہور اور مظلوم نظر آرہی ہے، دراصل اللہ تعالی نے جنت کو کانٹوں سے گھیر دیا ہے، اور جہنم کو پھولوں سے، تو جو صحیح الفکر مسلمان ہیں وہ دیکھنے میں کانٹوں کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اور اسی کی دعوت دیتے ہیں، اور حقیقت میں یہ سیدھا راستہ ہوتا ہے، تو دنیا کی چمک دمک اور یہاں کی چکاچوند کرنیوالی چیزوں کو دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ کانٹوں پر چلنے والے بیوقوف ہیں۔

اہل دنیا کی نظر میں غلط باتیں اچھی سمجھی جاتی ہیں

ان کی نظر میں عریانیت، بے حیائی، بے شرمی، بے پردگی، بے ایمانی، بے غیرتی، ظلم وزیادتی، دوسروں کی حق تلفی، بے راہ روی، کردار وگفتار کی آزادی، اللہ کے حکموں کی پامالی، حضور کی تعلیمات کا مذاق، شریف لوگوں کی چال کا استہزا، غرضیکہ وہ تمام چیزیں جن کا تعلق بے دینی سے ہے، یہ تمام باتیں ان کے نزدیک کمال، عزت اور ترقی کی سمجھی جاتی ہیں، دینی باتیں اور دینی شعائر کا احترام ان کے نزدیک قدامت پرستی، دقیانوسیت اور فرسودہ سوچ سمجھی جاتی ہے، اس لئے مسلمانوں کو

جذبات سے احتراز کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کا خیال کرتے ہوئے، وہ کام کرنے چاہئیں جن سے اللہ راضی ہو، اللہ کا رسول راضی ہو، اور وہ کام جو اسلام کے سو فی صد مطابق ہوں، اور احساس کہتری کو دل سے نکالنا چاہئے اور ظاہر میں جو کانٹوں کا راستہ ہے، اس پر چل کر منزل تک پہنچنا چاہئے، دنیا کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے، اس لئے یہاں وہ چند باتیں لکھی جاتی ہیں، جو مسلمانوں کو کرنی چاہئیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

مسلمانوں کو عقیدے میں پختگی کرنی چاہئے، یعنی اللہ کو خالق و مالک اور دنیا کے نظام کا چلانے والا مدبر سمجھنا چاہئے، اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری پیغمبر، آخری رسول ماننا چاہئے، اور اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ کے مطابق گزارنا چاہئے، اب اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ ہونے کا یا آسمان پے اڑنے کا اور سمندر میں تیرنے کا دعوی کرے، اور اس کی زندگی حضور کے قول وفعل سے ٹکراتی ہو تو وہ اپنی بات میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہے، وہ فریب کاری کر رہا ہے، یا اس کو خود دھوکہ ہو رہا ہے، فرائض کی پابندی کرے، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یہ اسلامی ارکان ہیں، ان کی ادائیگی کرے، اور اپنی زندگی کو ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی اسلامی بنائے، پھر اپنے اخلاق وکردار کا اچھا مظاہرہ کرے، لوگوں کے ساتھ معاملات میں اچھا رویہ اختیار کرے، اچھے اخلاق سے پیش آئے، بدکلامی نہ کرے، گالی گلوچ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، دغا نہ کرے، چوری نہ کرے، بدنگاہی نہ کرے، بدکرداری نہ کرے، دوسرے کی عزت و احترام کرے، تجارت اور لین دین میں دھوکہ نہ کرے، وعدہ کو وفا کرے، امانت میں

خیانت نہ کرے، فسق وفجور نہ کرے، بلکہ لوگوں سے طیب خاطر سے ملے، محبت سے پیش آئے، پاک باز رہے، گفتار وکردار کا غازی بنے، اپنے قول وفعل سے دوسروں کو متاثر کرے، تاکہ اچھا پیغام جائے، بدگمانی سے، غیبت سے، چغل خوری سے، بہتان سے، عیب جوئی سے احتراز کرے، یہ تمام وہ امور ہیں جن سے آدمی کو ہر وقت معاشرے میں واسطہ پڑتا ہے، اور جن کی اچھائی اور برائی کا اثر سماج پر پڑتا ہے، اس اعتبار سے وہ باتیں جن سے بچنا ضروری ہے اور وہ باتیں جن کا اختیار کرنا ضروری ہے، ان کو سمجھنا چاہئے، اور ایک اچھی اور مثالی زندگی گزارنا چاہئے۔

جن باتوں سے قوموں کی شناخت ہوتی ہے

کچھ امور ایسے ہیں جن کا اثر عالمی طور پر پڑتا ہے، اور کسی قوم کے اچھے برے ہونے کا فیصلہ لوگ ان سے کرتے ہیں، ایسے امور میں مثلاً ایک تو یہ بات ہے کہ یہ مسلمان متحد نہیں ہیں، نہ فکری اعتبار سے متحد ہیں نہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں ایک ہیں، جب کہ یہ شریعت میں عین مطلوب ہے، سب کی الگ الگ ٹولیاں ہیں، کسی نے کسی کو اپنا خدا سمجھا ہوا ہے، کسی نے کسی دوسرے کو اپنا ملجا وماوی بنایا ہوا ہے، اور کوئی کہیں پناہ لئے ہوئے ہے، اور کوئی کسی طاقت سے جڑا ہوا ہے، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ میرا مکان محفوظ، میرے بچے محفوظ، میرا خاندان محفوظ، اس لئے مجھے کیا پڑی ہے، کہ کسی سے لڑائی لوں، تو اس اعتبار سے بھی مسلمانوں کو سوچنا ہے، کہ ہم متحد ہو جائیں، کیونکہ ملت کفران کے خلاف متحد اور برسر پیکار ہے، اس لئے متحد ہونے کی تدابیر کی جائیں، اگرچہ دشمن نے تانے بانے کچھ اس طرح بن رکھے ہیں، اور مسلمانوں کو کچھ اس طرح "لُعُوبَةُ الْاَطْفَالِ" بچوں کا کھلونا بنا رکھا ہے کہ اتحاد کی بات ایک خواب وخیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، مگر مسلمانوں کو مایوسی

سے منع کیا گیا ہے، پھر مسلمانوں کو اپنے اخلاق وکردار سے دوسری قوموں پر اثر ڈالنا چاہئے ، اپنی ایمانداری کا، بزنس میں سچائی کا ، وعدہ وفائی کا، کردار ومعاملے کی صفائی کا وطیرہ اپنانا چاہئے کہ آدمی دور سے ہی دیکھ کر کہے کہ یہ مسلمان ہے، اس میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف مطلوب ومقصود ہے کہ مسلمان کو جتنا اللہ کا خوف ہوگا، جتنا وہ اللہ کا لحاظ کرے گا، تو اللہ تعالی اس کو علامت اورنشانی کے طور پر لوگوں کی نظروں میں چڑھادے گا، اور وہ دور سے ہی دیکھ کر کہیں گے، کہ دیکھئے آدمی ہوتو ایسا ہو، جیسا وہ فلاں مسلمان ہے:"یَاَیُّھَاالَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اِنۡ تَتَّقُوۡا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَکُمۡ فُرۡقَاناً" (۱) اے ایمان والو! اگر اللہ کا لحاظ کروگے تو اللہ تعالی تمہیں (بطور علامت) کے فرقان بنادے گا۔

ظلم اللہ کو پسند نہیں ہے

ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ سمجھے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے، کسی کا ناحق قتل نہ کرے، کسی کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالے، اللہ کی مخلوق پر کسی طرح کی زیادتی نہ کرے، اگر وہ حاکم ہے تو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرے ، اور ایک حاکم دوسرے حاکم کا لحاظ کرے، اس کی حکومت اور مال دولت کو ہڑپنے کی کوشش نہ کرے، اور ایک دوسرے کی رعایا اور اس کے ملک کو چھیننے کی کوشش نہ کرے، غیر مسلموں، ذمیوں پر بھی یہاں تک کہ قیدیوں پر بھی ظلم نہ کرے، البتہ جہاں اللہ کے حدود پامال ہورہے ہوں، وہاں اللہ کا جو حکم ہو اس کو ملحوظ رکھے، اور اللہ ورسول کی اطاعت کے بعد آپسی رسہ کشی، چپقلش، رنجش کو پنپنے نہ دیں، نہیں تو پھر مسلمان پھسل جائے گا، اور ہوائیں کھسک جائیں گی:"وَاَطِیۡعُوۡا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَاتَنَازَعُوۡا، فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ، وَاصۡبِرُوۡااِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیۡنَ" (۲)

(۱) سورۂ انفعال آیت ۲۹۔ (۲) سورہ انفعال آیت ۴۶۔

اورحق بات پر ڈٹا رہنا چاہئے ، اس لئے کہ اللہ کی مدد حق کیساتھ جمے رہنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے، غرضیکہ عالمی طور پر بھی ان کو ایک مثالی زندگی، مثالی حکومت، مثالی سفارت ، مثالی دعوت، اور مثالی پیغام پیش کرنا چاہئے اور دنیا میں جو بقلم خود امن کے ٹھیکیدار، انسانیت کے ٹھیکیدار، حقوق انسانی کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں، ان کو واگزار کرنا چاہئے کہ صحیح امن کہاں ہے، صحیح سکون کہاں ہے، انسانیت کی حفاظت کا سبق کہاں ہے، انسانی حقوق کی حفاظت کے صحیح گر کہاں ہیں، یہ سب دلائل سے اور علم سے عملاً پیش کرنے چاہئیں۔

مسلمان ایک سرکاری پیغام رساں کی حیثیت رکھتا ہے

دراصل یہ دنیا مجموعہ ہے شر اور خیر کا، اچھے اور برے کا، اور مسلمان اس میں ایک سفیر، ایک داعی اور پیغام رساں کی سرکاری حیثیت رکھتا ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، جس میں جب جب بھی مسلمانوں نے غفلت برتی ہے، اور اپنے فرضِ منصبی میں کوتاہی کی ہے، تو دنیا میں ، بداخلاقی کی، بدکرداری کی، ظلم وزیادتی کی سنامی لہریں آئی ہیں، جن سے صرف قوموں کو ہی نہیں بلکہ ملکوں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، تو مسلمان اپنے مقام ومرتبے کو پہنچانیں، اللہ نے ان پر کیا ذمہ داری عائد کی تھی، اس کو سمجھیں اور اپنے فرائض منصبی سے غفلت نہ برتیں، کہ مسلمانوں کی ذراسی غفلت بڑے فتنے کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، مسلمانوں کو اللہ تعالی نے خیر امت کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، اور لوگوں کے نفع رسانی کے لئے اور بھلائی کے لئے اور اللہ کی زمین پر امن وامان قائم کرنے کے لئے اور اللہ کے نام کا بول بالا کرنے کے لئے برپا کیا تھا، اور مسلمانوں کی اصل ذمہ داری یہ لگائی گئی تھی کہ تمام لوگوں کو، تمام قوموں کو اچھائیوں کی تعلیم دینی ہے، اور دنیا سے برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے، اور یہ

سب کام اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ کرنے ہیں، اللہ تعالی سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہونا ہے۔

مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ

مسلمانوں کے لئے یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے، اس پہلو پر بھی غور کریں کہ جب اللہ نے ان کو قائد بنایا تھا، سیادت کی صلاحیت ان میں رکھی تھی، اور دنیا کی ساری چمک دمک کا وجود ہی ان کے دم سے ہے، پھر کیا بات ہے کہ وہ عالمی پیغمبر کی عالمی امت ہو کر کیوں عالمی طور پر مظلوم ومقہور ہے، اس پہلو کی طرف بھی دھیان دینا ہے اور صرف دھیان ہی نہیں بلکہ مظلومیت کے اس کٹہرے سے نکلنے کے سجھاؤ کرنے ہیں اور عملاً اس کی کوشش کرنی ہے اور پوری انسانی برادری کو انسانیت کا، ہمدردی کا، غمگساری کا، بھائی چارگی کا پیغام دینا ہے، اور پیغام ہی نہیں بلکہ عملاً کر کے دکھانا ہے، اور یہ دیکھنا ہے کہ کہیں آسمانی تعلیمات وہدایات سے تو ہمارا رشتہ منقطع نہیں ہو گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں پر شامت آ رہی ہے۔

مسلمانوں کی عظمت رفتہ واپس آ سکتی ہے

اس تحریر کے تناظر میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اپنے تئیں، ملت کے تئیں اور پوری انسانی برادری کے تئیں ان کے کیا خیالات وجذبات اور کیا افکار ونظریات ہونے چاہئیں، اور کس طرح انسانیت کو انسانیت کا پیغام دینا چاہئے، اللہ تعالی مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلکہ بھولا ہوا سبق یاد دلا دے، اور پھر افق سے کوئی ایسی روشن صبح ان کے لئے منور کر دے، جس سے پوری انسانیت میں تازگی آ جائے، نورانیت آ جائے، اور بیداری آ جائے، جس سے وہ پیدا کرنے والے خالق سے مل جائے

اور سدا کی آگ سے بچ کر ہمیشہ ہمیش کی جنت میں جانے کا مستحق ہو جائے، اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ واپس آ جائے، اور ان کی حیثیت عرفی اور ان کا مقام ان کو مل جائے اور پوری زمین پر اللہ کے کلمہ کے گویا پیدا ہو جائیں اور پورے عالم میں قرآن وسنت کی ہوائیں چل جائیں، اور ہر طرف سے صدائے ''لا الہ الا اللہ'' آنے لگے، جس دن ایسا ہوگا، وہ بڑی کامیابی ہوگی، اور اللہ ہی ہر چیز قادر ہے۔

تیسرا باب

مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہو سکتی ہے

مسلمانوں کا ماضی

واقف اور باخبر حضرات جانتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں وقفہ وقفہ سے ایسے واقعات وحادثات پیش آتے رہے ہیں، جنھوں نے اسلام اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ان آزمائشوں اور ابتلاءات کا دور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد ہی شروع ہو گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، پھر اس کے بعد مستقل اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہے، مگر ملت اسلامیہ کے جاں باز سپاہی اور حق پر اپنی جان نچھاور کر دینے والے افراد ہر باطل طاقت کی سرکوبی کرتے ہوئے کامیابی کی منزل کی طرف بڑھتے رہے، ایک زمانہ تھا کہ ملت اسلامیہ کے بہی خواہ ایک اجتماعی نظام کے ذریعے ہر اسلام مخالف واسلام دشمن تحریک وسازش کو اچھی طرح سمجھتے اور اس کو ختم کرنے یا دبانے میں کامیاب ہو جاتے تھے، اس میں اگرچہ ان کے صرف اجتماعی نظام ہی کا دخل نہیں تھا؛ بلکہ ان کا تعلق مع اللہ، رضائے الٰہی، نیک نیتی، دینی حمیت وغیرت، آپسی اخوت ومحبت، باہمی تعلق وغمگساری، ایک دوسرے کے جذبات کی قدر دانی، ایک امیر کے تحت، ایک جھنڈے کے نیچے چلنے کی روش اور ان کی ہمت وجوانمردی یہ سب ایسی خصوصیات تھیں، جن کی بنا پر انہیں بہت سے اہم مسائل کے حل کرنے میں، بہت سے ظالم وجابر حکمرانوں سے ٹکر لینے میں یا کم سے کم ان تک حق کا پیغام

پہونچانے میں بہت ہی آسانی ومدد ملتی تھی اوراس طرح وہ جلدی سے صالح انقلاب برپا کردیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کی حکومت اوران کی خصوصیات

مسلمانوں نے دنیا کے علوم وفنون پر، دنیا کی تعمیر وترقی پر، دنیا کے نظام سلطنت پر اور دنیا کے انسانوں پر ایک زمانہ تک حکومت کی ،ان کی یہ حکومت علمی ، روحانی اور حقیقی حکومت تھی ،اہل دنیا نے ان کو تسلیم کیا تھا، وہ روحانیت میں بھی دنیا کے امام تھے،طبی وسائنسی میدان میں بھی دنیا کے قائد تھے، جغرافیہ وفلسفہ میں بھی یکتا تھے، دنیا کا نظام ان کے اشاروں پر چلتا تھا، ان کی ایک آواز پر حکومتیں زیروزبر ہوجاتی تھیں، حقیقت میں وہ صالح اوردلوں پر حاکم تھے، وہ صحابہ کرام کے طریقے پر تھے، جن کے متعلق خود حق جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا: ”اَلَّذِیْنَ إنْ مَکَّنَّاھُمْ فِی الأرْضِ أَقَامُوْا الصَّلاَۃَ وَآتَوُوا الزَّکَاۃَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَھَوا عَنِ الْمُنکَرِ“ (۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم دنیا میں سلطنت وحکومت دیدیں ، دنیا کا نظام ان کے سپرد کردیں ،تو یہ لوگ نمازوں کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اوراچھائیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے لوگوں کو منع کریں“ جب تک مسلمان اس کے مطابق چلتے رہے، دنیا میں ان کا سکہ رائج الوقت رہا۔

موجودہ دور میں اجتماعیت ایک خواب

آج کے ماحول میں تو اجتماعیت کی بات ایک خواب معلوم ہوتی ہے،اجتماعی کام وجود میں آنے سے پہلے انتشار کا شکار ہوجاتا ہے، کیونکہ ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ

(۱) سورۂ حج آیت ۴۱

63

جو بھی خیر کا ،فلاح کا ، بھلائی کا کام ہو تو اس کا سہرہ اس کے سر بندھے ، وہ اس کا صدر یا سرپرست بنے ، یا اس کے ادارے یا اس کی انجمن کے تحت ہو، یا کم ازکم اس کے شیخ ،اس کے بزرگ کے تحت ہو، یا اس کو اس کا ممبر یا رکن بنایا جائے ، یا اس کی رائے لی جائے ، یا اس کی بات اوراس کا مشورہ تسلیم کیا جائے ، اگر یہ سب باتیں ہوں ،تو وہ اجتماعی ،فلاحی کام درست ہے، ورنہ وہ فساد ہے، فتنہ ہے، خطرہ ہے۔

مسلمانوں میں گروہ بندی

مسلمانوں میں گروہ بندی ، تعصب ومنافرت ایک دوسرے کے کام سے حسد وبغض، ایک دوسرے کی ترقی سے گھٹن وتکلیف جیسے امراض جذام کی طرح بڑھ رہے ہیں، یہ بات عام مسلمانوں کی نہیں ؛ بلکہ مسلمانوں کے طبقہ خاص کی ہے ”کُلُّ حِزْبٍ بِمَالَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ“ کی ہر طرف صدائے بازگشت ہے ”مَاأنَا عَلَیْهِ فَھُوَدِیْنٌ“ کا ہر طرف نعرہ ہے ، ہماری ڈگر سے ، ہمارے پیمانے سے، ہمارے جھنڈے سے جو باہر ہے وہ ضال ہے، مضل ہے،اس کا ایمان خطرے میں ہے،اس کی آخرت خطرے میں حتی کی اس کی دنیا اس کا کاروبار خطرے میں ہے۔ العیاذ باللہ

اپنے زمانے کے سب سے بڑے جنرل کی فوج کی کمانڈری سے معزولی اوران کا کردار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو سیف اللہ کے لقب سے ملقب، حضور کے پیارے صحابی، حضور پر جاں نثار کرنے والے، اسلام کے جاں باز سپاہی وفاتح ، اپنے زمانے کے سب سے بڑے جنرل، جو عراق وشام میں طاقتور غنیموں کو شکست فاش دے چکے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آتا ہے، مؤرخین کا بیان

ہے کہ حضرت عمر نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ پہلا جو حکم دیا، وہ خالد کی فوج کی کمانڈری سے معزولی تھی، یہ اسلام کا زبردست فاتح وجاں باز پہلوان جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے، جو ابھی تک کسی جنگ میں، کسی معرکہ میں شکست نہیں کھایا تھا، بڑی بڑی طاقتیں جس کی تلوار کے سامنے ریزہ ریزہ ہو جاتی تھیں، بڑی بڑی چٹانیں جس کی طاقت کے سامنے رک نہیں سکتی تھیں، آج حضرت عمر کے عہدہ سے برطرف کرنے پر ذرا بھی پیشانی میں بل نہیں لاتا، اسلام کا فاتح وکمانڈر آج امیر کے سامنے ایک عام سپاہی کی طرح حکم بجالانے کے لیے تیار ہے، قربان جائیے اس سیف اللہ پر، قربان جائیے اس پاک روح پر، قربان جائیے اس مثالی کمانڈر پر، جو قیامت تک پوری امت کے لیے، امت کے نوجوانوں کے لیے، امت کے سپاہیوں کے لیے، امت کے داعیوں کے لیے، امت کے معلموں، مصلحوں، استاذوں اور خیر خواہوں کے لیے ایک نمونہ وآئیڈیل بن گیا۔

موجودہ زمانہ کے اہل مناصب اور ان کا کردار

حضرت خالد سیف اللہ پر جو جرم عائد کیا جاتا ہے، اس سے بھی وہ اپنے تئیں بے قصور سمجھتے ہیں اور اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ سزا بلا وجہ مل رہی ہے، مگر اس کے باوجود فوج میں بغاوت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، خلیفہ کی اطاعت سے انکار نہیں کرتے، اپنی کوئی پارٹی الگ نہیں قائم کرتے، امت کے بندھے ہوئے شیرازہ میں کوئی تفریق نہیں پیدا کرتے، اپنی توہین پر کوئی صدائے احتجاج (پروٹسٹ) نہیں کرتے، بلکہ صبر وسکون، تسلیم ورضا کے ساتھ جمہوریہ اسلام کے صدر کے احکام کے سامنے اپنی گردن ڈال دیتے ہیں، ہم بھی اسلام ہی کے نام لیوا ہیں، پر آج ہم میں سے کسی میں بھی خالد بن ولید کی یہ روح موجود ہے؟ حضرت خالد

کا یہ عمل ان لوگوں کے لئے عبرت آموز ہے، جو کسی ادارے، کسی انجمن، کسی مسجد ومدرسے یا کسی رفاہی وخیراتی ادارے یا کسی عہدے ومنصب سے الگ ہوتے ہیں، یا ان کی کسی خطا پر ان کو الگ کیا جاتا ہے، مگر اس میں الگ کرنیوالے کی بھی خالص وہی نیت، وہی جذبہ، وہی سچائی اور وہی اخلاص ہو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تھا، پھر الگ ہونے والے کو اپنے کردار کا وہی مظاہرہ کرنا چاہئے جو ایک صحابی رسول، فاتح اسلام نے کیا تھا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہر حاکم محکوم پر، ہر استاذ، شاگرد پر، ہر باپ بیٹے پر اور ہر بڑا چھوٹے پر شفقت کا معاملہ کرے اور ہر چھوٹا بڑے کا اکرام کرے، ہر بیٹا باپ کی قدر کرے، ہر شاگرد استاذ کی عظمت کو پہچانے اور ہر تابع ومحکوم اپنے حاکم کی عزت ووقعت کو ذہن میں رکھے، تو دنیا کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

اگر سارے مسلمان مخلص بن جائیں تو......

مسلمانوں کی عظمت رفتہ، ان کا کھویا ہوا وقار بحال ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے اسلاف کے نقشہ قدم پر چلیں، اسلاف امت اور اکابر امت کی تاریخ کا مطالعہ کریں، ان کے حالات سے واقفیت حاصل کریں اور عمل کا جذبہ کارفرما ہو، ہر آدمی زبان کی بجائے دل سے مخلص وسچا بن جائے، بلکہ صرف اپنے آپ کو بھی درست کر لے، اپنے قول وعمل میں تضاد کو جگہ نہ دے تو بھی اس کے اثرات دوررس ثابت ہوں گے، انشاء اللہ، ابھی مسلمانوں کے حالات مشرکین مکہ سے زیادہ خراب نہیں ہوئے ہیں، اس لیے مایوسی کی ضرورت نہیں، یقین محکم، عمل پیہم اور جہد مسلسل کی کوشش ہونی چاہئے:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مسلمانو! برادارن وطن سے اسلام کا تعارف کراؤ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان جیسا عظیم جمہوری ملک جہاں پر ہندو مسلمان ہزاروں سال سے ایک ساتھ رہ رہے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں، ایک دوسرے کی خوشی غمی میں، ایک دوسرے کے مرنے جینے میں ہمیشہ شریک رہے ہیں، آج کل اس پیارے ملک میں کچھ زہر آلود عناصر نے ایک منظّم اسکیم اور سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندو مسلم کے درمیان ایک بڑی دراڑ پیدا کر دی ہے، ایک دوسرے کے درمیان میں غلط فہمیوں کی ایک زبردست دیوار حائل کر دی ہے، جس کے نتیجے میں پچاس ساٹھ سال سے ایک ساتھ رہنے والے، ایک محلّہ میں رہنے والے، ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن گئے، ایک دوسرے کے مذہب سے اجنبی بن گئے، حالانکہ اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ کوئی مذہب تشدد کا داعی نہیں، کوئی مذہب نفرت کا داعی نہیں، کوئی مذہب عدم رواداری کا داعی نہیں، حتی کہ کوئی مذہب آپس میں دشمنی اور بیر رکھنے کو جائز نہیں ٹھہراتا؛ لیکن ہندوستان میں ہندو مسلم نفرتوں کے مہیب سائے دن بدن گہرے ہوتے جا رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں ہو رہا ہے، ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر اس طرح مزے لے رہے ہیں کہ ہمارے کانوں تک آنیوالی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے، مذہب کے نام پر نفرت کو بڑھاوا دینا یہ ان برادران وطن کا دن رات کا مشغلہ ہے، جنہیں مذہب کے نام سے بھی واقفیت نہیں، اور نہ ہی مذہب ان کی زندگی میں ہے، جبکہ کسی بھی مذہب

میں نفرت کو فروغ دینا اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان بھائی چارگی کو ختم کر کے دشمنی پیدا کرنا درست نہیں قرار دیا گیا: ع

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

ایک طبقہ کی طرف سے مسلم مخالفت کی کوشش

مگر عملاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ نفرتوں کا بیج اس قدر برگ وبار لانے لگا ہے، کہ ہندوستان کے بھائی چارے والے معاشرے میں، جیو اور جینے دو والے ماحول میں بے چینی وبے اطمینانی کا سماں ہے، ایک طبقے کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ذہن سازی کی جا رہی ہے، ایک ویڈیو ابھی سامنے آیا ہے، اس میں برادران وطن کی نسل نو کو تربیت دی جا رہی ہے، جس میں مسلمانوں کے خلاف ان کی ذہن سازی کی جا رہی ہے اور مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھارے جا رہے ہیں، ایک انٹرویو میں ایک لڑکی کہتی ہے کہ ”مسلمان ہندو لڑکی سے شادی کر لیتا ہے، اس سے بچے پیدا کرتا ہے، پھر اس کو عرب ملکوں میں بیچ دیتا ہے، یا بے یارومددگار چھوڑ دیتا ہے اور اس کو ٹارچر کرتا ہے“ اسی طرح ایک اسکول میں بندوق سے نشانہ بازی سکھاتے ہوئے ایک ہندو کہتا ہے کہ ”تصور کرو جس کو نشانہ مارنا ہے یعنی مسلمان کو، کہ ہمیں صرف ہندوستان میں ہندو وادی چاہئے، جو ملک کا سمّان کرے، یعنی اس کے علاوہ جو ہو اس کو گولی کا نشانہ بناؤ“ پھر وہ کہتا ہے کہ ”جہاں یہ مسلمان ہیں یا جہاں ان کی تعداد زیادہ ہے، انہوں نے وہاں دوسرے مذہب والوں کو رہنے نہیں دیا، افغانستان دیکھ لیجئے، لبنان دیکھ لیجئے، سیریا کو دیکھ لیجئے، اسی طرح ہمیں کرنا ہے، اور ہمیں اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے، تاکہ آنے والے وقت میں ہم مسلمانوں سے لڑ سکیں“ ایک ہندو عورتوں کے درمیان تقریر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ”اسلام مذہب

میں یہ ہے کہ اگر جانور کھانے کو نہ ملے، روٹی سبزی نہ ملے، تو عورت کو کاٹ کر کھا سکتے ہیں، جو ہندو دھرم میں نہیں، تو کیا اب بھی کسی مسلمان سے شادی کروگی؟ وہ کہتی ہیں نہیں‘‘ اسی طریقے سے نئی نسل کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت بھری جارہی ہے، اوران کو بتلایا جارہا ہے کہ ’’مدرسوں میں دہشت گردی ہوتی ہے، ان کے گیٹ کے سامنے سے بھی نہ گزرنا، ورنہ گولی ماردیں گے‘‘ مسجدوں کے سلسلہ میں ہندوؤں میں یہ بات پیدا کی جارہی ہے کہ ’’جب یہ مسلمان مسجد بناتے ہیں تو جب تک مسجد کی بنیاد میں گائے کا خون نہیں ڈالتے تب تک پوتر (پاک) نہیں ہوتی‘‘ وہ ہم سے اس قدر ناواقف ہیں کہ بعض مرتبہ ہندو سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگ اذان میں جو ’’اللہ اکبر‘‘ کہتے ہیں، کیا یہ ’’اکبر بادشاہ‘‘ کا نام لیتے ہیں، غرضیکہ یہ اوراس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو ہندوؤں کی نئی نسل کے ذہن میں بٹھائی جارہی ہیں۔

عالمی طور پر مسلمانوں کو بدنام کرنیکی کوشش

عالمی طور پر مسلمانوں کو بدنام کرنیکی، ان کے خلاف سازشیں رچنے کی جو کوششیں ہورہی ہیں وہ الگ ہیں، کہیں بھی کوئی ناگہانی واقعہ پیش آتا ہے، اس کو مسلمانوں کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے، چاہے ۱۱؍ستمبر والا واقعہ ہو، یا پشاور میں اسکول کا واقعہ ہو، یا فرانس میں دھماکے ہوں، اور کمال یہ ہے کہ جن کو ملزم سمجھ کر گرفتار کیا جاتا ہے یا جو خودکش دھماکے میں مرتے ہیں، ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں، عبداللہ، عبدالرحمٰن، شکیل اور جمیل وغیرہ جیسے نام ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے جسم کے اوپر بنی تصویریں اور بنے ٹیٹو Tatto بتلاتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں، خبروں میں ٹی وی پر یہ تصویریں نظر آتی ہیں، ہر دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں، مگر ایسی دھاندھلی کی جاتی ہے، اس انداز سے خبروں کو نشر کیا جاتا ہے کہ اس کے جسم پر غیر اسلامی تصویریں

دیکھ کر بھی ان خودکشوں کو مسلمان باور کرایا جاتا ہے، اور مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ سچی بات ہے کہ نہ وہ مسلمان، نہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق، اگر نام بھی ان کا مسلمانوں جیسا ہے تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر وہ آدمی جس کا نام مسلمان جیسا ہے، وہ حقیقت میں مسلمان نہیں۔

اسلامی اصول

یہ بات اسلامی اصول اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی واضح ہے کہ دہشت گرد، یا انسانیت پر ظلم کرنیوالا، یا کسی بھی جاندار پر ظلم کرنیوالا مسلمان نہیں، اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ: ’’لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا‘‘ (۱) کہ چھوٹے پر شفقت نہ کرے، بڑے کا احترام نہ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چہ جائیکہ کسی پر ناحق ظلم کرے، کسی معصوم کی جان لے، قرآن کا تو اصول یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے کسی دوسرے انسان کو بغیر قصاص یا زمین پر فساد پھیلائے بغیر قتل کردیا، تو گویا کہ اس نے پوری نسل انسانی کو قتل کردیا: ’’مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ فَکَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً‘‘ (۲) تو جس دھرم اور مذہب کے یہ اصول ہوں اس کا پیروکار کیسے ایسی دہشت گردانہ کارروائی میں حصہ لے سکتا ہے، یہ سب دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے، تاکہ عالمی طور پر مسلمانوں کی شبیہ خراب ہو، اور یہ بدنام ہوں۔

غیر مسلموں سے اسلام کا تعارف کرانا ضروری

ان تمام واقعات کی روشنی میں اور موجودہ صورت حال کے تناظر میں مسلمانوں کا کیا فریضہ بنتا ہے، راقم یہی سمجھتا ہے کہ اس معاملے میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے،

(۱) جامع صحیح حدیث نمبر ۵۴۴۵۔ (۲) سورۂ مائدہ آیت ۳۲۔

چاہے وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو، کہ وہ اسلام کے بارے میں تمام برادران وطن ہندو بھائیوں کو بتلائے کہ اسلام کیا ہے؟ اس کی تعلیمات کیا ہے؟ امن وامان اور بھائی چارہ کے سلسلہ میں اور آپسی اخوت ومحبت کے سلسلہ میں اسلام کا کیا پیغام ہے، اور بتلائے کہ رواداری، محبت وبھائی چارہ اور انسانی ہمدردی وغمگساری کی تعلیم وہدایت اسلام سے زیادہ کہیں نہیں ہے، یہ بات بڑی محبت اور ہمدردی سے ہر مسلمان برادران وطن کو بتلائے، چاہے وہ مسلماں کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو، اس کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنی معلومات کی حدتک اسلام کے بارے میں، مسلمانوں کے بارے میں، اپنے ہندو بھائیوں کو بتلائے، اس لئے کہ مسلمانوں کے خلاف ایسی فضا تیار ہورہی ہے کہ مسلمانوں کا یہاں رہنا بھاری ہو جائے گا، اور پڑوس والے ہی مسلمانوں کو ذبح کریں گے، اس لئے بتانا اور صورت حال سے واقف کرانا ضروری ہے، بیدار ہونے کی ضرورت ہے، خواب غفلت سے اٹھنے کی ضرورت ہے، ورنہ نہ یہ خانقاہیں رہیں گی، نہ یہ مدرسے رہیں گے، نہ آپ کے مکان ودکان رہیں گے، یہ نہ سمجھو کہ ہم محفوظ ہیں، ہمارے مکان، ہمارے قلعے محفوظ ہیں، ہمیں کون چھیڑ سکتا ہے، یہ خام خیالی ہے، اس فکر کو اور سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

سب کو فکر کرنے کی ضرورت ہے

عالمی پیمانے پر بھی آپ کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں اور ملک کے اندر بھی، اگر اپنے کو اور اپنی نسل کو اس ملک میں باقی رکھنا ہے، تو برادران وطن کو اپنے بارے میں بتلائیے، اپنے مذہب کے بارے میں بتلائیے، سب کو فکر کرنے کی ضرورت ہے، کسی ایک جماعت یا کسی ایک انجمن، جمعیت یا ادارے سے کچھ نہیں ہوتا، سب کو بیدار ہو کر برادران وطن ہندو بھائیوں کے قریب ہونے کی ضرورت ہے، اور ان کو

اس سیاست سے آگاہ کرنیکی ضرورت ہے، جو ہندوؤں کو مسلمانوں سے بدظن کرنے کے لئے چلائی جارہی ہے، پیام انسانیت، انسانی ہمدردی، مذہبی رواداری، عدم تشدد کے سلسلہ میں مخلصانہ کارروائی کی ضرورت ہے۔

اسلام امن وآشتی والا مذہب ہے

اگر مسلمانوں نے اسلام کا آفاقی پیغام، اسلام کا تعارف، اسلام کی تعلیمات غیر مسلموں تک نہ پہنچائیں اور مسلمانوں کے بارے میں ان کو متعارف نہ کرایا تو وہ آپ کو اپنا دشمن سمجھیں گے، اور ظاہر ہے جس کو آدمی دشمن سمجھتا ہے اس کو ختم کرنیکی اور اس کو جلاوطن کرنیکی کوشش کرتا ہے، تو آپکے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں، آپ کو ہندوؤں کا دشمن بتایا جارہا ہے، اس لئے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہندو بھائیوں کو بتلائے کہ مسلمان ہندو کا دشمن نہیں، وہ کسی بھی انسان کا دشمن نہیں، وہ تو پریمی ہے، امن وآشتی کا پیامبر ہے، محبّ وطن ہے، وطن اور ملک کیلئے مرمٹنے کیلئے تیار ہے، ان کے خمیر میں الفت ومحبت کی وہ داستانیں ہیں، جنہیں دیکھ کر رام پرساد بسمل نے کہا تھا کہ "ہم انگریزوں کو ملک سے اس وقت تک نہیں نکال سکتے جب تک کہ مسجد ومدرسہ کے درویش ہمارا ساتھ نہیں دیں گے"۔

مجاہدین آزادی کے حالات سے بھی واقف کرائیں

اس لئے ضروری ہے کہ مسلم مجاہدین آزادی کے حالات بھی اپنے وطنی بھائیوں سے بیان کرو، اور مذہب اسلام کی حقانیت بھی ان کے سامنے پیش کرو، تو ممکن ہے کہ وہ تمہاری باتوں پر توجہ دیں، اگر ایسا کیا گیا تو مستقبل سنہرا ہو سکتا ہے، ورنہ سیاہ اور مایوس کن معلوم ہو رہا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

ہر شخص اپنے اردگرد میں اسلام کا تعارف کرائے

جن حضرات تک یہ تحریر پہنچے تو وہ اپنے اوپر لازم سمجھ لیں کہ اپنے اردگرد کے پانچ یا دس یا جتنے بھی ہندو بھائیوں کو ممکن ہو سکے اسلام کا تعارف کرائیں، اسلام کی خوبیاں اور اسلام کے محاسن بیان کریں، اور انسانی ہمدردی، غمگساری، اخوت ومحبت اور رواداری کے سلسلہ میں جو قرآنی آیات یا حدیثیں ہیں، ان کا آسان زبان میں ترجمہ کر کے بتلائیں اور سمجھائیں، بلکہ کوشش کریں کہ پیام انسانیت کے جلسے منعقد کریں، جن میں زیادہ سے زیادہ ہندوؤں کو دعوت دی جائے، اور ان کو انسانی بنیادوں پر کام کرنے کی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی دعوت دی جائے، شاید اللہ تعالی سمجھ کی اور ان کے ذہن کو بدلنے کی کوئی راہ پیدا کر دے:

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مسلمان کسی مذہب کی توہین نہیں کرتا

آج کل مسلمانوں کے خلاف سازشیں

آج کل مختلف مذاہب کے لوگ مسلمانوں کے خلاف مختلف انداز سے شور وغل کرتے رہتے ہیں، کوئی اسلام کے خلاف زبان کھولتا ہے، کوئی اللہ کی کتاب قرآن مجید کی توہین کرتا ہے، کوئی اللہ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، کبھی اسلامی قوانین پر تیشہ زنی کی جاتی ہے، کبھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کا مسئلہ سامنے آتا ہے، غرضیکہ مسلمانوں کی دلآزاری کی جتنی بھی شکلیں ہیں وہ اختیار کی جاتی ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں کو برانگیختہ کرنا، ملک میں بدامنی کا ماحول قائم کرنا اور مسلمانوں کو ہراساں کرنا ہوتا ہے، تاکہ مسلمان ترقی نہ کر سکیں، آگے نہ بڑھ سکیں، اپنی پوری طاقت وقوت اپنے دفاع میں خرچ کر دیں، چین سے آرام سے بیٹھ کر کھا کما نہ سکیں۔

ساری قوموں نے مسلمانوں کو نشانہ بنایا

یہودی بھی مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے پیغمبر کو نشانہ بناتے ہیں، عیسائی بھی مسلمانوں اور مسلمانوں کے پیغمبر پر حملہ کرتے ہیں، برادران وطن بھی مسلمانوں اور مسلمانوں کے پیغمبر کی توہین کرتے ہیں، ہر ایک مسلمانوں پر، مسلمانوں کی مقدس کتاب پر، مسلمانوں کے عظیم پیغمبر پر کیچڑ اچھالتا ہے۔

ایک بڑی بھول

سب سے پہلی بھول تو ان سب کی یہی ہے کہ وہ اللہ کو مسلمانوں کا خدا، اسلام کو مسلمانوں کا مذہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا پیغمبر اور قرآن کریم کو مسلمانوں کی کتاب سمجھتے ہیں، یہ جھوٹ اور غلط فہمی ہے۔

اسلام ساری دنیا کے لوگوں کا مذہب ہے

سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالی سب کا خالق، سب کا خدا ہے، اسلام تمام روئے زمین پر بسنے والی انسانیت کا مذہب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کیلئے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے رسول وپیغمبر ہیں، اور قرآن کریم تمام روئے زمین پر بسنے والوں کی کتاب ہے، یہ تمام چیزیں صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ زمین پر بسنے والے ہر انسان کی ہیں۔

نئ حکومت پچھلی حکومت کے قانون کو بدل دیتی ہے

اس بات کو سب مانتے ہیں کہ جب کوئی نئ حکومت آتی ہے، تو وہ پچھلی حکومت کے قانون کو یکسر بدل دیتی ہے، پچھلی حکومت کے احکامات ناقابل عمل قرار دیدئے جاتے ہیں، نئ حکومت، نئے قانون بناتی ہے، عوام نئ حکومت کے قانون کو مانتی ہے، اس کا احترام کرتی ہے، اگر کوئی نئ حکومت کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو قانون اپنا کام کرتا ہے، اس آدمی کو گرفتار کیا جاتا ہے، اور جو سزا طے ہے، وہ اس کو دی جاتی ہے، بالکل یہی صورتحال اس مسئلہ میں بھی ہے کہ اللہ تعالی نے جو نبی بھیجے، جس زمانے میں اور جس علاقے میں جو نبی آیا، وہاں کے لوگوں

پر اس نبی کی اطاعت اور اس کی کتاب پر ایمان لانا اور اس کے لائے ہوئے قانون کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔

اسلام سے پہلے تمام ادیان کے قانون منسوخ

چنانچہ اسلام سے پہلے جتنے بھی پیغمبر اور نبی آئے اور جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں، تمام پیغمبروں اور ان کی کتابوں کی تعلیمات وہدایات اور قانون ناقابل عمل ہیں، اللہ تعالی نے مذہب اسلام کے ذریعہ گزشتہ تمام پیغمبروں کی تمام کتابوں کو منسوخ کردیا، اب قیامت تک کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کیلئے نبی برحق ہیں، عرب کیلئے بھی، عجم کے لئے بھی، ہندوستان کیلئے بھی، ایشیاء، یورپ، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ اور تمام براعظموں بلکہ پوری انسانیت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے، پچھلی تمام کتابوں کو منسوخ کردیا گیا ہے، اب قیامت تک کیلئے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم کے قانون پر عمل کرنا ہوگا، اگر قرآن کے علاوہ کوئی دوسری کتابوں پر عمل کرے گا، تو وہ قابل قبول نہ ہوگا، اور اللہ کے یہاں سزا کا مستحق ہوگا۔

گزشتہ تمام انبیاء وکتب سماویہ کا احترام ضروری ہے

مگر اس کے باوجود کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے گزشتہ تمام پیغمبروں کی تمام کتابیں منسوخ کردیں، اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ گزشتہ تمام پیغمبروں پر ایمان نہ لائے، گزشتہ تمام پیغمبروں کی کتابوں پر ایمان نہ لائے اور ان کو برحق نہ سمجھے، اس لئے کسی نے بھی

نہیں سنا ہوگا، کہ کسی مسلمان نے حضرت موسی علیہ السلام کی توہین کی، یا حضرت موسی کی کتاب توریت کی توہین کی، کسی نے نہیں سنا ہوگا، کہ کسی مسلمان نے حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین کی، یا حضرت عیسی علیہ السلام کی کتاب انجیل کی توہین کی، کسی نے نہیں سنا ہوگا، کہ کسی مسلمان نے رام چندر جی کی اور کرشن جی کی توہین کی ہو یا کسی مسلمان نے برادران وطن کی مذہبی کتابوں ویدوں وغیرہ کی توہین کی ہو، حالانکہ جس طرح توریت وانجیل کا اور حضرت موسی وحضرت عیسی علیہما السلام کا تو مستقل قرآن کریم میں ذکر ہے کہ وہ اللہ کے نبیوں میں ہیں، اور نبیوں پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

رام چندر اور کرشن جی عظیم شخصیات تھے

مگر رام چندر جی اور کرشن جی کے متعلق ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ہم ان کو اللہ کے پیغمبر سمجھیں، یا ویدوں کو اللہ کی کتابیں سمجھیں، اس لئے ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب کرتے ہیں، مگر توہین بھی نہیں کرتے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ رام چندر جی بھی کسی زمانہ میں نبی رہے ہوں، اور شری کرشن جی بھی کسی دور میں نبی رہے ہوں، اگرچہ اس پر کوئی دلیل نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ وہ عظیم شخصیات تھے، اس لئے کوئی مسلمان کسی کے مذہب کی کسی شخصیت کی، کسی مذہب کی کسی کتاب کی توہین نہیں کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیم

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کی عزت کرو، تمہیں عزت مفت ملے گی، زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا، جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالی اس پر رحم نہیں کرتا، جو بڑوں کا احترام نہیں کرتا، چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، اس کا اسلام سے کوئی

تعلق نہیں، اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں، ان کو گالی مت دو، کیونکہ وہ بدلے میں اللہ کو انجانے میں گالی دیں گے، اگر کوئی کسی انسان کو بغیر قصاص کے یا بغیر زمین پر فساد پھیلائے قتل کرتا ہے، تو گویا کہ وہ پوری نسل انسانی کا قاتل ہے۔

اسلام بے راہ روی کی تعلیم نہیں دیتا

جس مذہب کی بنیاد ان انسانی اصولوں پر ہو وہ کیسے ظالم ہوسکتا ہے، وہ کیسے دہشت گرد ہوسکتا ہے، وہ کیسے کسی کی جان لے سکتا ہے، جس میں جانوروں تک کے لئے رحم کرنے کا حکم دیا گیا ہو، وہ انسانوں پر کیسے ظلم کرسکتا ہے، مگر اب ایسا دور ہے کہ دنیا میں ہر طرف مسلمانوں ہی کو نشانہ بنایا جارہا ہے، مسلمان جس مذہب کے پیروں ہیں، وہ اسلام ہے اور اسلام کا مطلب ہے امن والا، تو جس کے نام ہی میں امن ہو، وہ نقض امن کا کیسے حکم کرسکتا ہے، وہ سراپا امن وشانتی اور سلامتی کا پیامبر ہے، وہ تو دنیا سے بت پرستی کو ختم کرنا چاہتا ہے، دنیا سے ظلم کو ختم کرنا چاہتا ہے، اللہ کا قانون نافذ کرنا چاہتا ہے، درندگی، حیوانیت اور بربریت کو نیست ونابود کرنا چاہتا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں امن وسلامتی چاہتا ہے، وہ کیسے بے راہ روی کی تعلیم دے سکتا ہے، مگر یہود ونصاری نے اور برادران وطن نے ہر ظلم کو، ہر دہشت گردی کو ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں

جب کہ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اسلام صرف مسلمانوں ہی کا مذہب نہیں بلکہ یہ یہودیوں کا بھی ہے، عیسائیوں کا بھی ہے، برادران وطن ہندوؤں کا بھی ہے، اور باقی دنیا کے تمام دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کا بھی اصل مذہب یہی ہے، چونکہ

قیامت تک کیلئے یہی دین ہے، اب جو بھی اس کو مان لے گا، وہ کامیاب ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، جو اس کے علاوہ دین کو اختیار کریگا، اللہ کے یہاں وہ قابل قبول نہیں ہوگا، اور آخرت میں بڑا خسارہ رہے گا، اس لئے اللہ تعالی نے صاف اعلان کردیا: "وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَالْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَفِی الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ" (۱) اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے، اب اسلام کے علاوہ اگر کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا، اور آخرت میں بڑا خسارہ ہوگا۔

یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائیگی

جن لوگوں نے یہ سبق یاد رکھا، اسلام کو اختیار کیا، اللہ، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں اور اس کے احکامات کو مانا، وہ مسلمان کہلائے، ہمارے برادران وطن اور دیگر مذاہب کے متبعین نے اسلام کو اختیار نہیں کیا، اس کے ساتھ غیروں جیسا رویہ اپنایا، اور اس کو مسلمانوں کا مذہب کہہ کر چھوڑ دیا، حالانکہ ان کا خود بھی مذہب اسلام ہی ہے، مگر وہ بھولے ہوئے ہیں، اگر تمام مذاہب کے ماننے والے ایک خدا کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری پیغمبر مان لیں، اور قرآن کریم کو اللہ کی کتاب مان لیں، اور اسلام کو گلے سے لگالیں، تو یہ دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائیگی اور ہر طرف اخوت ومحبت اور غمگساری اور ایک دوسرے کے احترام کا سماں بندھ جائے گا، اور یہ دنیا گل گلزار بن کر نمونہ جنت بن جائے گی۔

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۸۵۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ انسانی کے سب سے سچے اور پاکباز پیغمبر

حضورؐ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے

اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اتنی صاف ستھری اور ممتاز ہے کہ تاریخ انسانی ایسی زندگی کی مثال پیش نہیں کرسکتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی آخری پیغمبر ورسول بنانا چاہتا تھا، جو پوری انسانیت اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ایک آئیڈیل اور نمونہ ثابت ہوں، چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نبوت سے پہلے بھی اسی طرح محفوظ اور ممتاز ہے، جس طرح سے نبوت کے بعد، آپ کے تقدس وعظمت، آپ کی پاکدامنی اور سیرت کی شفافیت کی اور آپ کی امانت اور صداقت کی لوگ قسمیں کھاتے تھے، کیونکہ آپ کی بچپن کی زندگی، شباب وجوانی کی زندگی، کہولت کی زندگی مکہ کے لوگوں کے سامنے بالکل پاک وصاف تھی، اور زندگی کا وہ دور جس میں بہت سے نوجوان بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں، اتنا صاف ستھرا اور سب کے سامنے ہے کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، آپ اتنے پاک طینت، پاکباز اور مکہ کے لوگوں کیلئے اتنے چہیتے تھے کہ آپ کو "امین" امانتدار اور "صادق" سچا کہتے تھے، اور آپ کی بات کی اہمیت اور وزن تھا، جب حضرت محمد نوجوان تھے تو مکہ کی ایک متمول صاحب ثروت خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مال تجارت لیکر آپ کو ملک

شام بھیجا، تو اس کی بزنس اور کاروبار میں حد سے زیادہ فائدہ اور برکت ہوئی تھی، اس میں آپ کی ایمان داری، راست بازی، دیانت داری کو خاص دخل تھا، جس کی وجہ سے اس خاتون نے آپ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر آپ سے شادی کا پیغام بھیجا تھا۔

آپ کی حسن تدبیر نے ایک بڑی جنگ کو روک دیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب ۳۵ رسال کی عمر میں تھے، اس وقت قریش مکہ نے کعبہ کی تعمیر جدید کا فیصلہ کیا تھا، کعبہ کی تعمیر جب اس جگہ تک پہنچ گئی، جہاں پر حجر اسود (جنت کا کالا پتھر) کو نصب کرنا تھا، تو مکہ کے بڑے بڑے چودھریوں میں اختلاف ہو گیا، ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ یہ بابرکت اور مقدس کام میرے ہاتھوں انجام پائے، تاکہ تاریخ میں میرا نام روشن ہو، اور اس سلسلہ میں وہ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل جاتیں، بلکہ تلواریں نیام سے باہر آ گئیں تھیں، اور قتل عام ہونے والا تھا، کہ اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ کل صبح جو بھی سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہ جو فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا، چنانچہ اگلے دن سب سے پہلے جو حرم میں داخل ہوا، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، سب نے بیک آواز کہا کہ ہاں یہ ''صادق وامین'' آ گئے، یہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اشراف قریش، تمام مکہ کے چودھریوں کو بلایا، ایک چادر بچھائی اس پر حجر اسود کو رکھا، پھر فرمایا کہ سب چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لیں اور سب مل کر اٹھائیں، سب نے چادر اٹھائی، جب اس جگہ پہنچ گئی جہاں پر حجر اسود کو لگانا تھا، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پتھر اٹھا کر اس جگہ لگا دیا، اس طرح انہوں نے ایک بڑے فتنے اور بڑی جنگ کو چھڑنے سے روک دیا۔

حضورؐ کی اخلاقیات پر کوئی آنچ نہیں آئی

نبوت سے پہلے ایک مرتبہ مکہ میں یمن کا ایک تاجر آیا، اور عاص بن وائل نے اس کا تمام سامان خرید لیا، مگر اس تاجر کے پیسے نہیں دیئے، جب اس تاجر نے ظلم کے خلاف لوگوں سے مدد طلب کی، اس سلسلہ میں کچھ لوگوں نے اس ظلم کے خلاف میٹنگ کی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میٹنگ میں شریک ہوئے، اور ظلم کے خلاف آواز لگائی اور تاجر کو اس کا حق دلوایا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد جب نبی ہونے کا اعلان کیا اور مشرکین مکہ کو بت پرستی چھوڑنے کی، شرک کو چھوڑنے کی اور ایک اللہ کو ماننے کی دعوت دی، تو مکہ کے لوگ بغض وحسد میں آپ کے دشمن ہو گئے، مگر وہ سخت ترین دشمنی کے باوجود آپ پر کوئی الزام نہ لگا سکے، آپ کو جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہ کہہ سکے، ساری دشمنی کے باوجود آپ کی اخلاقیات پر، آپ کی پاکیزہ زندگی پر ایک حرف بھی کسی نے نہ نکالا۔

حضورؐ کے یہاں امانت کا پاس ولحاظ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن بھی اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھنا پسند کرتے تھے، جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی، اس وقت لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، حضرت محمد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ تمام امانتیں سپرد کیں، اور فرمایا کہ جس جس کی امانتیں ہیں، ان کو ادا کر کے پھر مدینہ آ کے مجھ سے ملنا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ سے پریشان ہو کر مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہے تھے، اس وقت بھی امانتوں کا یہ پاس ولحاظ کیا کہ جس جس کی امانتیں ہیں وہ ان کے پاس پہنچ جائیں، تاریخ میں

ہے کوئی جو اس طرح کی مثالیں پیش کر سکے۔

حضورؐ کے اخلاق حسنہ کی کئی پیاری مثالیں

ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں ایک دیہاتی غیر مسلم آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، صحابہ نے دیکھا تو اس کو روکنا چاہا، حضرت محمد نے فرمایا کہ اس کو کرنے دو جو کر رہا ہے، جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا، تو آپ نے بلایا اور کہا کہ دیکھو بھائی یہ اللہ کا گھر ہے، یہ ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں پر پیشاب پاخانہ کیا جائے، بہر حال آپ نے اس کو نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا، بلکہ بہت محبت و پیار سے سمجھایا، جس سے وہ بدو (دیہاتی) آپ سے بہت متأثر ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے، مگر مکہ والوں نے آپ کو عمرہ کی اجازت نہیں دی، اور آپ کو آئندہ سال آنے کے لئے کہا، اور طرح طرح کی شرطیں لگائیں، مگر آپ نے صلح کی، دیکھنے والوں نے محسوس کیا کہ آپ نے دب کر صلح کی، مگر آپ کے اخلاق کریمانہ نے یہ ثابت کیا کہ دب کر صلح نہیں تھی بلکہ اللہ کی مرضی ہی ایسی تھی اور اس کے پس پردہ ایک بڑی جیت تھی۔

ابوسفیان جو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا، آپ کا سخت ترین دشمن تھا، مگر جب ہرقل کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مکالمہ ہوا، سوال وجواب ہوئے، تو ابوسفیان سخت دشمنی کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک بات بھی نہ کہہ سکا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں، جن جنگوں میں آپ خود شریک ہوئے اور جن جنگوں میں آپ شریک نہ ہوئے، ان تمام میں طرفین سے صرف ایک ہزار اٹھارہ آدمی مارے گئے، دنیا کی جنگوں کی تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی جنگوں میں جو انسان مارے گئے وہ بہت کم ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں میں دشمنوں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر بھی دست درازی سے منع کیا، اور جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی آپ کا سلوک بہیمانہ نہیں بلکہ سلاطین کے عام رویہ سے ہٹ کر مخلصانہ، محبانہ اور انسانی بنیاد پر رحیمانہ اور پیغمبرانہ تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا، اور مکہ میں داخل ہوئے، اس وقت آپ کی حالت عام فاتح سلاطین اور حکمرانوں کی طرح نہیں تھی، بلکہ اللہ کے ایک عاجز اور متواضع بندے کی طرح شاکرانہ تھی، اس وقت آپ نے عام فاتحین کی طرح لوٹ مار، قتل وغارتگری اور ظالمانہ رویہ نہیں اختیار کیا بلکہ پیغمبرانہ اصول ومزاج کے پیش نظر آپ نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی الزام نہیں، کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، آپ نے حکم فرمایا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اس کو بھی امان، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان، یہ اس فاتح پیغمبر کا اصول اور طرز عمل تھا جو پوری انسانی برادری کیلئے رحمت عالم بن کر آیا تھا۔

حضورؐ نے کالے گورے کے فرق کو ختم کیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام انسانوں کے لئے یکساں تھیں، آپ نے بت پرستی کو ختم کیا، ظلم کو ختم کیا، آپس کی دشمنیوں کو ختم کیا، اسود وابیض کے فرق کو ختم کیا، سود کو ختم کیا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم کو ختم کیا، بلکہ ہر اس ظالمانہ طرز عمل اور دستور کو ختم کیا جو انسانی معاشرے کی تباہی کا سبب بنا ہوا تھا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانی برادری کو خدا کا کنبہ سمجھتے تھے، اور اسی کی تعلیم دیتے تھے، بلکہ جانوروں تک کے لئے رحمت بن کر آئے تھے، جانوروں پر بھی ظلم پسند نہیں کرتے تھے۔

حضورؐ کی زندگی سے لوگوں کو کیا پیغام ملا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵؍سال کی عمر میں ۴۰؍سال کی عورت حضرت خدیجہ سے شادی کی، حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد دوسری عورتوں سے اللہ کے حکم سے شادی کی، ان میں زیادہ تر مطلقہ اور بیوہ عورتیں تھیں، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی عورت تھیں جو کنواری تھیں، آپ نے یہ تمام شادیاں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں کی بلکہ ان کے پیچھے ایک بڑا مقصد تھا، وہ اسلامی تعلیمات اور دعوت ایمانی کو زیادہ سے زیادہ قبائل تک پہنچانا تھا؛ کیونکہ وہ عورتیں مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے دعوت کے کام کو زیادہ سے زیادہ پیمانے پر پھیلانا مقصود تھا، اور وہ اسی طرح رشتوں کی بنیاد پر ممکن تھا، اگر (اللہ کی پناہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنس پرست یا عورتوں کے دلدادہ ہوتے، تو وہ نوجوان اور کنواری لڑکیوں سے شادی کرتے، اور مکہ کے چودھریوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیش کش کی تھی کہ آپ دعوت اسلام سے باز آ جائیں تو آپ کی مکہ کی حسین سے حسین لڑکیوں سے شادی کر دی جائے گی، مگر آپ نے اپنا مقصد دعوت توحید و اسلامی بتلایا کہ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دئے جائیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آ سکتا، جس الوالعزم پیغمبر کی یہ صفات ہوں، یہ حالات واقعات ہوں وہ کیونکر رحمت للعالمین نہ ہوگا۔

تاریخ انسانی کا بدترین انسانی

اب اگر چودہ سو سال کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار پر کوئی حملہ کرے تو وہ تاریخ انسانی کا بدترین انسان ہوگا، اس لئے کہ جنہوں نے حضرت محمد

کے ساتھ چالیس پچاس سال زندگی گزاری وہ ایک بھی غیر اخلاقی چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کر سکے، تو آج چودہ سو سال کے بعد ایسا کرنیوالا متعصب اور تاریخ سے ناواقف ہوگا۔

حضورؐ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ایک گوشہ، بچپن کا، جوانی کا، نبوت کے بعد مکہ کی زندگی کا اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک بات تاریخ میں محفوظ ہے، ہم قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں، تو آپ کو خود معلوم ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ انسانیت کا کامل ترین انسان ہے، اسی لئے خالق کائنات نے پوری انسانیت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اسوہ اور آئیڈیل بنایا، اللہ تعالی تمام حضرات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ کی سیرت کو پڑھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر

چوتھا باب

دنیا کا ہر بہیمانہ عمل مسلمانوں کی طرف منسوب

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس وقت دنیا میں کہیں بھی، کسی جگہ پر، کسی ملک میں کوئی واقعہ، کوئی حادثہ پیش آجائے، چاہے وہ حادثہ اور واقعہ آسمانی بلا کی شکل میں ہو، یا روئے زمین پر کوئی آفت ومصیبت نازل ہو، کہیں زلزلہ آجائے، سنامی لہروں کا طوفان آجائے، ٹرین کا تصادم ہو جائے، کوئی طیارہ حادثہ کا شکار ہو جائے، کہیں بم بلاسٹ ہو جائے، کہیں فساد ہو جائے، کہیں قتل ہو جائے، کوئی چوری یا ڈاکے کا واقعہ پیش آجائے، غرضیکہ کائنات میں روئے زمین پر کوئی بھی اس طرح کا واقعہ وقوع پذیر ہو، تو اہل دنیا کی نظر فوراً مسلمانوں پر جاتی ہے، کہ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر، اگر مسلمانوں پر ظلم ہوا اور وہ دفاعی عمل شروع کریں تو دہشت گرد گردانے جاتے ہیں۔

اسلام امن وآشتی والا مذہب ہے

حالانکہ کسی بھی اہل دانش واہل عقل واقف کار پر جس کی ادیان عالم اور مذاہب دنیا پر نظر ہے، یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اسلام ایک عالمگیر امن وآشتی وسلامتی والا مذہب ہے، اسلام کا پیغام ہی یہ ہے کہ کائنات کے نظام عالم میں انسان سلامتی والی زندگی گذارے اور اسلام کی تعلیم اور تاکید اپنے متبعین کے لیے یہی ہے کہ مسلمان کے ہاتھ سے، اس کی زبان سے مسلمان اور دنیا کے لوگ محفوظ رہیں: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (۱) اس کا ایمان اور اس کا اسلام اس وقت تک مکمل

(۱) بخاری شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۹

نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے: ”لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ“ (۱) اس کے آس پاس کے لوگ، اس کے محلے کے لوگ، اس کے قریے وگاؤں کے لوگ اس کے قصبے وشہر کے لوگ اور اس کے ملک، بلکہ اس کی دنیا کے لوگ اس کے ظلم سے، اس کی ناانصافی سے، اس کی حق تلفی سے، اس کی ایذارسانی سے محفوظ نہ ہوں۔

ایک نفس کا قتل پوری نسل انسانی کا قتل ہے

قرآن کریم کی تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ ایک نفس کا قتل پوری نسل انسانی کا قتل ہے: ”مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ أَحْیَاهَا فَکَأَنَّمَا أَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً“ (۲) جس نے ایک جان کو بغیر کسی قصاص کے، بغیر کسی عذر شرعی کے قتل کردیا، اس نے پوری نسل کو قتل کردیا اور جس نے ایک انسان پر رحم کیا، اس کو ظلم کے شکنجے سے نجات دلائی، اس کی جان بخشی کی، تو گویا اس نے تمام نسل انسانی کی جان بخشی کی، جس نے قرآن کی اس تعلیم کے خلاف کیا، اس نے اللہ کی ناراضگی کا سامان مہیا کیا، اللہ تعالی ایسے لوگوں سے زبردست انتقام لینے والا ہے ”وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُوْانْتِقَامٍ“۔ (۳)

زمین پر فساد پھیلانیوالے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں

بھلا غور کرنے کا مقام ہے کہ جس مذہب کا نام ہی امن وسلامتی ہو اور جس نے اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت وتعلیم دی ہے اور اس کے برخلاف کرنے پر جو سخت وعیدیں سنائی ہیں، تو وہ اگر اسلام کا سچا پیروکار ہے، حقیقت میں مسلمان ہے، ڈبلی

---

(۱) بخاری شریف کتاب الایمان حدیث ۱۲ (۲) سورۂ مائدہ آیت ۳۲ (۳) سورۂ مائدہ آیت ۹۵

کیٹ مسلمان نہیں، تو وہ ایسے گھناؤنے جرم کیونکر کرے گا، جس سے نسل انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو اور خود اس کی عاقبت خراب ہو اور وہ خالق کائنات کی ناراضگی کا مستحق ہو، پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی وغمگساری، اخوت ومحبت کا معاملہ کرے گا، اللہ تعالی اس کو پسند کرے گا، جو آدمی زمین پر فساد پھیلاتا ہے، دوسرے انسانوں کو تکلیف پہونچاتا ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

مسمریزم کے عمل سے جھوٹ بھی سچ معلوم ہونے لگا

مگر اسلام دشمن طاقتوں نے ایک جھوٹی بات کو ہر طرح کے ذرائع ابلاغ سے اس طرح پھیلایا اور مسلمانوں کے خلاف ایسا مسمریزم کا عمل کیا کہ اب وہ جھوٹ سچ معلوم ہونے لگا، یا کم سے کم کسی بھی ناگہانی واقعہ پر فوراً اہل دنیا کی نظریں مسلمانوں کی طرف اٹھنے لگتی ہیں اور وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مسلمان ہی اس غیر فطری عمل کے مرتکب ہیں اور یہ نظریہ دنیا کے کافر ویہود ونصاریٰ ہی کا نہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ- اللہ تعالی مجھے معاف کرے- مسلمانوں کے دانشور طبقہ یا دنیوی تعلیم یافتہ، یا گاؤں دیہات کے سادہ لوح مسلمانوں کا بھی ہے، جو ہر غیر فطری واقعہ کو کسی مسلمان کا عمل گرداننے لگتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مرتبہ اپنے علماء اور سفید پوش مسلمانوں کو بھی مجرمین کے کٹہرے میں کھڑا کردیتے ہیں، راقم سطور کا خود کا مشاہدہ ہے کہ ۲۰۰۲ء کے شروع میں جب بی جے پی کی حکومت برسر اقتدار تھی، بعض علما کو پوٹا میں گرفتار کیا گیا، تو ایک مسلمان ڈاکٹر کو بڑے استہزائی انداز میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اچھا مولوی بھی بندوق رکھتے ہیں، ایسا کرتے ہیں...... ایک جاہل آدمی لوگوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا ایک سفید پوش قاری صاحب کو جاتے ہوئے دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ لمبے کرتے اور

ٹوپی والے بھی ایسا ویسا کرتے ہیں......

مسمریزم کی ایک مثال

یہ مسمریزم (Mismerism) کا عمل کیسے ہوا ہے یا ہوتا ہے، اس مثال سے اس کا سمجھنا بہت آسان ہے کہ جب چند آدمی کسی بات کو کہنے لگتے ہیں، تو لوگ اس کا یقین کرلیتے ہیں، ایک کہے، دو کہے، جب متعدد آدمی ایک بات کو کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں تو اچھے اچھے آدمیوں کو یقین آجاتا ہے، حالانکہ کہنے سننے سے حقیقت نہیں بدلتی، ایک بزرگ نے بکری کا بچہ خریدا، دو تین ٹھگوں نے دیکھ لیا اور کہا کہ یہ بچہ ٹھگنا چاہئے، ان میں سے ایک نے راستہ پر جس سے یہ بزرگ گذرنے والے تھے ایک مصلّی بچھا کر تسبیح پڑھنی شروع کردی، ثقہ صورت، لانبا کرتا، نیچی داڑھی، جب وہ بزرگ پاس سے گذرے تو یہ حضرت لپک کر پہنچے، بڑے ادب سے سلام کیا، دست بوسی کی اور کہنے لگے کہ حضور اس کے لب پلید ہیں، اس کی روئیں بھی ناپاک ہیں، آپ نے ضرور چوکیداری کے لیے اس کو خریدا ہوگا، اس کے لیے تو بے شک جائز ہے، انہوں نے جھڑک دیا کہ آپ دیکھتے نہیں یہ بکری کا بچہ ہے، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فوراً ہاتھ جوڑ کر معذرت کی اور کہا حضرت! میری نگاہوں کا قصور ہے، بھلا آپ جیسے بزرگ کتا کہیں خریدیں گے؟ آگے بڑھے تو ایک اور صاحب اسی طرح مقدس صورت بنائے ہوئے ملے، آگے بڑھے اور قدموں میں گرگئے، کہنے لگے اچھے لوگوں کی زیارت بھی کفارۂ ذنوب ہے، حضور نے کھیت کی حفاظت کے لیے اس کو لیا ہوگا، انہوں نے پھر ڈانٹا اور کہا کہ آپ کو سجھائی نہیں دیتا کہ یہ بکری کا بچہ ہے یا کتا ہے؟ کہنے لگے حضرت نے صحیح فرمایا ''میں جھوٹا، میری نگاہیں جھوٹی'' آگے بڑھے تو تیسرے صاحب ملے اور کہا کہ حضرت یہ بڑی اچھی نسل کا معلوم ہوتا ہے، تازی

کتا ہے، اس پر وہ بھی شبہ میں پڑ گئے اور کہنے لگے ایک غلطی کرسکتا ہے دو غلطی کرسکتے ہیں، اتنے آدمی تو غلطی نہیں کرسکتے، مجھ ہی کو دھوکا ہوا ہوگا، انھوں نے بکری کے بچہ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے، ٹھگوں نے اس کو ٹھگ لیا۔

ملک میں مختلف بم دھماکے اور مسلمانوں پر ان کا اثر

۱۱؍ جولائی ۲۰۰۶ء کو ممبئی لوکل ٹرینوں میں مسلسل بم دھماکے ہوئے، کتنے معصوم لوگ جاں بحق ہوگئے، کتنے زخمی ہوگئے، انسانیت کا بے گناہ قتل ہوا، مشکوک ہوئے مسلمان، مسجدوں کے ٹرسٹی ومتولیان اور ائمہ حضرات، کرتا پائجامہ والے مولوی ملاّ، انکی تحقیق ہوئی، ظالمین کا کچھ پتہ نہیں، جب کہ ۱۶؍ اپریل ۲۰۰۶ء کو ناندیڑ بم دھماکے کے بعد بجرنگ دل نوجوانوں کے گھر سے نقلی داڑھی، ٹوپیاں، کرتا پائجامہ، مسجدوں کے نقشے پولس نے برآمد کئے تھے، غرضیکہ دنیا میں کہیں بھی کچھ ہو، ۱۱؍ ستمبر کا واقعہ ہو، سابرمتی ایکسپریس کا حادثہ ہو، مشکوک ہوتے ہیں مسلمان، پکڑے جاتے ہیں عبداللہ، عبدالرحمٰن، اس وقت پوری عالمی برادری اپنے نظریات وعقائد کے اختلاف کے باوجود مسلمانوں کے خلاف متحد وبرسرپیکار ہیں، مسلمانوں کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے ایک اللہ کو مانا، رسول کو مانا، قرآن کو مانا اور مذہب اسلام کو مانا، جو مذہب دنیا کو توحید، سچائی، ہمدردی وغمگساری، اخوت ومحبت، شرم وحیاء کی تعلیم دیتا ہے اور شرک کی آلائشوں سے دنیا کو پاک کرنا چاہتا ہے، بس اللہ ہی اپنے معاملہ پر غالب ہے؛ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے: ''وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی أَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ''(۱)۔

(۱) سورۂ یوسف آیت ۲۱۔

مسلمانو! بیدار ہوجاؤ ورنہ......

مسلمان اس وقت دنیا میں بے وقعت ہیں

اس وقت عالمی پیمانے پر مسلمانوں کو مختلف حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، مسلمان چاہے اسلامی ممالک میں رہتے ہوں، یا غیر اسلامی میں، ہر جگہ ان کو خطرہ لاحق ہے، کس وقت کیا بات پیش آجائے کچھ کہا نہیں جاسکتا، گھر سے نکلنے کے بعد وہ مسجد جارہا ہو، یا مدرسہ واسکول میں یا کالج ویونیورسٹی میں، بازار میں یا دفتر میں، جنگل میں یا کھیت میں یا کہیں سفر پر جارہا ہو، تو اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، کہ وہ صحیح وسالم گھر لوٹ آئے، معلوم نہیں اس کو کہاں کس جرم میں، کس شبہ میں پکڑ لیا جائے، اس کو قتل کردیا جائے، یا جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا جائے، یا بیجا باز پرسی میں معلق کردیا جائے، ریمانڈ پر لے لیا جائے، اس کے نازک جسم پر تشدد اور ٹارچر کیا جائے اور بغیر گناہ کے اقبال جرم کرایا جائے اور مستحق سزا قرار دیا جائے، یا کسی بم دھماکے میں اڑا دیا جائے، غرضیکہ اس وقت مسلمان دنیا کی منڈی میں بے قیمت، بے وقعت، بے اثر اور اس کی کثرت کی حیثیت ایسی ہے جیسے دسترخوان پر روٹی اور بوٹی کی۔

مسلمانوں نے آسمانی ہدایات سے رشتہ توڑ دیا ہے

جب سنجیدگی سے مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور قابل رحم حالت پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ جب جب بھی مسلمانوں نے آسمانی ہدایات سے عملی رشتہ توڑا ہے، یا توڑنے کی پوزیشن میں ہوئے ہیں تو ان کو منھ کی

کھانی پڑی اور ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ”وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ“(۱)۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم (دنیا کی منڈی میں) پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوائیں کھسک جائیں گی اور (اہل دنیا کی مصیبتوں اور آزمائشوں پر ثابت قدم رہو) صبر کرو اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، جب اس آیت کے تناظر میں ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں جھگڑا، ہمارے بھائی بہنوں میں جھگڑا، چچا بھتیجوں میں جھگڑا، سالے بہنوئی میں میں جھگڑا، ہماری زراعت میں جھگڑا، تجارت میں جھگڑا، مدرسوں میں تنازع، استاذ شاگرد میں ٹکراؤ، اہل مدارس میں چپقلش، علماء میں رنجش اور حسد، محلّہ میں ایک دوسرے کو دیکھ کر تصادم، عہدہ داروں میں بھی ایک دوسرے کا احترام نہیں، پورے معاشرے میں تنازع اور کشمکش گھن کی طرح لگا ہوا ہے، یہاں تک کہ اسلامی حکمرانوں میں اتحاد نہیں، وہ ایک دوسرے کی عزت کو خاک میں ملانے کے درپے ہیں۔

مسلمانوں میں بداخلاقی کے مظاہر

اخلاقیات کا اگر جائزہ لیا جائے تو جانور بھی شرماجائیں، بازار ہی کو لیجئے آپ کسی مسلمان کی دوکان پر چلے جائیں اور کسی چیز کا بھاؤ تاؤ کریں، پھر دیکھئے مسلم تاجر کے نخرے اور غیر مسلم کی دوکان پر چلے جائیے پھر دیکھئے اس کے اخلاق کا مظاہرہ، آپ اس سے چیز لیں یا نہ لیں، مگر اس کا شکریہ ادا کرتے نہ تھکیں گے، کسی سرکاری دفتر میں

(۱) سورۂ انفعال آیت ۴۶۔

جائیے، پہلی بات تو افسر مسلمان ہوتا ہی نہیں، اگر کہیں کسی پوسٹ پر مسلمان ہے بھی ،تو اس سے بات کرنا مہابھارت ہے ،اس کے برخلاف کسی ہندو افسر کے پاس جائیے اگر وہ متعصب نہیں یا اس کو آپ سے خدائی بیر نہیں تو پھر اس کا انداز گفتگو دیکھنے کے قابل ہے، گوکہ اس کو آپ سے رشوت لینی ہے، مگر آپ کو کام کی زیادہ امید ہے، اسی طرح آپ کسی وزیر منتری کے پاس چلے جائیے، میں یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان کرر ہاہوں؛ بلکہ اس میں مستثنیات بھی ہیں، مگر یہ عام جائزہ ہے، جب کہ ہم اس نبی کے پیرو ہیں، جو اخلاق کا مجسمہ پیکر جس کے اعلی اخلاق کی دہائی ساتویں آسمان کے اوپر عرش سے دی گئی ہے کہ:"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ"(۱)۔

مسلمان پکے سچے مومن نہیں

عبادات کے بارے میں اگر دیکھا جائے تو دنیا کے سوا ارب مسلمانوں میں صرف ۲۰ر فیصد ہی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ"(۲) کہ تم ہی سربلند رہوگے اگر تم پکے سچے مؤمن ہو، مگر دنیا کے حالات کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ۲۵ر فیصدی بھی پکے مؤمن نہیں، اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو معاشرے میں، رشوت ستائی، سودخوری، دھوکہ دہی، جعل سازی، جہیز و تلک، اسراف وفضول خرچی، غیبت وچغل خوری، بے پردگی، بے حیائی، زنا کاری، بغض وعناد، بے رحمی، ظلم وزیادتی، حق تلفی، قتل وغارت گری، جیسے امراض جذام کی طرح پھیل رہے ہیں، انسانیت کا احترام نہیں، مسلم کا اکرام نہیں، لایعنی سے پرہیز نہیں، حقوق کی پاسداری نہیں، چھوٹے پر شفقت نہیں، بڑے کی توقیر نہیں، یہ اور اس طرح کی بیماریاں امت مسلمہ میں گھن

(۱) سورۂ قلم آیت ۴ (۲) سورۂ آل عمران آیت ۱۳۹۔

کی طرح لگ رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ نہ عبادات میں تاثیر ولذت، نہ دعاؤں میں اثر وقبولیت، نہ کمائی میں خیر وبرکت، نہ زندگی میں سکون وراحت، نہ سفر میں عافیت، نہ حضر میں طمانینت ،بس مسلمان کا ہر وقت شکوہ وشکایت، نہ مرض کی تشخیص اور نہ علاج کی تجویز۔

مسلمانوں میں اہل منصب ومال کی سوچ

مسلمانوں میں اگر اللہ تعالی کسی کو مقام ومنصب یا مال ودولت دیدیتا ہے، تو وہ اترانے لگتا ہے، دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھتا ہے، بعض مرتبہ نہ اس کو خالق کی پرواہ رہتی ہے اور نہ مخلوق کی؛ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر کہوں تو وہ خدافراموش ہی نہیں؛ بلکہ خودفراموش بھی ہوجاتا ہے، اگر دنیا کی حکومتوں پر غور کیا جائے ،تو معلوم ہوگا کہ اس وقت دنیا میں اسلامی حکومت (تو ذرا احتیاط کے ساتھ) ہاں (نام نہاد) مسلمانوں کی حکومتوں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن ایک بھی ملک ایسا نہیں جہاں سو فیصد اسلام حکومت میں ہو، حالانکہ ہمارے سامنے اگر خلفائے راشدین اور عادل ومنصف مسلم حکمرانوں کی تاریخ وسیرت نہ ہو، تو پھر تو سمجھا جاسکتا ہے، کہ آج کل کی حکومت کے لیے مکمل اسلام میں داخل ہونا ذرا مشکل مسئلہ ہے، مگر کیا کیا جائے آج کل کے حکمراں اگرچہ اسلام کے نام لیوا ہیں، مگر اسلام پسند نہیں، مسلمان ہونا، دیندار ہونا تو آسان ہے، مگر اسلام پسند اور دین پسند ہونا ذرا ہمت وتوفیق کا کام ہے، مگر آج کل کے حکمراں دیندار بھی نہیں ہیں، بس نام نہاد مسلمان ہیں، ان کا ایمان اور بھروسہ اللہ تعالی پر اتنا نہیں جتنا مادیت اور مادی طاقتوں؛ بلکہ امریکہ ظالم پر ہے، وہ خالق کائنات کی اطاعت وتابعداری میں اپنی سرخروئی وکامیابی نہیں سمجھتے ، بلکہ طاغی امریکہ کو خوش کرکے اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ

ظاہر ہے، کہ نہ اطاعت الٰہی نہ اطاعت رسول نہ آپس میں اتحاد واتفاق؛ بلکہ اگر کسی حکمراں کی کرسی کو خطرہ ہے، اس پر ظلم کے بادل منڈلا رہے ہیں بلکہ ظالم اس پر اس کی حکومت وعوام پر ظلم کر رہا ہے، تو دوسرا مسلم حکمراں یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اس کی پروبلم ہے میری پروبلم نہیں (This is his Problem, This is not my Problem)۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے ایک جسم کے مانند ہے

حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَثَلُ الْمُؤمِنِیْنَ فِی تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى (۱) یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک جسم کی طرح ہے، کہ اگر اس کے جسم کے کسی حصہ میں کوئی درد یا تکلیف محسوس ہوتی ہے تو پورا جسم بے راحتی اور بے خوابی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پورے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

مسلمانوں سے یہود ونصاری خوش نہیں ہو سکتے

اس لیے مسلمانوں کو اور مسلم حکمرانوں کو سمجھنا اور سنبھلنا چاہئے ورنہ ظالم ملت کفر پر ہے اور ملت کفر آپ کو برداشت نہیں کرے گی، قرآن کریم کہتا ہے: "وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" (۲) اے مسلمانو! تم سے یہود ونصاری خوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرلو، پھر اے مسلمانو! کیسے چاہتے ہو کہ اپنی مسلمانی کو باقی رکھتے ہوئے، ان کے حلیف بن کر رہ سکو، وہ تو جب بھی موقع پائیں گے، آپ کی گردن، آپ کی حکومت اور آپ کی

(۱) مسلم شریف کتاب البر والصلۃ والآداب حدیث ۴۶۸۵ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۰

دولت کو لے کر ہی دم لیں گے، یاد رکھوا ے مسلم حکمرانو! تم نے اگر اللہ کے ایک کلمہ کے جھنڈے کے نیچے آ کر اتحاد نہ کیا تو اسی طرح ایک ایک کر کے نمٹا دیئے جاؤ گے، جیسے شاہ فیصل، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، صدام حسین کو ختم کیا گیا اور افغانستان وعراق کو تہس نہس کر دیا گیا اور پھر تمہاری داستاں بھی نہ رہے گی داستانوں میں، یہ الگ بات ہے کہ ظلم ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ احکم الحاکمین کا کوڑا ہر وقت گھات میں ہے، دنیا میں فرعون، شداد، ہامان، نمرود، قارون، قیصر وکسری کا ظلم خاک میں مل گیا، ابوجہل ابولہب کا نام ظالمین کی فہرست میں قیامت تک کے لیے لکھا گیا، چنگیز خاں، ہلاکوں، ہٹلر، تاتاری سب مٹ گئے، جن کا مٹنا امریکہ کی طرح امر محال سمجھا جاتا تھا، ایک صدی کے قریب ہوگیا کہ امریکہ دنیا میں ظلم کی تاریخ رقم کر رہا ہے، مگر ایک نہ ایک دن اس کو بھی مٹنا ہے، رہے نام سدا اللہ کا۔

اہل مناصب بیدار مغزی کا ثبوت دیں

مذکورہ تحریر کے تناظر میں امت مسلمہ کے حکمرانوں، لیڈروں، بہی خواہوں، مفکروں، رہنماؤں، داعیوں، اور علماء کو سوچنا چاہئے اور اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے، امت کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئے اور خود بھی صحیح خطوط پر، اسلامی اصول وضوابط پر قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئے اور جہاں نشیب وفراز ہے، اس سے مسلمانوں کو واقفیت کرانی چاہئے اور اللہ کے لیے اللہ کے نام پر ایک ہو جانا چاہئے، آپسی نزاع، آپسی رنجش، چپقلش کو ختم کرنا چاہئے، دشمنوں کو، اللہ کے باغیوں کو محبت واخوت، ہمدردی وغمگساری کا درس دینا چاہئے اور کردار کے غازی بننا چاہئے اور خواب غفلت سے بیدار ہو جانا چاہئے اور زندگی کی جو کشتی کفر وطاغوتی کے سمندر کی بھنور میں پھنسی ہوئی ہے،

اس کو کنارا لگانا چاہئے ، ورنہ تو ظلم سہنے اور صفحہ ہستی سے مٹنے کے لیے تیار رہنا چاہئے ، اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائے اور صحیح سمجھ عطا فرمائے اور مسلمانوں کو بیدار ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

ملک کی صورت حال

آج کل ملک جس صورت حال سے گزر رہا ہے، اس سے سبھی لوگ واقف اور باخبر ہیں، ہر جگہ سیاسی بحران، ہر جگہ نا چاقی و نا اتفاقی ، ہر جگہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے دوسروں کے حقوق کی پامالی، اپنے گھر کو روشن کرنے کے لیے دوسرے کے چراغ کو بجھانے کی کوشش ، اپنی بات کو منوانے کے لیے دوسروں کو تکلیف میں ڈالنا، جام لگانا، روڈ اور راستہ بند کرنا، بازار بند کرنا یہ اور اس طرح کی حرکتیں عام ہو گئی ہیں، اور ان باتوں کی قباحت گویا کہ ملک سے، معاشرے سے، پبلک کے ذہن سے نکل گئی ہے۔

آر ایس ایس کا ظلم

ملک کے کسی بھی گوشے میں کہیں پر بھی آر ایس ایس کے لوگ جو چاہے کریں، فساد کریں، ظلم و زیادتی کریں، معصوم لوگوں کی جانوں سے کھلواڑ کریں، بے گناہوں کو قتل کریں، ان کو نذر آتش کریں، اس پر سبھی سیاسی پارٹیاں، امن کے ٹھیکیدار چپ سادھ لیتے ہیں اور اس کو دفاعی عمل گردانا جاتا ہے یا حقوق کی حصولیابی کی جدوجہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فسادیوں کو آزادی

ان دنوں ملک کی ایک گوجر برادری ملک میں اپنے زعم میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے تباہی مچا رہی ہے، راستے بند کر رہی ہے، جام لگا رہی ہے، ریل کی

پٹری اکھاڑ رہی ہے، ملک کو نقصان پہنچا رہی ہے، پبلک کو پریشانی میں ڈال رہی ہے، بلکہ ملک کے مختلف حصوں میں ذات پات کی بنیادوں پر قائم سیناؤں کی طرز پر اب راجستھان کے گوجروں نے بھی اپنی فوج کھڑی کر لی ہے اور اسے ٹائیگر فوج کا نام دیا گیا ہے، ان تمام حالات کے پیش نظر حکومت کچھ نہیں کر رہی ہے، بلکہ بعض سیاسی لیڈران یا پارٹی کے ذمہ داران وہاں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو گرفتار کیا جاتا ہے اور ان فسادیوں کو، ملک میں امن وامان کو ختم کرنیوالوں کو کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے دفاعی عمل کو بھی دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے

اس کے برخلاف اگر مسلمان کہیں اپنے اوپر ظلم کو دیکھتے ہیں اور اس کے لیے کوئی دفاعی عمل شروع کرتے ہیں یا اپنے حقوق کے حصول کے لیے کسی طرح کی جدوجہد کرتے ہیں، یا آواز اٹھاتے ہیں تو ان کو دہشت گرد سمجھا جاتا ہے، ان پر لاٹھی چارج کی جاتی ہے، ان کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے، اور ہر چہار طرف سے ان کے دفاعی عمل کو بھی ناحق اور ظلم سمجھا جاتا ہے، غرضیکہ کہیں کچھ بھی ہو، کوئی بھی کرنے والا ہو، اگر مسلمان کے علاوہ ہے تو وہ غلط کام بھی صحیح ہے، یا کم سے کم اس کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہیں یا پھر اس غلط کام کی سوئی بھی مسلمانوں کی طرف گھمادی جاتی ہے۔

اہل دنیا کی نظر میں مسلمان سب سے بری قوم

گویا کہ ملک ہی میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں کہیں بھی کوئی غلط کام ہو تو اس کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، یعنی اس وقت دنیا میں سب سے خراب

قوم، سب زیادہ ظالم لوگ، سب سے بڑے دہشت گرد اور سب سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچانے والے مسلمان ہی ہیں اور یہ عام ذہن ہے، یہ ایک ایسی سازش ہے اور اسلام اور مسلمان دشمنی کا ایسا پلان ہے جس کے پیچھے یہود ونصاری کی صدیوں کی محنت ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی جان کی، مال کی، عزت کی، آبرو کی سب کی بازی لگادی اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب کچھ لٹادیا، جس کے نتیجے میں اب حالت یہ ہے کہ پچاس سال سے پڑوس میں رہنے والا برادر وطن اپنے مسلمان بھائی سے ملتے ہوئے، بات کرتے ہوئے گھبراتا ہے، ڈرتا ہے، ایسی دہشت حقیقی دہشت گردوں نے پھیلا دی ہے، اور حقیقت کو ایسے بدل کے رکھ دیا ہے کہ جو امن وسلامتی والے، اور امن والے مذہب کے پیرو ہیں، ان کو امن کے ختم کرنے والے، دہشت گرد سمجھا جا رہا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اللہ مسلمانوں کا بول بالا فرمائے

اللہ تعالی اس صورت حال سے مسلمانوں کو نکال دے، اور مسلمانوں کو بھی حقیقی مسلمان بنادے کہ یہی جیسے کیسے، ٹوٹے پھوٹے عمل کرنے والے تیرے نام لیوا ہیں، تیری وحدانیت کے گن گانے والے ہیں، بس تو ہی ان کی لاج رکھ لے اور ان کو دشمنوں کے شکنجے سے نجات دلا اور حق کے پرستاروں کا بول بالا فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

میڈیا کی دورخی پالیسی
اور یورپ وامریکہ کی اسلام دشمنی

آج کل کے اردو اخبارات اور ان کی خرافات

آج کل جب ہم اردو اخبارات کو دیکھتے ہیں تو سماج کی اصلاح کی چیزیں کم ہوتی ہیں، شکوے شکایات زیادہ ہوتے ہیں اور خرافات کی بھرمار ہوتی ہے، معصوم بچیوں کے ساتھ زنا بالجبر، ڈاکہ زنی، طلاق اور جہیز کے سلسلہ میں بیوی کو جلانے کے واقعات اور مسلمانوں کے خاندانی، اجتماعی اور انفرادی چھوٹے چھوٹے واقعات کو رسی کا سانپ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، ایک سنجیدہ قسم کا آدمی تھوڑی دیر کے لیے انگشت بدنداں رہ جاتا ہے، جو زیادہ حساس ہوتا ہے، وہ اپنے اوپر بمشکل ہی قابو پاتا ہے، غرضیکہ عام اردو اخبارات معاشرے کی اصلاح کے بجائے معاشرے میں خرافات، خوف وہراس، مایوسی اور ناامیدی اور مسلمانوں کے تئیں غلط تأثرات زیادہ پیدا کرتے ہیں، اس سے نئی نسل کو خراب پیغام ملتا ہے۔

میڈیا اور انگلش اخبارات کا اسلام کے تئیں نظریہ

اور جب ہم دوسری زبان خاص طور سے ہندی وانگلش کے اخبارات کو دیکھتے ہیں تو ان میں ہندو معاشرے اور دیگر مذاہب کے تئیں غیر سنجیدہ باتیں کم ہوتی ہیں اور زنا، ڈاکہ زنی، لوٹ مار کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اور چونکہ زیادہ

تر ان اخبارات کو دنیوی اعتبار سے اعلی تعلیم یافتہ طبقہ پڑھتا ہے، اس لیے ان میں اس طرح کی خرافات کم ہوتی ہیں، اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں وہ برابر زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور جس واقعہ یا بات سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں ان کی اشاعت وہ اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں، اور جن چیزوں یا واقعات سے اسلام کی حقانیت واضح ہوتی ہو، ان کو غیر اہم سمجھ کر چھپا لیا جاتا ہے اور ساری خبر رساں ایجنسیاں چپ سادھ لیتی ہیں، یہ میڈیا اور صحافت کی دورخی اور دوہری پالیسی ہے، جب کہ صحافت کو غیر جانبدار رہنا چاہئے۔

یورپ کی اسلام دشمنی اور اس کی مثال

دوسری طرف یورپ اسلام دشمنی پر اپنی پوری طاقت صرف کررہا ہے اور وہ کوئی لمحہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا بلکہ اس کی زندگی کا ہر شعبہ ہر وقت اسلام اور اسلامی مقدسات کی شبیہ خراب کرنے میں لگا ہوا ہے، ڈنمارک جیسے بدبخت ملک میں یورپ کی پشت پناہی کی بنا پر ہی دنیا کے لیے رحمت بن کر آنے والے نبی آخر الزماں کے سلسلہ میں غلط خاکے شائع کئے گئے ہیں اور اسکو آزادی صحافت اور آزادی رائے کا خوبصورت عنوان دیا گیا ہے، تسلیمہ نسرین، سلمان رشدی یہ سب اسلام کے دشمن، یورپ وامریکہ کے ایجنٹ ہیں، جو مسلمانوں اور کائنات کے آخری نبی کے لیے اللہ کی دھرتی پر بدنما داغ ہیں، فلسطین کے مسلمانوں پر یورپ وامریکہ کی سرپرستی میں کیا کیا مظالم کے پہاڑ نہیں ڈھائے جارہے ہیں اور مسلمانوں کو دنیا کے کس خطے میں ظلم وبربریت کا شکار نہیں کیا جارہا ہے اور ان کی عزت وناموس کا کھلواڑ نہیں کیا جارہا ہے، اس کے ساتھ مزید ان کو دہشت گرد گردانا جارہا ہے، ساری دنیا کے مسلمان ان ظالمانہ سرگرمیوں اور کارروائیوں کے خلاف احتجاج کرتے، چیختے اور چلاتے ہیں،

مگر کسی بھی امن کے ٹھیکیدار کے کان پر جوں نہیں رینگتی اور ساری دنیا میں امن و آشتی کے نام نہاد اور انسانیت کے علمبردار تماشائی بنے بیٹھے دیکھتے رہتے ہیں۔

امریکہ میں خانہ کعبہ سے ملتی جلتی ایک عمارت کی تعمیر جو دراصل شراب خانہ ہے

ادھر امریکہ میں انتہا اور شر پسند عناصر اسلام اور مسلمانوں کی توہین کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور وقتاً فوقتاً ایسی شرمناک حرکتیں کرتے رہتے ہیں جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہو اور انہیں مشتعل کیا جاسکے، حال ہی میں امریکہ کے شہر نیویارک کے مشہور کاروباری علاقہ مڈٹاؤن مین ہیٹن میں ایک عمارت تعمیر کی گئی ہے جو دیکھنے میں مسلمانوں کے مقدس مقام خانہ کعبہ سے ملتی جلتی ہے، اس عمارت کو Apple Mecca ''اپیل مکہ'' کا نام دیا گیا ہے، یہ عمارت دراصل ایک شراب خانہ ہے، جہاں ۲۴ر گھنٹے شراب اور دیگر مشروبات فروخت ہوں گے، امریکہ کے مقامی مسلمانوں اور مسلمانوں کی ویب سائٹس نے اس عمارت کے ڈیزائن اور اس میں شراب خانہ کھولنے پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلام کی کھلی توہین ہے، امریکی حکومت اس عمارت کا ڈیزائن اور نام فوراً تبدیل کرائے، امریکی مسلمانوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس عمارت کی تعمیر پر احتجاج کریں، واضح رہے کہ مسلم حکمرانوں کی کمزوری کے باعث مغربی ممالک میں اسلام کی توہین کا سلسلہ روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے اور مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود مغربی ممالک اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں۔ (ایکسپریس نیوز کراچی)

مسلمانوں کی غیرت کو للکار

مسلمانو! بیدار ہو جاؤ، تمہاری غیرت وحمیت کو کیا ہوا، کب تک خواب غفلت میں پڑے رہو گے، کل روز محشر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے اور دنیا میں کب تک رسوا ہوتے رہو گے، ذرا سوچو اور سمجھو، تمہارے نام سے تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں کانپتی تھیں، آج تمہیں کیا ہوا ہے، کل وہ تمہارے ہی تو آباء تھے، آج تم ان کے کیسے ناخلف ہو گئے کہ دنیا تمہارا تماشہ دیکھ رہی ہے اور تم شتر مرغ کی طرح اپنی خانقاہوں، مدرسوں اور مسجدوں میں سر چھپائے بیٹھے ہو، اور یہ خیال کر رہے ہو کہ تم تو محفوظ ہو، تمہارے تک کون پہنچ سکتا ہے ''ہنوز دلی دور است'' والے خیال کو دل سے نکالو، کل اندلس کے مسلمان تم سے کہیں زیادہ محفوظ تھے، ان کی خانقاہیں، ان کے مدرسے اور ان کی مسجدیں تم سے زیادہ مضبوط اور محفوظ اسلامی قلعے تھے مگر وہاں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی شان وشوکت خاک میں مل گئی، جب مسلمان تعیش اور آپسی چپقلش اور عدم اتحاد کے ماحول میں ہوتے ہیں تو اللہ کی ایسی پکڑ آتی ہے کہ کوئی ولی بھی نہیں بچ سکتا، میری کڑوی مگر سچی بات کو سنو، ایک ہو جاؤ، ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاؤ، دشمن تمہاری گھات میں ہے کہ کس وقت وہ تم کو لقمہ اجل بنا لے اور تمہاری داستان بھی نہ رہے داستانوں میں۔

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

مضمون نگار و مراسلہ نگار کا ہمدردانہ جذبہ دروں

آج کل عام اردو اخبارات وجرائد اور رسائل میں جب کوئی شخص دعوتی واصلاحی مضمون لکھتا ہے، یا ملک وقوم کے حالات سے متأثر ہوکر کوئی مراسلہ تحریر کرتا ہے، تو وہ اپنے دروں کی ترجمانی بڑے جذباتی، ہمدردانہ، مخلصانہ، داعیانہ اور اصلاحانہ بلکہ مربیانہ اور بعض مرتبہ ناقدانہ انداز میں کرتا ہے اور اپنے موقف کی پرزور وکالت اور وضاحت کرتا ہے، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے دل نکال کے رکھ دیا، اور میں نے جس فصیح وبلیغ انداز واسلوب میں یہ بات کہی ہے، اس سے زیادہ کی مجھ میں طاقت نہیں، اور وہ یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے، یا اس مشورہ پر عمل کرلیا جائے، یا اس مطالبہ کو پورا کیا جائے یا اس نقد کو قبول کرلیا جائے، تو مخاطب صحیح کردار ادا کرسکتا ہے، اور اس تحریر کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

مخاطب کی زبان میں نہ لکھنا
بھینس کے آگے بین بجانے کے مرادف

مگر اردو قلمکار یا کوئی دوسری علاقائی زبان کا بولنے اور لکھنے والا یہ بھول جاتا ہے کہ جس کو ہم اپنی تحریر یا مضمون میں مخاطب بنا رہے ہیں وہ خود یا اس کے کارندے اس زبان کو سمجھتے بھی ہیں یا نہیں، عام طور سے وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے یا اس لیے کہ مضمون فلاں اخبار یا رسالہ میں چھپ جائے اور واہ واہ ہوجائے اس لیے

لکھتا ہے، یا اگر واقعی اس میں ہمدردی اور اصلاحی جذبہ ہے بھی، تو یہ بے سود ہے، کیونکہ مخاطب جب آپ کی زبان اور آپ کی بات نہیں سمجھ رہا ہے، تو یہ بھینس کے آگے بین بجانے کے مرادف ہے، اس لیے کہ آپ کے سامنے والا تو انگریزی جانتا ہے یا عربی زبان جانتا ہے یا فرنچ جانتا ہے یا اسی طرح اور کوئی زبان جانتا ہے تو پھر اس کے لیے آپ کی تحریر بے فائدہ ہے، آپ ہی جیسے اس کو پڑھیں گے، مگر ان کے پڑھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی مسئلہ کا حل ہوگا۔

قلمکار کی زبان مخاطب کے مطابق ہونی چاہئے

اس لیے ایسے مراسلہ نگار اور مضمون نگار لوگوں سے ہماری یہ درخواست ہوگی- اور شاید ہماری اس بات سے سب کو اتفاق بھی نہ ہو مگر ہم بغیر معذرت کے عرض کرتے ہیں- کہ اپنی ایسی تحریروں کو جن میں ضمیر کی آواز ہو اور مخاطب انگریزی جاننے والا ہو، تو اپنی تخلیق یا اپنے افکار کا انگریزی میں ترجمہ کراکے انگریزی اخبارات ومیگزینوں کو بھیجا جائے اور اگر مخاطب عربی جاننے والا ہے تو عربی میں ترجمہ کراکے اس کو عربی اخبارات وجرائد میں بھیجا جائے، اس پر شاید کوئی یہ سمجھے کہ انگریزی کے اعلی معیار کے اخبارات ہماری بات کیونکر شائع کریں گے، یہ بات اس مادیت اور مفاد پرستی مصلحت بینی اور عصبیت اور جانبدارانہ دور میں سمجھ میں آسکتی ہے مگر ے

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

ہر مشکل آسان ہوسکتی ہے، شرط یہ ہے کہ آدمی ہراساں نہ ہو، ان اخبارات اور رسائل کے ذمہ داران کو اتنا مجبور کردیا جائے کہ وہ آپ کی تحریریں چھاپنے کے لیے آمادہ ہوجائیں، اور پھر آپ کی جو آواز اس وقت صدا بصحرا یا بے فائدہ ثابت ہوتی

ہے اور اپنے ہی ہم زبان لوگوں کی سمع خراشی کرتی ہے، وہ متعدی ہوکر نافع ہوجائے۔

یہ کام ناممکن تو نہیں مگر مشکل ہے

مثال کے طور پر اس وقت ہمارے بہت سے قلمکار حضرات اردو اخبارات میں امریکہ اور بش کی غلط حرکتوں کے خلاف لکھتے ہیں، یا اس کو اخلاقی دعوت دیتے ہیں، تو ان کے صریر خامہ کی وہاں تک رسائی اور گونج ہی نہیں ہوتی، اسی طرح کسی عرب حکمراں کو کوئی پیغام یا دعوت دی جاتی ہے، تو وہ بھی ان تک نہیں پہنچتی کیونکہ وہ اس زبان سے ناواقف ہیں، اس لیے اس کا کوئی فائدہ نہیں، اس سے بھی انکار نہیں کہ یہ کام آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے، مگر وسائل وترقی کے اس زمانہ میں اصحاب ثروت ورسوخ کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں۔

دنیا کا بااقتدار طبقہ اردو سے نابلد ہے

اس لیے ہماری باہمت اور باصلاحیت اور باتوفیق قلمکاروں سے گزارش ہے کہ جب بھی وہ کوئی اہم عالمگیر پیغام یا دعوت اپنے مضمون میں دینا چاہیں تو وہ اس کی بھی کوشش کریں کہ اس مضمون کا انگریزی یا عربی میں ترجمہ کراکر ان زبانوں کے اخبارات ورسائل کے مدیران تک ضرور پہنچائیں اور آج کل یہ عمل انٹرنیٹ وغیرہ پر بہت ہی آسان ہے، گوکہ اردو زبان دنیا میں بولی جانے والی انٹرنیشنل زبانوں میں تیسرے نمبر پر ہے، مگر دنیا کا صاحب اقتدار طبقہ اکثر اس پیاری عالمگیر زبان سے نابلد ہے، اس لیے ان کو انہیں کی زبان میں مخاطب کیا جائے ورنہ تو یہ معاملہ ہوگا کہ دوست کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا، زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم۔

پانچواں باب

ہندوستان میں فطرت کے خلاف بغاوت

ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے

ہندوستان کو حالؔی نے اکال الامم کہا ہے ، یہاں کی تہذیبیں، یہاں کے رسوم ورواج، یہاں کا طرز زندگی، یہاں کے لوگوں کے اطوار واخلاق سب مختلف ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ ملک تہذیبوں اور زبانوں کا گڑھ ہے، اس ملک کا تعلق ہمیشہ تہذیب سے، ثقافت سے، تمدن سے اور مذہب سے رہا ہے، یہاں کا مزاج مذہبی ہے، یہاں ہمیشہ مفسد اخلاق چیزوں کو برا سمجھا گیا ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا انسان، سب سے پہلا پیغمبر اسی سرزمین پر اترا ہے، اس لیے تاریخی اور تخلیق انسانی کے اعتبار سے بھی ہندوستان مذہبی ہے اور پہلے دن سے ہی اس کا تعلق آسمانی وحی اور اشوروانی سے ہے، اور دنیا والوں کی نظر میں اس کی حیثیت رہی ہے، لیکن اس ٹیکنالوجی (Technology) کے دور میں اور زمانے کی تیز رفتاری کے شڈول (Schedule) میں ہندوستان دنیا کے ترقی پذیر ملکوں سے ترقی کر کے ترقی یافتہ ملکوں کی صفوں میں جانے کے لیے کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اس کو تباہی کے دھانے پر پہنچانے کیلئے کچھ نام نہاد دانشوران قوم اور سیاست کے ٹھیکیداروں نے اور فطرت سے بغاوت کرنیوالوں نے اندھا دھند فائرنگ اور کوشش شروع کردی جس کو دیکھ کر اور سن کر مہذب ومتمدن اور مذہبی لوگوں کے منھ کھلے کے کھلے رہ گئے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف سے پانی وپتھر برسنے کیلئے، زمین سے آگ کے لاوے ابلنے اور شعلے بھڑکنے کیلئے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

فطرت کے خلاف بغاوت

ہوا یہ کہ ۲/جولائی ۲۰۰۹ء کو دہلی ہائی کورٹ کے دو خبط الحواس ججوں نے فطرت کے خلاف بغاوت کرنے کا اعلان کردیا، انہوں نے تعزیرات ہند کی ۱۵۰/سالہ قدیم دفعہ ۳۷۷/کا دائرہ محدود کرتے ہوئے قوم لوط کے عمل کو آپسی رضامندی کے ساتھ جائز قرار دے کر ہم جنس پرستی کی قانونی طور پر اجازت دیدی، ان لامذہب لوگوں نے (ان ججوں کو اس لیے لامذہب کہا ہے کیونکہ کسی بھی مذہب میں یہ عمل جائز نہیں ہے) ہم جنس پرستی کو جرم ماننے کو دفعہ ۲۱/کی خلاف ورزی قرار دیا ہے، جس دفعہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے طور پر زندگی گزارنے کا مساوی موقع ملنا چاہئے اور قانون کی نظر میں ہم سب برابر ہیں، ان عقل کے ماروں کو یہ تو سوچنا چاہئے کہ پھر تو خودکشی جیسے عمل کو بھی جائز ہونا چاہئے اور اسی قبیل سے جتنے گناہ کے یا جرم کے کام ہیں سب کو اپنے طور پر کرکے پورا پورا مساویانہ حق حاصل کرنا چاہئے۔

ملک کے دانشور حکما اور اطباء کی ذمہ داری

کہاں چلے گئے ہمارے ملک کے سائنس داں، اور ہمارے ملک کے بڑے بڑے اعلی دماغ دانشوران، اور اعلی ڈگریوں کے حاملین ڈاکٹر، جو بال کی کھال نکالتے ہیں، کہاں گئی ان کی حقائق کو تلاش کرنے کی طاقت، کیا ہو گیا ان کے طبی اور ڈاکٹری کے علم کو، کیا اس سلسلہ میں ان کی ڈاکٹری، یا ان کا علم، یا ان کی تحقیق ساتھ نہیں دے رہی ہے، اگر وہ اس قبیح فعل کو مضر سمجھتے ہیں تو کیوں وہ اپنے ملک کی پبلک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، چھوڑ دیجئے سیاست دانوں کو، ملک چلانے والے حکمرانوں کو، اس لیے کہ شاید ان کے علم میں اس عمل کے نقصانات نہیں ہیں، یا وہ کسی بیرونی

طاقت کے دباؤ میں ہیں، مگر ڈاکٹر حضرات تو اس کے نقصانات سے واقف ہیں، وہ کیوں اپنا احتجاج درج نہیں کرا رہے ہیں؟ یا ان کی سنی نہیں جا رہی ہے؟ جب وہ اپنے ملک کے مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، ان کی شفایابی کے لیے کوشش کرتے ہیں، تو یہاں تو اس غیر فطری عمل پر ان کی ذمہ داری دوگونہ ہوجاتی ہے، ان کی تو نیند حرام ہوجانی چاہئے، اور اگر ان کی بات کو مانا نہیں جا رہا ہے، تو ملک کے مہذب لوگوں کو لے کر سڑکوں پر آجانا چاہئے اور فطرت کے ساتھ بغاوت کرنے والوں کو بتانا چاہئے کہ تم نے جس چیز کو صحیح اور جائز قرار دیا ہے یہ صحیح نہیں ہے، یہ اصول فطرت کے خلاف ہے، یہ پیدا کرنے والے خالق کے حکم کے خلاف ہے، یہ ایک صحیح اور مہذب معاشرے کے لیے مخرب اخلاق ناسور ہے، اور اگر واقعی یہ عمل ان کے نزدیک صحیح ہے تو پہلے وہ دونوں جج آپس میں خود اس عمل کو انجام دیں اور پھر اپنے لڑکوں کو اور پھر اپنی لڑکیوں کو اپنے سامنے اس عمل کے کرنے کی اجازت دیں، اگر وہ اس کو کرسکتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کی اولاد ان کے سامنے اس عمل کو کررہی ہے، اور وہ دیکھ کر خوش ہورہے ہیں تو ان کا ضمیر مردہ ہوچکا ہے، ان کا دماغ چل چکا ہے، پھر زیادہ کچھ کہنے کی بجائے ان کو پاگل خانے میں ڈال دیا جائے۔

غیر فطری عمل کی وجہ سے اہل سدوم پر اللہ کا عذاب

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ملک کے سمجھدار، سنجیدہ، باعزت اور محترم لوگ اس گھناؤنے جرم کو جائز قرار دینے کی مخالفت کررہے ہیں، اور اپنے ملک کو ڈوبنے سے بچانے کی کوشش کررہے ہیں، اگر ان سنجیدہ، معزز اور سمجھدار لوگوں کی بات نہ چلی اور یہ قانون عملی طور پر چل پڑا، پھر اس کے ملک کے تباہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لیے کہ جو لوگ ادیان عالم اور مذاہب کی تاریخ سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ

خدا کی اس دھرتی پر سب سے پہلے اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب قوم لوط نے کیا، اللہ کے پیغمبر نے ان کو سمجھایا، مگر انہوں نے نہ مانا اور اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اسی طرح آزادی سے اس غیر فطری عمل سے مساویانہ حقوق کے طور پر اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے طور پر لطف اندوز ہونے کی کوشش کی اور اس ناپاک عمل سے سدوم کی سرزمین کو داغدار کرکے ناپاک کیا، تو اہل سدوم پر اللہ کا عذاب آیا، سدوم بیت المقدس اور اردن کے درمیان ایک مقام تھا، اہل سدوم سے پہلے اس فعل شنیع کا دنیا کی تاریخ میں دنیا کی کسی قوم نے ارتکاب نہیں کیا تھا، قرآن کریم اس کی گواہی دے رہا ہے، جب قوم لوط نے ہم جنس پرستی جیسی بدترین عادت سے توبہ نہ کی اور نہ پیغمبر لوط (علیہ السلام) کی مانی، تو اللہ کی طرف سے عذاب آیا، آسمان کی طرف سے ایک زبردست چیخ آئی اور حضرت جبرئیل نے اٹھا کر اس بستی کو پلٹ دیا، اور مزید ان لوگوں پر پتھر کی بارش کی، اور سارے کے سارے لوگ مر کے تباہ و برباد ہوگئے، آج بھی وہ جگہ بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان بحر میت کی شکل میں موجود ہے۔

غیر فطری عمل کے وکلاء کو بحر میت کا سفر کرنا چاہئے

ہندوستان کی حکومت کو چاہئے کہ ان ججوں کو بحر میت کا سفر کرائے تاکہ یہ لوگ وہاں کا تاریخی جائزہ لے کر آئیں، اس میں اگرچہ صرف جج ہی قصوروار نہیں بلکہ وہ تمام لوگ جو اس گھناؤنے اور گندے کام کی وکالت اور سفارش کررہے ہیں، اور جنھوں نے اس موضوع کو پارلیمنٹ میں اٹھایا ہے اور اس کی تائید میں دستخط کئے ہیں، وہ تمام بھی اللہ کے نزدیک اور انسانی معاشرے کے نزدیک بڑے مجرم ہیں، ان سب کو بحر میت جانا چاہئے، اگر ان تمام مجرمین نے بحر میت اور قوم لوط کی سزا سے سبق حاصل نہ کیا اور اس قانون پر لگام نہ کسی تو ہندوستان کو تباہ ہونے سے دنیا کی کوئی

طاقت نہیں بچاسکتی ہے، نہ امریکہ بچاسکتا ہے،اور نا ہی وہ ملک بچاسکتے ہیں جہاں اس فعل کو پہلے سے ہی جواز حاصل ہے، بس اللہ ہی حفاظت فرمائے ،اور پڑھے لکھے اور ایجوکیٹیڈ (Educated) ہونے اور مہذب وشائستہ ہونے کے دعویداروں کو عقل سلیم عطا فرمائے اوراس فعل کی قباحت اوراس کی شناعت ان کے دل میں بٹھا کر اپنے ملک کوتباہی سے بچانے کی توفیق وجرأت اور ہمت عطا فرمائے۔"وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلیٰٓ اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَالنَّاسَ لاَ یَعْلَمُوْنَ"۔

❁❁❁❁❁❁

ہندوستان میں کرپشن اورفرقہ واریت

زندگی کے ہرشعبے میں کرپشن

اس وقت ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں زندگی کے ہرشعبے میں کرپشن ہی کرپشن ہے، اور یہ کرپشن اپنی معنوی وسعت، زمانی اور مکانی رقبہ کے پھیلاؤ کے اعتبار سے بھی بہت ہی اہم اور خطرناک ہے اوراس کے اثرات اورنتائج سے ملک کا ہرانسان متاثر ہے، ہندوستانی معاشرے میں ایک زہر پھیل رہاہے، وہ زہر اتنا متعدی ہوگیاہے کہ اس نے اچھے اچھے لوگوں، پڑھے لکھوں اورنوجوانوں کواپنی لپیٹ میں لے لیاہے،اوروہ ایک ناسور کی شکل اختیار کرچکا ہے۔

ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے

حالانکہ ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے، یہاں ہمیشہ رواداری، ہمدردی، اتفاق واتحاد،ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنے کا درس دیا گیاہے،اور یہاں کے لوگوں نے اس کوسمجھا اوراپنایاہے،اوراپنی زندگیوں میں اس کوجگہ دی ہے، یہاں ہندومسلم آپس میں بھائیوں کی طرح، ایک خاندان کے ممبروں کی طرح، ایک آبادی،ایک محلّہ میں ایک دوسرے کے پڑوسی بن کررہے ہیں،اورایک دوسرے کے دکھ درد،خوشی وغمی،موت وحیات کے موقع پرکام آتے رہے ہیں،اور یہ ایک لمبی تاریخ ہے،اس طرح ہندومسلم اس سرزمین پر ہزاروں سال سے زیادہ سے رہتے آرہے ہیں۔

غیر ملکی سوداگروں کی آمد اور ہندوستان پر قبضہ

یہ ملک اپنی خوشحالی، خداداد صلاحیت، سرسبز و شادابی، قدرتی خزائن کی بنا پر سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا، ملک کی اس خوش حالی، ترقی اور ہریالی پر دشمن خدا، دشمن انسانیت، انگریز کی رال ٹپکنے لگی اور یہ غیر ملکی سوداگر تجارت کے بہانے سے یہاں آکر اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے، یہاں کے غیور مسلمانوں و غیر مسلموں کو ان سفید فام سوداگروں کی چال بازیوں کا جب علم ہوگیا، اور انہوں نے ان کو بھانپ لیا تو ملک کو ان کے ناپاک ارادوں اور ناپاک نفوس سے پاک کرنے کا فیصلہ کرلیا، اور اس سلسلہ میں ہندو مسلم، سکھ وغیرہ سبھی جٹ پڑے اور جان توڑ کوششیں کیں، بلکہ لاکھوں لوگوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کردئے، پھانسی کے پھندوں کو گلے سے لگایا اور جان جان آفریں کو پیش کردی۔

لڑاؤ اور حکومت کرو

جب انگریز نے اس کو محسوس کرلیا کہ یہ لوگ ہندو مسلم متحد ہیں اور ہم کو بھگا کر ہی دم لیں گے، تو انہوں نے Divide and Rule کا فارمولہ اختیار کیا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو، انہوں نے ہندو مسلم فرقہ واریت کو بھڑکایا، آپس میں ہندو مسلم کو لڑایا، ان میں دشمنی پیدا کردی، پھر مسلمانوں میں ذات برادریوں کے نام پر تقسیم کرائی، غیر مسلموں میں بھی توڑ پیدا کیا، یہاں تک کہ ہندوستانی اتحاد ہی کو نہیں بلکہ ملک کو توڑنے کے بیج بوئے، بالآخر ہندو مسلم فرقہ واریت پھیلی، جو ہزاروں سالوں سے ایک ساتھ رہ رہے تھے، وہ ایک دوسرے کی جانوں کے دشمن بن گئے، اور وہ ملک جو سونے کی چڑیا تھا، اس کو لوٹ لیا اور اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرادیا، اور ہزاروں سال

کا بنا ہوا کھیل کھو دیا۔

انگریزوں نے ہندو مسلم دشمنی کیسے پیدا کی؟

انگریز نے ہمیشہ بڑی ہوشیاری سے اپنی سازشوں کو کامیاب کیا، ایک ہندو لیڈر نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے کہ ”جب انگریزوں نے محسوس کیا کہ یہ ہندو مسلم متحد ہوکر ہم کو بھگا دیں گے اور ہماری حکومت نہیں چلنے دیں گے، تو انہوں نے آپس میں توڑ ڈالنے کی، آپس میں نفرت پیدا کرنے کی، بلکہ ایک دوسرے کو دشمن بنانے کیلئے ایک چال چلی، چونکہ ان کو معلوم تھا کہ ہندو گائیں کو گاؤ ماتا کہتے ہیں، وہ اس کا احترام کرتے ہیں، اور انگریز گائیں کا گوشت کھاتا ہے، پورے ملک میں ان کے ساڑھے تین سو گائیں کے مقتل تھے، جہاں پر گائیں ذبح ہوتی تھیں، تو ملکہ وکٹوریہ نے اپنے ایک گورنر لینس ڈاؤن کو ۱۸۹۴ء میں ایک خط لکھا کہ جتنے بھی گائیں کے مقتل ہیں، سب میں مسلمانوں کی بھرتی کرو، اور ہندوؤں کو بتلاؤ کہ دیکھو، یہ مسلمان تمہاری گاؤ ماتا کو ذبح کرتے ہیں، کاٹتے ہیں، اور انگریزوں نے گائے کا مقتل کلکتہ کے کینٹ ایریئے سے شروع کیا اور پورے ہندوستان میں ساڑھے تین سو کینٹ ایریا بنائے اور ساڑھے تین سو ہی ذبح خانے بنائے، کروڑوں گائے کٹی، کاٹی مسلمانوں نے اور کھائی انگریزوں نے، اب ہندو مسلمانوں کے دشمن ہوگئے اور فسادات شروع ہوگئے۔

ہندوستان کی تاریخ میں پہلا ہندو مسلم فساد

وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی تاریخ میں ۱۸۹۴ء سے پہلے کوئی ہندو مسلم فساد نہیں ہوا، ملکہ وکٹوریہ کے اس خط کے بعد اور اس سازش کے بعد پہلا فساد دسمبر ۱۸۹۴ء

میں ہوا، اس کے بعد فسادات کی آگ بھڑک گئی، جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور ملک کے مختلف حصوں میں اب تک سینکڑوں فسادات ہو چکے، جن میں لاکھوں کا جانی و مالی نقصان ہوا۔

انگریزوں کی محنت رنگ لائی

جب ہندو مسلم کے درمیان دشمنیاں بڑھ گئیں، ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن گئے، اور موقعہ ملنے پر فسادات ہونے لگے، اب کہاں تو ہندوستانی ہندو مسلم کی آواز انگریز کے خلاف تھی، ان کو ملک سے نکال پھینکنے کی تھی، اب آپس میں ایک دوسرے کے دست و گریباں ہو گئے، اب گاؤ رکشا کا مسئلہ سامنے آگیا اور آزادی کا مسئلہ بھول گئے، آپس میں لڑنے مرنے لگے، انگریزوں نے ساٹھ ستر سال تک اس سلسلہ میں محنت کی، ان کی یہ محنت رنگ لائی۔

ہندوؤں کی تنظیم

پھر ہندوؤں کے بعض لوگوں نے ہندو راشٹر بنانے کی فکر اور کوشش شروع کر دی اور اس سلسلہ میں مستقل انہوں نے ''آر ایس ایس'' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈال دی، اس تنظیم کے سلسلہ میں ایک ریٹائرڈ ہندو پروفیسر جناب رام بنیانی نے حیدرآباد کی ایک کانفرنس میں کہا کہ ''آر، ایس، ایس'' نے اور اس کے لوگوں نے کبھی انگریز کے خلاف لڑائی نہیں لڑی، اور ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں کچھ کوشش نہیں کی، لیکن انہوں نے ایک طریقہ اختیار کیا، کہ اپنی فکر کے لوگ پیدا کئے، اور ملک کی مشینری میں داخل کئے، اب حکومت کسی بھی پارٹی کی رہے، مگر کرپشن، برائی، فرقہ واریت، فسادات اور کرائم پر اس لئے کنٹرول نہیں ہو پاتا، کیونکہ مشینری

میں وہ لوگ داخل ہیں، جو ملک کی جمہوریت کو مجبوراً تو قبول کرتے ہیں لیکن اپنے عمل اور سوچ سے جمہوریت کے خلاف ہندو راشٹر کی بات کرتے ہیں، اس لئے فرقہ واریت اور کرپشن ختم نہیں ہوتا۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی اتحاد کا نعرہ لگایا جائے

ایسے حالات میں ملک کے سنجیدہ افراد کو یہی نعرہ لگانا چاہئے کہ مسلم ہندو، سکھ، عیسائی، آپس میں سب بھائی بھائی، جب تک یہ نظریہ قائم نہ ہوگا، اس نظریہ کے حامل افراد حکومت میں نہیں آئیں گے، تو ملک کو کرپشن اور تباہی سے نہیں بچایا جا سکے گا، اس لئے تمام سنجیدہ اور عقل و دانش والے افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ملک کو بچانے کی فکر کریں، ہمارے پرکھوں نے اس ملک کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے، ان کی قربانیوں کی بنا پر، ان کی آتما کو شانتی جبھی ملے گی، ان کی روح کو سکون بھی تبھی ملے گا، جب ہم سب مل کر اس ملک کو سینچیں گے، اس کی ڈانواڈول کشتی کو پار لگائیں گے، ملک کا برا چاہنے والوں کا مقابلہ کریں گے اور ملک کو تباہ ہونے سے بچائیں گے، اللہ تعالیٰ اس ملک کی اور اس کے باشندوں کی حفاظت فرمائے اور میر عرب کو جہاں سے ٹھنڈی ہوا آئی، اس کو سرسبز و شاداب رکھے، اور ملک کے جو دشمن ہیں، یہاں کی ایکتا، یہاں کے پریم کے جو مخالف ہیں اللہ ان کو سمجھ دے۔

ہندوستان دوبارہ سونے کی چڑیا بن سکتا ہے!

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے

ہندوستان ایک ایسا جمہوری اور سیکولر ملک ہے، جہاں پر مختلف تہذیبوں، ثقافتوں، لہجوں اور مختلف ادیان و مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں، یہاں طرح طرح کے خیالات، افکار و نظریات کے لوگ رہتے ہیں، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی مثال پوری دنیا میں دی جاتی ہے، یہاں کا ہر باشندہ اپنی جمہوریت اور سیکولرزم پر ناز اور فخر کرتا ہے، ہندوستان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس چمن میں مختلف قسم کے پھول کھلتے اور مہکتے ہیں، اقبال نے اس ملک کو ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' جیسا طمغہ دیا تھا، گویا کہ ساری دنیا سے اچھا ہمارا ہی ملک ہے، اسی لئے آئین ہند میں یہ بات درج ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے، یہاں پر ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

آئین کی مخالفت اور ناقدری

اب اگر کوئی اس ملک میں کسی کے مذہب، کسی کے قانون، کسی کے طور طریقے اور کسی کی شادی بیاہ میں دخل اندازی کرتا ہے، یا کسی کے ذاتی قانون یا پرسنل لاء میں چھیڑ چھاڑ یا ترمیم کی بات کرتا ہے، تو گویا کہ وہ آئین ہند کی مخالفت اور ناقدری کرتا ہے، مسلمان بھی چونکہ اس ملک کی ایک اکائی ہیں، جن کا دستور، جن کا مذہب آسمانی اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے، مذہب اسلام کے قوانین اور اس کی ہدایات

و تعلیمات عین انسانی طبیعت اور اس کے ذوق و مزاج کے مطابق ہیں، اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو دستور اور قانون ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اکمل اور مکمل، ہر زمانہ، ہر جگہ اور ہر دور کے لئے بنایا ہے۔

یہ قانون خداوندی میں تبدیلی کی بات ہے

اب اگر اس قانون خداوندی میں کوئی تبدیلی کی بات کرتا ہے، تو وہ دوگنا ہوں کا مرتکب ہوتا ہے، ایک تو وہ ملک کے آئینی حقوق کو چھیننا چاہتا ہے، دستور ہند کے ساتھ کھلواڑ کرنا چاہتا ہے، اور دوسرے وہ خالق کون ومکاں کے دستور وقانون میں کمی نکالتا ہے، اور اسے ناقص ٹھہراتا ہے، جس کو کوئی بھی مسلمان ہی نہیں بلکہ عقل ودانش والا انسان پسند نہیں کرے گا، اس لئے چاہے طلاق ثلاثہ کا مسئلہ ہو یا مسلم پرسنل لاء کا، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے، اس میں تبدیلی چاہنے والے کو اپنے دماغ اور سوچ کو بدلنا ہوگا۔

ملک کو ترقی یافتہ ملکوں میں شمار کرانے کیلئے کیا کیا ضروری ہے؟

پھر یہ بھی بات یاد رکھنے کی ہے کہ کسی ملک کو ترقی یافتہ ملکوں کی صفوں میں کھڑا کرنے کے لئے یا ترقی یافتہ کہلانے کے لئے کسی کے پرسنل لاء، کسی کے مذہب کے ساتھ کھلواڑ کرنے، کسی کو دکھ تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ ملک کو ترقی یافتہ ملکوں میں شامل کرنے کیلئے ملک کے عوام کو سہولیات اور روزمرہ کی ضروریات بہم پہنچانا ضروری ہے، نیز سڑکوں کا، بجلی کا، پانی کا صحیح اور عمدہ انتظام ضروری ہے، آبادی میں صفائی ستھرائی کا اہتمام اور گلیوں کا پانی انڈر گراونڈ کرنے کی ضرورت

ہے، اور جملہ ترقی یافتہ ملکوں میں جو سہولیات ہیں، ان کو اپنانے میں ہندوستان کے عوام کی اور ملک کی ترقی ہے۔

جب ملک ترقی کرے گا

جب ملک ترقی کرے گا، تو عوام میں محبت اور بھائی چارگی بڑھے گی، اور جب بھائی چارگی بڑھے گی تو اتفاق واتحاد قائم ہوگا، اور جب اتفاق واتحاد قائم ہوگا تو ملک خود بخود مضبوط اور طاقتور ہوگا، جس سے ملک میں خوشحالی آئے گی، یہ بات ذہن نشین کرنی ضروری ہے کہ اگر ملک میں محبت و بھائی چارہ نہیں ہوگا، ایک دوسرے سے ہمدردی نہیں ہوگی، آپس میں چپقلش اور آپس میں تناؤ ہوگا تو دوریاں پیدا ہوں گی اور ملک کا امن وامان تباہ و برباد ہوتا رہے گا، ملک ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار ہوگا، کیونکہ جو طاقت ملک کو ترقی پہنچانے اور خوشحال کرنے میں لگنی تھی وہ منفی کاموں اور خرافات میں لگے گی، جس سے ملک کا امن ختم ہوگا، جھگڑے ہوں گے، جان و مال کا نقصان ہوگا، اور ہمارا پیارا ملک پیچھے چلا جائے گا۔

ہندوستان میں تعصب پرستی کا بول بالا

لیکن افسوس صد افسوس آج ہمارا ملک ہزار خوبیوں کے باوجود بھی دوسروں کی نگاہوں میں بے قیمت ثابت ہوتا جارہا ہے، کیونکہ اس ملک میں فرقہ پرستی اور تعصب پرستی نے اپنا ڈیرا جما رکھا ہے، اسی لئے ہر فرقہ کا آدمی دوسرے فرقہ کے آدمی کو دیکھ کر جلتا ہے، اس کی طرف سے دل میں نفرت رکھتا ہے، جبکہ کبیر داس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا ''ہندو مسلم، سکھ عیسائی، آپس میں سب بھائی بھائی'' مگر آج ہندوستان کے حالات خراب سے خراب ہوتے جارہے ہیں، کہیں مسلم پرسنل لاء کو

بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے، تو کہیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں، گویا کہ تعصب پرستی نے ملک کے آئین اور دستور کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں

اس لئے سبھی وطن کے باشندوں سے گزارش ہے کہ اس پیارے ملک میں آگ نہ لگاؤ، اس میں امن و بھائی چارہ کی سیاست کی جائے، محبتیں بانٹی جائیں، پیار بانٹا جائے، ایک دوسرے کے درد وغم اور دکھ وتکلیف میں کام آیا جائے، مذہب کے سلسلہ میں سب کو اپنے مذہب کے مطابق کام کرنے دیا جائے، یہ کام تو ملک کے دشمن انگریزوں کا تھا کہ آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو، وہ تو ساٹھ ستر سال پہلے ہندوستان سے چلے گئے تھے تو پھر اب کون ان کا ہمنوا ہے؟ جو اس طرح کی سیاست کررہا ہے، امید ہے کہ اگر آپسی بھائی چارہ کو فروغ ملا تو یہ ملک دوبارہ سونے کی چڑیا بن جائے گا، جس میں اللہ تعالی نے بے شمار خزانے رکھے ہیں: ''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی، وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ''(۱)

اے لوگو! اللہ تعالی نے آپ لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، پھر تمہیں خاندانوں، قبیلوں، برادریوں میں تقسیم کردیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یہ تمہارا الگ الگ برادریوں اور الگ فرقوں میں ہونا نفرت کیلئے نہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کو پہچاننے کیلئے ہے، اور اللہ تعالی کے نزدیک تم میں وہی زیادہ باعزت، صاحب حیثیت ہے جو اللہ تعالی کا سب سے زیادہ لحاظ کرنے والا ہوگا۔

---

(۱) سورۂ حجرات آیت ۱۳۔

چھٹا باب

اہل مدارس کی ذمہ داریاں

بعض اصلاحی باتیں

اس وقت مدارس اسلامیہ میں داخلوں کی کارروائیاں ہورہی ہیں، کہیں مکمل ہوگئی ہیں، اور تعلیمی نظام کی ترتیب قائم کی جارہی ہے، اسی مناسبت سے اہل مدارس کی خدمت میں بعض اصلاحی باتیں پیش کی جارہی ہیں، جیسا کہ ہمارے مدارس میں بہت سی چیزیں زمانے کے حساب سے بلکہ عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق اختیار کی جارہی ہیں، تاکہ ہمارے مدارس اوران میں پڑھنے والے طلبہ زمانے کا ساتھ دے سکیں ، زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرسکیں، اور وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہوسکیں، اس کی جتنی بھی جائز شکلیں ہیں، وہ اختیار کی جارہی ہیں، یاان کو اختیار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اوراس میں بلاشبہ دوسری تمام چیزوں کی طرح تنافس اور کمپٹیشن کا سا معاملہ ہے۔

طلبہ کے کھانے میں تنوع

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ جب ہمارے مدارس کی تعمیر کا معیار، حصول زر کا معیار، ترقی کا معیار، طلبہ کی کثرت کا معیار، نئے علوم اور فنون کی سہولت کا معیار اور بہت سی جدتوں کا معیار بڑھ رہا ہے، تو کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی طرف اہل مدارس دھیان نہیں دینا چاہتے ، یاان کا ذہن ان باتوں کی طرف نہیں جاتا، مثلاً طلبہ کے کھانے میں کچھ تبدیلی لانے کا مسئلہ ہے، اس طرح کہ کھانے میں تھوڑا تنوع ہونا

چاہئے، کیونکہ وسائل کی فراوانی ہے، اورخرچ ہرطرح کے کھانے میں ہوتا ہے،اس تنوع سے تمام ہی اہل مدارس واقف ہیں، کیونکہ جب ہمارے مدارس میں متمول،تجار، بزنس مین، یامخیّرین حضرات تشریف لاتے ہیں توہمارے دسترخوان بہت وسیع ،متنوع اورمعیاری ہوتے ہیں، اگرچہ اس میں مہمانوں کا استقبال اورانکی تکریم اوران کی توجہ کو اپنے مدرسہ کی طرف مبذول کرانا مقصود ہوتا ہے،تو طلبہ جومہمانان رسول ہیں،اورجن کی وجہ سے مخیّرین مدارس کا تعاون کرتے ہیں، ان کے لئے کیوں تنوع ممکن نہیں، جب کہ معمولی سا تنوع بھی ان کے لئے کافی ہوجاتا ہے، پھرکیابات ہے کہ ان کو صرف دال یاایک وقت گوشت اورایک وقت دال ہی دی جاتی ہے،کبھی کبھار پلاؤ بھی دی جاتی ہے، حالانکہ تھوڑی سی توجہ سے یہ معاملہ حل ہوسکتا ہے، پورے ہفتے کا Menu بنادیا جائے ،اورپھروہ مینومخیرین کودکھایا جائے تو وہ خوش ہوکرزیادہ تعاون کریں گے۔

کھاناایک جگہ کھلایا جائے

دوسری بات کھانے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ یاتو طلبہ کوڈائننگ ہال میں یاکسی بھی ایک جگہ بٹھا کرکھلایا جائے ،اگراس میں دشواری ہوتوالگ الگ ناشتے دان میں کھانا دیا جائے ،تاکہ کھانے کی بے حرمتی نہ ہواور طلبہ بے ڈھنگے انداز پر روٹی اورسالن لیکر نہ بھاگیں۔

طلبہ کے لئے الگ الگ تخت کاانتظام ہو

ایک بات رہائش کے بھی متعلق عرض کرنی ہے کہ طلبہ نیچے مل مل کرجولیٹتے ہیں، اس سے بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں،اس لئے الگ الگ بیڈ یاتختوں یا چارپائیوں کاانتظام کیا جائے ، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھائی بہنوں کے سلسلہ میں حدیث ہے:”مُرُوا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ

عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ“(۱) کہ جب وہ دس سال کے ہوجائیں توان کے بستر الگ کردئے جائیں،تو یہاں توسب حقیقی بھائی بھی نہیں ہیں، پھراس کی طرف اہل مدارس کا کیوں دھیان نہیں جاتا؟ کیونکہ نیا تعلیمی سال شروع ہورہا ہے،اس لئے ان باتوں کی تذکیر کی جارہی ہے، کہ شاید کسی کے دل میں اترجائے اورکوئی اچھی شکل اختیار کرلی جائے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے

ایک اہم بات بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ان کی تعلیم کی طرف پورادھیان دیا جائے ،قرآن شریف ناظرہ یا حفظ صحت الفاظ اورتجوید کے ساتھ پڑھایا جائے ،اوران کواردو لکھنے پڑھنے کی صحیح مشق کرائی جائے ،اورتربیت بھی خاص طور سے کی جائے ، مثلاً وضوعملاً کرکے دکھائی جائے ،نمازعملاً پڑھ کرہر واجب وسنت کودھیان سے بتلایا جائے ، ہروقت وموقع کی مسنون دعائیں پڑھوائی جائیں، بلکہ ان کی عادت ڈالی جائے اورمزاج بنایا جائے ، ذکرکی بھی عادت ڈالی جائے ،تسبیحات کا بھی معمول بنایا جائے ، کہ یہ سب باتیں ابھی مدرسے کی زندگی میں جلدی سے حاصل ہوسکتی ہیں، بعدمیں مزاج بنانا مشکل ہوتا ہے،طالب علم کچے گارے کے مانند ہوتا ہے، جیسے اس کوڈھالنا چاہیں،ڈھالا جاسکتا ہے، اساتذہ اورذمہ داربھی سنتوں کی پابندی کریں ، کھانے کی سنت ، پینے کی سنت ، لیٹنے کی سنت، چلنے پھرنے کی سنت،نہانے دھونے کی سنت گفتگو کی سنت غرضیکہ ہروقت کی سنتوں کا استحضار کرکے عمل کیا جائے ،اورعمل کرایا جائے ، پہلے بہ تکلف ان چیزوں کی عادت ڈالنی ہوگی ، پھرعادت بن جائے گی ،اورپھرسنتوں پرچلنے کا مزاج اور

(۱)سنن ابوداؤد،حدیث نمبر۴۹۲۔

ذوق ہی نہیں بلکہ ذائقہ حاصل ہوجائے گا، اللہ تعالی مجھے بھی اور سبھی قارئین کو اتباع سنت نصیب فرمائے۔

دعوت وتبلیغ کے شعبہ کو بھی زندہ کیا جائے

دعوت وتبلیغ کا مزاج بنانے کے لئے ہر ہفتہ محلے میں طلبہ کی جماعتیں بھیجی جائیں اور صحیح اسلامی اور دعوتی اصول ان کو بتلائیں جائیں، اور زندگی میں نافذ کرنے کی ہدایت کی جائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو اہل مدارس کو اس سے غفلت برتنے پر خطرناک انجام سے دوچار ہونا پڑسکتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے، اس لئے اہل مدارس، اور ارباب بست وکشاد سے مخلصانہ درخواست کی جاتی ہے کہ امت کا جو پیسہ اور سرمایہ لگ رہا ہے، وہ صحیح لگ جائے، اور طلبہ کی تعلیم وتربیت کا، ان کا دعوتی مزاج بنانے کا اور اتباع سنت کا ماحول قائم کرنے کی کوشش کی جائے، اہل مدارس اس سلسلہ میں اپنے اکابر علماء سے مشورہ کریں بلکہ جو اس راہ کے رہ نورد ہیں اور ان کو تجربہ حاصل ہے، ان کا مشورہ لیں اور ان کی بات پر عمل کریں۔

اہل مدارس کو ہر آدمی مشورہ دیتا ہے

آج کل ایک بات بہت تجربہ میں آتی ہے کہ اہل مدارس اور ذمہ داران کو ہر آدمی مشورہ دینے کے لئے تیار ہے، پروفیسر صاحب، انجینئر صاحب، میجر صاحب، ڈاکٹر صاحب، میکینک صاحب، تاجر صاحب اپنا مخلصانہ مشورہ تھوپتے رہتے ہیں، حالانکہ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا، کہ کسی انجینئر کو کوئی ڈاکٹر انجینئرنگ کے سلسلہ میں مشورہ دیتا ہے، یا کوئی انجینئر کسی ڈاکٹر کو کسی مریض کے سلسلہ میں کوئی مشورہ دیتا ہے، پھر کیا بات ہے کہ صرف اہل مدارس کو ہی ہر آدمی اپنا مشورہ دینے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ تھوپنے کی کوشش کرتا ہے، آج کل مدارس میں تعلیمی انحطاط کا یہ بھی ایک سبب ہے۔

تعلیمی انحطاط کا ایک اہم سبب

راقم کو مولانا مفتی خبیب رومی نے بتلایا کہ ایک مرتبہ ندوہ میں حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ایک میٹنگ کی، جس میں مدارس میں تعلیمی انحطاط کے اسباب وعلل کے سلسلہ میں اساتذہ کرام کی رائے لی، اس زمانے میں ندوہ کے مہتمم مولانا ابوالعرفان صاحب ندویؒ تھے، وہ خاموشی سے سن رہے تھے، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے پیش کیجئے، تو انہوں نے بتلایا کہ سب سے اہم سبب تعلیمی انحطاط کا یہ بھی ہے کہ مدارس میں مثلاً چائے بیچنے والا چندہ دیتا ہے، وہ چندے کیساتھ ساتھ اپنی رائے بھی دیتا ہے کہ اہل مدارس کو یہ پڑھانا چاہئے، اسی طرح ہر صنعت کار اور تاجر چندے کیساتھ ساتھ اپنی رائے اور مشورہ بھی تھوپتا ہے، کہ آپ حضرات کو یہ کرنا چاہئے، یوں پڑھانا چاہئے، بھلا جو آدمی چائے بیچتا ہے، یا تجارت کرتا ہے، یا فرنیچر بناتا ہے، اس کو کیا معلوم کہ مدرسہ کس طرح چلتا ہے، اس میں کیا ضرورتیں پڑتی ہیں، کیا کیا اس کے لوازمات اور ضروریات ہیں، آج کل یہ سب باتیں ہمارے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں، بس اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

ذمہ داران مدارس سے مخلصانہ گزارش

بہرحال ذمہ داران مدارس سے گزارش ہے کہ تمام پہلوؤں کی طرف غیر جانبدارانہ انداز پر سوچیں، یہ نہ سوچیں کہ کس نالائق نے یہ باتیں لکھی ہیں، بلکہ یہ دیکھ لیں کہ واقعی باتیں اس قابل ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے یا نہیں، اور کچھ تبدیلی لائی جائے یا نہیں؟ بس انسان کے ذرا سے سوچنے پر بڑی تبدیلی آسکتی ہے، اور اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ارباب مدارس کا تزکیہ

مدارس اسلامیہ کا انحصار عوامی چندہ پر ہے

مدارس کے کردار، مدارس کی اہمیت وافادیت سے کوئی بھی ہوش مند مسلمان انکار نہیں کرسکتا، مگر جب لوگوں کے ذہن میں کسی چیز کی پیداوار کی کثرت محسوس ہونے لگتی ہے، پھراس کی افادیت کا احساس کم ہوجاتا ہے، یہی حال کچھ آج کل مدارس کے سلسلہ میں دیکھنے میں آرہاہے، چونکہ مدارس کا مادی انحصار عوام، تجار اور مخیّرین حضرات کے چندہ پر ہے، اس لئے ارباب مدارس اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں، اوران سے مدارس کے سلسلہ میں چندہ حاصل کرتے ہیں اور سب مسلمانوں کا چندہ دینے کا مزاج نہیں یاسب اس قابل نہیں کہ وہ چندہ دیں، اس لئے جولوگ چندہ دیتے ہیں، انہیں کے پاس ارباب مدارس کی لائن لگی رہتی ہے، وہیں کثرت محسوس ہوتی ہے، اوروہ تجار یامخیّرین حضرات محسوس کرتے ہیں کہ مدارس کی کثرت ہے، اسی لئے سوال کرتے ہیں کہ کتنے مدارس ہیں؟ حالانکہ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے ۴ رفیصد بچے ہی مدرسوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، ظاہر ہے کہ ۴ رفیصد بچوں کے لئے کتنے مدارس ہوں گے، اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ارباب مدارس جہاں چندہ ملتا ہے وہاں جاتے ہیں

یہ بات ہرانسان کی طبیعت میں ہے کہ جہاں اس کو اپنا مقصد حاصل ہوتے ہوئے نظرآتا ہے، یااس کی مطلب برآری ہوتی ہے تووہ وہاں جاتا ہے اور یہ بات

گویااس کی فطرت میں شامل ہے، اس لئے ارباب مدارس کو جہاں معلوم ہوجائے کہ وہاں سے چندہ مل سکتا ہے، یاملتا ہے، تووہ جب بھی ضرورت محسوس کرتے ہیں تووہاں کے چکر کاٹتے ہیں، اب یہ مخیّرین اورتجار کے کردار کی آزمائش کا وقت ہوتا ہے کہ وہ ارباب مدارس یامحصلین مدارس کے ساتھ کیارویہ اختیار کرتے ہیں اور کس طریقے سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں، اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اچھے تاجر اچھے مخیّرین ضرور مدد کرتے ہیں، مگروہ بھی بشر ہیں، بعض مرتبہ وہ ایسے انداز سے پیش آجاتے ہیں کہ بخدا دل ٹوٹ کے رہ جاتا ہے اور نفس کا اچھا خاصا تزکیہ ہوجاتا ہے، اس سلسلہ میں تمام ہی اہل مدارس کو اپنے اپنے حساب سے اپنے دل اور نفس کے تزکیہ کا موقع ملا ہوگا، وہ گھڑی بڑی آزمائش کی بھی ہوتی ہے اور بڑی صبر آزمابھی، اس لئے اس وقت سنبھلنا بہت اہم ہوتا ہے۔

بعض مخیّرین تجار کے ساتھ کا تجربہ

راقم سطور کو بھی اس طرح کے واقعات سے واسطہ پڑا ہے، ایک بہت اچھے مخیّر اورتاجر جن سے تعلق بھی خوب اوروہ تعاون بھی خوب کرتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوا کہ ان کوفون کیا، تووہ غصے میں آپے سے باہر ہوگئے، بلکہ پاگل کی طرح گفتگو کرنے لگے اور کہنے لگے کہ پیسے کے لئے مجھے فون نہ کرنا، اسی طرح ایک صاحب بہت تعاون کرتے ہیں تشریف لائے، جب ان کو اسٹیشن چھوڑنے کیلئے جانے لگے، راستہ کی خرابی کی وجہ سے دیر ہونے کا امکان تھا، تووہ ایسی واہی تباہی بکنے لگے اور بدتمیزی پر آگئے کہ دل ٹوٹ کے رہ گیا۔

ایک بڑے تاجر اور مخیّر جنہوں نے بڑا تعاون کیا، اورآئندہ بھی تعاون کا وعدہ کیا اور بہت اچھے اخلاق سے پیش آئے پھرانہوں نے کہا کہ ہمارا کوئی نمائندہ مدرسہ

دیکھنے کیلئے آئے گا، وہ کسی بھی وقت آسکتا ہے، ایک مرتبہ ان کو فون کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں خود آؤں گا، کچھ دنوں کے بعد جب ان کو فون کرکے یاد دلایا گیا، تو وہ ناراض ہوگئے کہ آپ مجھے فون کرکے ڈسٹرب نہ کرنا اور مجھے فون نہ کرنا، عجیب لگا، یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے اور یہ محسوس ہوا کہ بس کریم آقا ہی ایسا ہے کہ جب بھی پکارو وہ سنتا ہے، باقی اہل دنیا میں تو کوئی کتنا بھی با اخلاق ہو، اکتا ہی جاتا ہے۔

علماء کے ساتھ جماعت والوں کی نازیبا حرکت

رمضان میں ایک ایسی جگہ جانا پڑا جہاں ٹھہرنے اور کھانے کا کوئی انتظام نہیں، ایک صاحب نے کہہ دیا کہ مسجد میں جماعت آئی ہوئی ہے، ان کے ساتھ لیٹ جانا اور سحری بھی انہیں کے ساتھ کھالینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جب سب لیٹ گئے، چپکے سے جاکر مسجد کے اوپری حصہ میں لیٹ گئے، اور سحری میں اٹھ کر جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوگئے، تبھی آخر میں دو مقامی آدمی آگئے، دسترخوان پر انہوں نے ہمیں دیکھا، تو پہلے تو ان کو بار سا محسوس ہوتا رہا، اور وہ کچھ بھی ہماری طرف بڑھانے کے لئے راضی نہ ہوئے، کچھ دیر کے بعد اللہ نے ان کو سمجھ دی، کچھ کھانا انہوں نے ہمارے سامنے بڑھایا، اور ہم نے بہت شرم اور عار کے ساتھ کھایا، پھر ان جماعت والوں کو مقامی لوگوں نے ہدایت کردی کہ مسجد کے اوپر کے حصہ میں آتے جاتے وقت تالا لگادیا کرو، تاکہ کوئی دوسرا بغیر جماعتی یہاں نہ ٹھہر سکے، انہیں ایام میں ہمارے ایک عالم ساتھی نے مسجد کے غسل خانہ میں غسل کرلیا، تو وہاں جماعت والوں کو تالا لگانے کی ہدایت کردی گئی، وہ جماعت والے پاکستان کے تھے، ان کو مقامی لوگوں کے اس عمل سے وحشت ہوئی، اور وہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہم سب ساتھی جماعت والے رکشہ چلانے والے ہیں، اور ہماری اس قدر پزیرائی ہو رہی

ہے، اور آپ لوگ عالم ومفتی ہو اور آپ کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے، چنانچہ ہم لوگ فاقہ کشی کے عالم میں ہی رہے، نہ رہنے کا ٹھکانہ نہ کھانے کا نظم، دل پر عجیب عجیب باتیں وارد ہوئیں، اور یہ خیال ہوا کہ اے اللہ! یہ ذلت ونکبت تیرے دین کے علمبرداروں کیلئے؟ اور یہ دعائیں کیں کہ یا اللہ کوئی ایسا انتظام کردے کہ یہ دھکے نہ کھانے پڑیں۔

ایک بزرگ کی مدرسہ کیلئے ذریعہ آمدنی بنانیکی نصیحت

اس طرح کے حالات سے دلبرداشتہ ہوکے راقم نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کو یہ حالات لکھے، تو حضرت والا نے ایک تو یہ نصیحت فرمائی کہ دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں، دل توڑنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ یہ کام آپ اپنے لئے نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے کر رہے ہیں، اس لئے صبر وتحمل سے کام لیجئے، اور مدرسے کے لئے کوئی عمارت وغیرہ بنا کر آمدنی کا ذریعہ بنائیے، جس سے مدرسہ کے اخراجات پورے ہوسکیں۔

اللہ تعالی کے یہاں اجر کی امید

ان تمام حالات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہل مدارس اور محصلین حضرات کے نفس کا اور دل کا تزکیہ ایسا ہوجاتا ہے کہ شاید بہت سے مجاہدوں اور ریاضات سے بھی نہ ہوپاتا، اس لئے راقم کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالی ارباب مدارس اور صحیح محصلین کو ایک تو اس لئے کہ وہ اللہ کے نمائندے ہیں، دوسرے اس لئے کہ وہ اہل دنیا کی نظر میں مطعون رہے ہیں اور تجار ومخیرین نے بھی ان کی خوب لائنیں لگوائی ہیں، اس لئے

ان کو بغیر حساب وکتاب کے پہلے مرحلے میں ہی جنت میں پہنچا دے گا، انشاء اللہ، کہ یہ لوگ زندگی بھر اہل دنیا کی سن کر، مطعون ہو کر اور ان کے دھکے مکے کھا کر آئے ہیں، اللہ تعالی ہمارے اس گمان کو سچ کر دے، اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں پہنچا کر کرم کا معاملہ کر دے کہ اللہ کریم ہے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری

تعلیم وتربیت سے زندگی گل گلزار بن جاتی ہے

انسانی زندگی میں تعلیم وتربیت کی ہمیشہ اہمیت وافادیت رہی ہے، بلکہ جب جب تعلیم کے ساتھ تربیت کا فقدان ہوا ہے، تو اس تعلیم نے انسان کو زندیق بنا دیا ہے، اس لئے یہ دونوں لفظ ہمیشہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اور گو کہ دونوں بہت مختصر ہیں، مگر اپنی معنوی وسعت کا عظیم رقبہ رکھتے ہیں، جیسے تعلیم سے زندگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور روشنی ملتی ہے، اسی طرح تربیت سے اس علم کی جو انسان نے سیکھا ہے، زندگی پر عملی تطبیق ہوتی ہے، پھر اس کی زندگی کا ہر عمل چاہے وہ جس شعبہ سے متعلق ہو، اس علم کی روشنی میں جو اس نے حاصل کیا ہے، بالکل صحیح اور موزوں ہوتا ہے، اور علم وعمل کا ایسا حسین سنگم اور دونوں میں ایسی خوبصورت تطبیق ہوتی ہے کہ زندگی گل گلزار اور سنہری بن جاتی ہے۔

آج کل علم کی کثرت، تربیت سے ناواقفیت

آج کل جب اہل علم کو دیکھا جاتا ہے تو ان کے علم کا سمندر ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے کہ معمولی سا آدمی اس کے سامنے ٹھہر بھی نہیں سکتا، مگر جب تربیت کے سلسلہ میں ان کو دیکھا جاتا ہے تو یہ دیکھ کر بڑی شرم آتی ہے کہ اتنی بڑی علمی قبا کا حامل اور ایسی اعلی صلاحیت کا مالک اور تربیت کے باب سے اس قدر نابلد، جس کو دیکھ کر ہنسی وشرم کی ملی جلی کیفیت کا احساس ہوتا ہے، چونکہ علم کی آماجگاہیں مدارس اسلامیہ ہیں، تو تربیت

گاہیں بھی مدارس اسلامیہ ہی ہونی چاہئیں، ایک دور تھا کہ طالب علم فارغ ہوتے ہوتے علم کے ساتھ تربیت کا، روحانیت کا اور عمل کا جذبہ لیکر نکلتا تھا، بلکہ مزکیٰ ہوکر نکلتا تھا، اور اگر وہ کمی محسوس کرتا تھا تو کسی خانقاہ میں کسی اللہ والے کی زیر سرپرستی، تزکیہ نفس اور تربیت کا ہنر جانتا تھا، اس لئے اس وقت آدمی جو کہتا تھا وہ کرتا بھی تھا، خود عامل تھا اور دوسروں کو عمل کی تلقین کرتا تھا، اس کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوتا تھا، اس کا دل نرم، اس کے اندر اخلاق کریمانہ، تواضع وعاجزی اور انکساری کا جوہر ہوتا تھا، اور وہ ہر آنے والے سے طیب خاطر سے ملتا، اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا، بداخلاقی سے کوسوں دور ہوتا گویا کہ وہ فرشتہ صفت انسان یا صحابہ کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا تھا۔

مدارس اسلامیہ میں تربیت کا فقدان

اس وقت مدارس اسلامیہ میں تعلیم پر تو خوب محنتیں ہورہی ہیں، قابل اساتذہ کا تقرر ہورہاہے، اعلیٰ تنخواہیں دی جارہی ہیں، مختلف تخصصات کے شعبے قائم ہورہے ہیں، طلبہ کو قیام وطعام کے ساتھ وظائف بھی دیئے جارہے ہیں، ہرفن میں مسابقے ہورہے ہیں، اور اس کیلئے بڑے پیمانے پر تیاریاں کی جاتی ہیں، مگر جس چیز کی کمی محسوس ہورہی ہے وہ صرف اور صرف تربیت ہے، تربیت کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ وہ صحیح اسلامی زندگی گزارے، اس کا رہنا سہنا اسلامی ہو، اس کا چال چلن، قول وعمل اسلامی ہو، اس کا درس وتدریس کا عمل، اس کی دعوت وتبلیغ کا عمل، اس کی تصنیف وتالیف کا عمل، اس کی اصلاح وتربیت کا عمل اس کی تجارت وزراعت کا عمل اور اس کی عام زندگی کا ہر عمل اسلامی ہو، اور اسلامی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کریم، حدیث رسول اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق اور اکابرین امت کے طرز زندگی کے مطابق ہو۔

اس مفہوم اور معنی کی تقریر تو ہر آدمی کرتا ہے، مگر خود اس کی عملی زندگی اس سے خالی

ہوتی ہے، اور اگر کسی پر بزرگی کا لبادہ بھی ہو، تو پھر اس کی خرافات بھی دینی ہی سمجھی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' سے بھی پہلوتہی برتی جارہی ہے، مصلحت بینی کا ایسا دور دورہ ہے کہ کوئی کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتا، اور اس کی اصل وجہ صرف اور صرف یہی عدم تربیت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر تھے

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے حدود متعین فرمائے ہیں، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ'' (۱) یعنی ایک سے بڑھ کر ایک ہے، علم ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں، اور پھر ان حدود کو قائم رکھنے کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا'' جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں اپنے نبیؐ کے اعلیٰ اخلاق وکردار پر مہر ثبت فرمادی: ''اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ'' (۲) آپ اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر ہیں'' ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ'' (۳) اگر آپ ترش ہوتے، بداخلاق ہوتے، کڑوے مزاج کے حامل ہوتے تو لوگ آپ سے نفرت کرکے چھٹ جاتے۔

ایک بڑے عالم کی بداخلاقی کا واقعہ

ان تمام حقائق کی روشنی میں پھر وہ کونسا دین ہے، وہ کونسا اسلام ہے، وہ کونسی بزرگی ہے کہ سراسر خود سنت نبی کے خلاف چل رہا ہے، اور پھر اس زعم میں ہے کہ وہ

(۱) سورۂ یوسف آیت ۷۶۔ (۲) سورۂ قلم آیت ۴۔ (۳) سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹۔

صحیح زندگی گزار رہا ہے، یا کم سے کم یہ احساس تک نہیں کہ یہ بات یا یہ طریق زندگی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ابھی قریب ہی کا واقعہ ہے کہ راقم ایک بڑے عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے، انہوں نے چپ چاپ آ کر اپنے کسی دنیاوی مسئلہ میں دعا کی درخواست کی، تو ان عالم صاحب نے زور سے اس بیچارے کو کہا ”دور ہو جا“ اور پھر کہنے لگے کہ ہر آدمی جو بھی آتا ہے دنیا ہی کے لئے کہتا ہے ”دنیا دنیا“ مجھے یہ دیکھ کر عجیب سا لگا اور طبیعت پر عجیب اثر پڑا، جب انسان دنیا میں آیا، دنیا ہی میں اس کو رہنا ہے، دنیا ہی میں اس کو زندگی گزارنی ہے، تو دنیا کی درستگی کی اور دنیا کی ضرورتوں کی فکر بھی ضروری ہے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، حدیث میں ایک واقعہ ہے: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جسے حصول رزق کے لئے بے انتہا سرگرم دیکھ کر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! اگر اس کی یہ سرگرمی راہ خدا میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا“ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے سرگرم ہے تو یہ راہ خدا ہی میں شمار ہوگا“۔

بداخلاقی کا دوسرا واقعہ

اسی طرح مجلس کے ختم پر راقم اپنے نو سال کے بچے کو لیکر ان عالم صاحب کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا، تاکہ اس بچے کے لئے دعا کی درخواست کروں، مگر ان عالم صاحب نے راقم کو اور بچے کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر چلا کر زور سے کہا ”نکالو ان

کو باہر“ مجھے بڑی ندامت، خفت اور شرمندگی ہوئی کہ میری عمر اکتالیس سال ہوگئی اور چھوٹا موٹا میں بھی ایک طالب علم ہوں اور یہ معصوم بچہ ہے، شفقت و مہربانی ہر بچے کا حق ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو دیکھ کر کس قدر خوش ہوتے تھے اور کس طرح سے انکے ساتھ پیش آتے تھے، میرا نو سال کا بچہ بعد میں سوال کرتا ہے کہ ابو یہ کون تھے؟ میں نے بڑے القاب و آداب کے ساتھ بتلانا چاہا کہ فلاں حضرت ہیں، تو وہ نو سال کا بچہ سوال کرتا ہے کہ ”ایسے بھی کہیں حضرت ہوا کرتے ہیں“ نو سال کے بچے نے بداخلاقی کے دونوں واقعے دیکھ کر اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ”ایسے بھی کہیں حضرت ہوا کرتے ہیں“۔

اہل مدارس کو تربیت کا شعبہ بھی قائم کرنا چاہئے

یہ اس طرح کے واقعات قارئین کی زندگی میں بھی رونما ہوئے ہوں گے، دراصل بتلانا یہ ہے کہ بغیر تربیت کے نرا عالم ہونا، نرا مفسر ہونا، نرا محدث ہونا، نرا فقیہ ہونا ایسے ہی بداخلاقی کے واقعات رونما کرائے گا، اس لئے اہل مدارس سے میری اور مجھ جیسے بہت سے احباب کی خصوصی گزارش ہے کہ شعبہ تربیت بھی الگ سے قائم کیا جائے، چاہے خانقاہ کا عنوان دیکر یا تربیت کا عنوان دیکر یا جو بھی عنوان حسب حال مناسب ہو وہ عنوان قائم کر کے تربیت کا شعبہ قائم کیا جائے، جس کا مقصد تدریس کے اصول، تبلیغ کے اصول، تزکیہ نفس کے اصول اور زندگی کے ضروری شعبوں کے اصول سے واقف کرانا اور ان پر عمل کا جذبہ پیدا کرانا ہو، اور جیسا کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا لفظ زبان زد عام وخاص ہے، وہ عملاً حقیقی معنی میں زندگی میں شامل ہو جائے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں لفظ اتنے جامع ہیں جو ساری ایمانی اور اسلامی زندگی پر حاوی ہیں۔

مشائخ بھی اپنے مریدین کی تربیت کی طرف توجہ دیں

اسی طرح سے مشائخ حضرات سے بھی باادب مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے مجازین اور مریدین کی بھی تربیت کریں، صرف ان کے تقوی وطہارت اور ریاضت وعبادت ہی کو نہ دیکھیں بلکہ حضرت تھانویؒ کی طرح ان کے طرز معاشرت سے بھی واقف ہوں، اوراس سلسلہ میں ان کی تربیت بھی کی جائے، روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے تربیت نہیں ہو پاتی، پھروہ ایسی ہی خرافات کرتے ہیں، جواسلامی اصول کے خلاف ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بری عادت کسی بھی شخصیت میں ہواس کو دیکھ کر چھوڑ دینا چاہئے

اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب تقریر وتحریر میں کوئی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے تواس کا مقصداس سے عبرت اور سبق حاصل کرنا ہوتا ہے، کسی کی توہین اور تضلیل مقصود نہیں ہوتی، کسی بڑے آدمی کا قول ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ادب کہاں سے سیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ’’بے ادبوں سے‘‘ مطلب یہ ہے کہ جو بات کسی دوسرے آدمی میں مجھے بری لگی وہ میں نے چھوڑ دی، اس لئے بڑے سے بڑے آدمی میں اگر کوئی کوتاہی یا کمی محسوس ہو اور یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ بات غلط ہے بس خوداس کو چھوڑ دیا جائے، یہ بھی تربیت کا ایک انداز ہے، اوراگر کوئی دوسرا اپنی کوتاہی پر متوجہ کردے، اس کو بھی برا نہ سمجھے، بلکہ اصلاح کی کوشش کی جائے، اللہ تعالی راقم آثم کو بھی تعلیم وتربیت کا ملکہ عطا فرمائے اوراچھے اخلاق کی بیش بہا

دولت سے نواز دے اورامت کو بھی سمجھ کی اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اورتربیت کے سلسلہ میں امت کو بیدار فرمائے اور ہر تعلیم گاہ کو تربیت گاہ بنادے۔ (آمین)

استاد وشاگرد اور ان کا آپسی رویہ

استاد اپنے شاگرد کو گھول کر پلانے کا ہنر جانتے تھے

ایک زمانہ تھا کہ استاد اپنے شاگرد کو گھول کر پلانے کا ہنر جانتے تھے، بلکہ اپنے شاگرد کو تعلیم وتربیت کے ساتھ احترام، ادب، حق شناسی، استاد شناسی، احسان شناسی اور ہر ذی حق کے حقوق کی ادائیگی کا درس بھی دیا کرتے تھے اور درس ہی نہیں بلکہ عملاً وہ ایسا کرکے دکھاتے بھی تھے اور طلباء ان کی نقل کرتے تھے، اور سب سے پہلے یہ درس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو دیا اور انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو، یہاں تک کہ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

استاذ کی اہمیت واحترام

غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر کسی نے مجھے ایک حرف بھی سکھا دیا، تو میں اس کا غلام ہوں، اب وہ چاہے مجھے بیچ دے یا آزاد کردے، صاحب ہدایہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ درس دیا کرتے تھے اور دوران درس ان کے استاذ کا بچہ کھیلتا ہوا ادھر آجاتا تو وہ استاذ زادے کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے، یہ شاگردوں کا اپنے استاذ کا احترام تھا۔

ایک استاد کا اپنے شاگرد کے ساتھ رویہ

ایک واقعہ استاذ کا بھی اپنے شاگرد سے متعلق دیکھئے: حضرت مولانا خواجہ خان

محمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں، ان کے استاذ علامہ یوسف بنوری تھے، ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک مرید اور خادم علامہ یوسف بنوری کو ملے، جب کہ حضرت خواجہ صاحب حج کے سفر پر جاچکے تھے، انہوں نے علامہ سے کہا کہ حضرت خواجہ صاحب حج پر چلے گئے مجھے یہیں چھوڑ گئے، میری طبیعت سخت بے چین ہے، مجھے حج پر بھجوادیجئے، علامہ یوسف بنوری نے اپنے شاگرد خواجہ صاحب کے اس مرید کا پاسپورٹ بنوایا، ویزا لگوایا اور ٹکٹ کے پیسے دیکر ان کو حج پر بھیجا اور ائیر پورٹ پر خود چھوڑنے گئے، یہ استاذ کے اپنے شاگرد کے ساتھ بلکہ شاگرد کے خادم کے ساتھ رویہ کی ایک مثال ہے۔

آج کل کے استاد وشاگردوں کا معاملہ

اب آج کل کے حالات کے تناظر میں دیکھئے، ہمارے ایک عزیز نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مولانا جارہے تھے، ان کے پیچھے ایک کتا بھونک رہا تھا، انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کتے سے مخاطب ہوکر کہا کہ میں نے تم کو نہ پڑھایا، نہ تم میرے شاگرد، پھر کیوں بھونک رہے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس کو پڑھاؤ گے اور تیار کروگے، وہی خنجر چلائے گا، وہی بھونکے گا، آج کل کے حالات میں اس کا خوب مشاہدہ ہورہا ہے، ہمیں ابھی قریب کے ہی حالات میں معلوم ہوا ہے کہ بعض مدارس میں بعض اساتذہ نے صاحبزادوں کو پڑھایا، تیار کیا، اور جب صاحبزادے تیار ہوکر سریر آرائے اہتمام ہوئے، تو حضرت استاد محترم کو مدرسہ سے نکلنا پڑا، بہت سی جگہ اس طرح کے واقعات پیش آئے اور ایسی آپس میں دشمنیاں اور دوریاں ہوگئیں کہ ''الامان والحفیظ'' اس وقت معلوم نہیں، اساتذہ میں اخلاص نہیں یا طلبہ مخلص نہیں، یا دونوں ہی میں اخلاص کی کمی ہے، بہرحال یہ اس وقت کی عام صورت حال ہے۔

اپنے شاگردوں کے بعض تجربات

مگر اپنا تجربہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ہم نے بعض طلبہ کے ساتھ طالب علمی کے زمانہ میں خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کیا، اور ان کا تعاون بھی کیا، جب وہ طلبہ ہمارے یہاں سے چلے گئے، پھر وہ سلام وکلام سے بھی جاتے رہے، چونکہ ہمارے یہاں لڑکوں اورلڑکیوں کے دونوں ادارے ہیں، اس لئے دونوں صنفوں کا تجربہ ہوا، طلبہ کا تجربہ اس طرح ہوا کہ جن طلبہ کو خود ہمدردی سے پڑھایا اور جنہوں نے دین کی خدمت کا دعوی کیا تھا اور بڑی ایمان ویقین کی باتیں کی تھیں، جب وہ فارغ ہوئے، تو وہ آنکھیں دکھانے لگے، اور بھاؤ تاؤ کرنے لگے اور زیادہ تنخواہ کا مطالبہ کرنے لگے، اسی طرح لڑکیوں کے مدرسے میں جب لڑکیوں کے وارثین داخلے کے لئے آتے ہیں، یا دوران تعلیم جب وہ ملاقات کے لئے آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ یہ بچی آپ ہی کی ہے، آپ ہی اس کے ماں باپ ہیں، آپ ہی اس کے سب کچھ ہیں، بس جی ہم نے آپ ہی کے سپرد کردی، اب آپ جیسا کریں گے وہی ہوگا، یہاں تک کہ شادی بیاہ بھی آپ ہی کو کرنا ہے، ہمیں کچھ معلوم نہیں، اس کے بعد پھر بچی اگر دوران تعلیم ہی گھر چلی جاتی ہے، یا فارغ ہوکر جاتی ہے، تو ایسی آنکھیں بدلتے ہیں، کہ حیرانی ہوتی ہے کہ ابھی تک تو ایسے ایسے کہتے تھے، اور اب یہ بے رخی بلکہ بعض تو معاندانہ انداز اختیار کرلیتے ہیں۔

بعض تجربات وواقعات

اس سلسلہ کے بعض واقعات دیکھئے:

(۱) ایک صاحب کی دو چھوٹی بچیاں آئیں، وہ سات سال رہیں، پانچ

سال انہوں نے تعلیم حاصل کی اور دو سال پڑھایا، سات سال کے سلوک کے بعد جب وہ گئیں، تو جاتے وقت وہ انتہائی بدتمیزی سے پیش آئیں اور سب احترام واحسان یکلخت ختم کردیا۔

(۲) ایک اہل تعلق کی بچی پڑھی، اس کے ساتھ ہمدردی کی، احسان کا معاملہ کیا، اس کے والدین نے ناشکری کا معاملہ کیا، جب وہ فارغ ہوگئی، اور سب بچیوں کے ساتھ دستار کے طور پر اس کو سفید چادر دی گئی تو اس نے کہا کہ یہ تو ہمیں ابھی کفن دیدیا، فراغت کے دو سال بعد وہ اپنے گھر ہی بیمار ہوکر انتقال کرگئی، اس کے والدین ناراض اور دعا وسلام ختم، اور انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ بچی ہم نے ماری یعنی ہماری بددعا سے مری، یہ ہمدردی کا بدلہ ملا۔

(۳) ایک صاحب کی دو بچیاں پڑھیں، اور ان کے ساتھ انتہائی اپنائیت اور خیر خواہی کا معاملہ کیا گیا، مگر فراغت کے بعد وہ بھی اور ان کے وارثین بھی اس انداز سے پیش آئے، جیسے کسی دشمن سے۔

(۴) ایک صاحب کی بچی پڑھتی تھی وہ دوران تعلیم خوب خلاف ورزی کرتی تھی، اصول توڑتی تھی، اس کے وارثین بھی بدعنوانیاں کرتے تھے، اگر کبھی ان کو اس سلسلہ میں کہا گیا، تو بدتمیزی سے پیش آئے اور دھمکی دینے لگے، اور بعض بدتمیزوں کو لے کر بھی آگئے۔

(۵) ایک بچی فارغ ہوئی، اس کے والد سند لینے آئے، ان کو بتلایا گیا کہ جب تیار ہوجائے گی تو آپ کو اطلاع کردی جائے گی، ایک دو روز کے بعد ہی بڑی داداگری کے ساتھ اور بڑی بدتمیزی کے ساتھ ان کا فون آتا ہے کہ مجھے آج ہی سند چاہئے، نہیں تو میں پرسوں کو دس آدمیوں کو لے کر آؤں گا، اور پھر تجھے دیکھوں گا، چاہے مجھے جیل ہی جانا پڑے، ان کو بہت محبت سے سمجھایا کہ سند تو جب تیار ہوجائے

گی مل ہی جائے گی ،مگر آپ کا دس آدمیوں کولیکر آنا آپ کی بچی کے مستقبل کوخراب کرنا ہے، اس دینی لائن میں تواضع ، عاجزی اور انکساری سے آدمی کامیاب ہوتا ہے، ترقی کرتا ہے، بدتمیزی ، بے ادبی اور بے احترامی سے آدمی محروم ، ناکام اور نامراد ہوجاتا ہے۔

دنیاوآخرت کی ذلت اور بے برکتی کی وجہ

ان حالات کے تناظر میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیوں بے برکتی ہے ، نہ علم ہے، نہ عمل،طلبہ وطالبات کی بھیڑ کی بھیڑ فارغ ہورہی ہے،مگر چندہی فارغین لائق وفائق ہوتے ہیں،جن سے اللہ تعالی دین کا کام لیتاہے، ورنہ زیادہ تر ایسے ہیں کہ بس زندگی توگزار رہے ہیں،مگر کوئی تعمیری ، دینی کام نہیں کررہے ہیں، یہ اساتذہ کی ناقدری ، مدرسہ اوراہل مدرسہ کی بے احترامی اور بے ادبی کی وجہ سے ایسا ہورہاہے، مگرطلبہ وطالبات اوران کے وارثین ، اپنے مال ودولت ، اپنی عقل وذہانت ، اپنی ہوشیاری وعقلمندی کی بناپر اساتذہ واہل مدرسہ کو بیوقوف یا حقیر وذلیل اور کمتر سمجھتے ہیں،جس کانتیجہ یہ ہوتاہے کہ وہ خودآخرت میں توذلیل ہوں گے ہی ،بعضوں کودنیا میں بھی اللہ تعالی دکھاتا رہتاہےاورسزادیتا رہتاہے،مگر پھربھی کم ہی لوگ ہیں جوسمجھتے ہیں،اللہ تعالی سب کوسمجھ عطافرمائے۔

یہ اس وقت کا بڑاالمیہ ہے

یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں،اساتذہ اوراہل مدارس کے مخلص نہ ہونے یا ان کی کسی اورکوتاہی کی بناپران کی شامت اعمال ہے، یا طلبہ وطالبات کی عدم احترامی، ناقدری، بے توجہی اور بے ادبی کی وجہ سے ہے، بہرحال یہ اس وقت کا بڑاالمیہ ہے،

جس سے بعض مرتبہ ہمت بھی ٹوٹتی ہے کہ ان بچوں کیلئے مررہے، کھپ رہے، ان کی تعلیم وتربیت اوران کے رہنےسہنے اورکھانے پینے کیلئے اتنے اچھے انتظامات کئے جارہے ہیں، اوران کو یہ راحت پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے، اورپھران کی طرف سے اوران کے وارثین کی طرف سے یہ صلہ مل رہاہے، بڑی تکلیف ہوتی ہے، ایسے موقع پر اگر بددعا نہ بھی کی جائے، مگر خالق کائنات تو دیکھ رہاہے کہ میرے نمائندوں کے ساتھ یہ کیا ہورہاہے؟ وہ کیسے برداشت کرسکتاہے، وہ تو عزیز ذوانتقام ہے۔

متعلّمین کے وارثین کوبھی اساتذہ کی قدرکرنی چاہئے

اس لئے طلبہ وطالبات اوران کے وارثین کو اساتذہ اورمربیوں کی قدرکرنی چاہئے ، ان کا احترام کرنا چاہئے ، ان کی بات ماننی چاہئے ، ان کے مشورہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور بچے یابچی کے مستقبل کے سلسلہ میں ان کی بتائی ہوئیں ہدایات پر عمل کرنا چاہئے ، اورکوشش کرنا چاہئے کہ ان کوکوئی تکلیف نہ ہونے پائے ، اور اساتذہ وذمہ داران کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خلوص وہمدردی کی اعلی مثال قائم کریں، اور بڑی محبت وہمدردی اوراخلاص سے طلبہ وطالبات کے ساتھ پیش آئیں، طلبہ اساتذہ کے حقوق کوپہنچائیں اوراساتذہ طلبہ کواللہ کی امانت سمجھ کران کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کریں، اللہ تعالی ہم سب کوصحیح سمجھ کی توفیق عطافرمائے اور طلبہ وطالبات میں ناقدری وناشکری ، بے احترامی اور بے ادبی کا جوعام رجحان پیدا ہوتاجارہاہے ، یہ ختم ہو، اوراعتراف وتقدیر ، ادب واحترام ، حق شناسی اوراحسان شناسی کاماحول پیداہو، بس اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

فارغین مدارس

طلبہ کی آزمائش

مرکزاحیاء الفکرالاسلامی میں رمضان ۱۴۳۰ ہجری سے قبل ’’ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر‘‘ کے دوسالہ کورس کا شعبہ قائم ہوا، جس میں پڑھنے کے لیے بیس فضلاء کا انتخاب ہوا، انتخاب کے بعد جب ان فضلا کے ساتھ خصوصی تعارفی نشست کی گئی تو بعض فضلا نے سوالات کئے کہ ہم کو کیا کیا سہولیات ملیں گی؟ کتنا وظیفہ ملے گا؟ کھانے میں کیا کیا ملے گا وغیرہ وغیرہ، راقم نے مختصر بات کی اور عرض کیا کہ چونکہ آپ حضرات فضلا ہیں، مدارس کے ماحول سے گزر کر آرہے ہیں، مدارس کا ماحول، وہاں کا رہن سہن اور وہاں کی سہولیات سے آپ بخوبی واقف ہیں، نیز تعلیم وتربیت اور مدارس کے سلسلہ میں مزید کوئی بات، قرآنی آیات اور احادیث کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں چونکہ آپ سب باتوں سے باخبر ہیں، اس لیے آپ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ ہمارے یہاں دیہات کا ماحول ہے، آپ یہ سمجھ کر آئیں کہ آپ کو فاقے کرنے پڑیں گے اور گھاس پر سونا پڑے گا، میں یہ بات کہہ کے فارغ ہی ہوا تھا کہ فوراً دارالعلوم دیوبند کے شعبہ انگریزی کے ایک استاذ نے محاذ سنبھالا اور ان فضلا کو آگاہ کیا کہ یہ آپ کا امتحان ہے، آپ کی آزمائش ہے، آپ کو سب کچھ ملے گا اور ان کو یقین دلایا، مگر خوش قسمتی کہ ان میں سے صرف دو سعادت مند فضلا آئے باقی نہیں آئے، ایک فاضل جو خود ایک دیہات کے رہنے والے تھے، ایسے دیہات کے کہ ان کے گاؤں میں ڈاکخانہ بھی نہیں ہے، انہوں نے فون پر بتلایا کہ

کہاں ہمیں جنگل میں ڈالدیا گیا، ہم نہیں آئیں گے، اس کے بعد ہم نے بفضل الٰہی ایسے فضلاء کا انتخاب کیا، جن کو سب باتیں منظور تھیں، وہ ماشاء اللہ انگریزی کی تحصیل میں محنت کررہے ہیں، اور الحمد للہ ان کو تمام سہولیات مہیا کرائی گئی ہیں۔

ہمیں تو وہ چاہیئے جو کام کرنیوالا ہو

ایک مرتبہ ایک فاضل ہمارے پاس آئے، اور انہوں نے ہمارے مشفق ومربی استاذ کا واسطہ دیا کہ انہوں نے بھیجا ہے کہ جہاں تمہاری طبیعت لگے اور ماحول پسند آئے، وہاں تم کام کرسکتے ہو، راقم نے ان صاحب کا استقبال کیا، صبح کو جب وہ ہمارے ایک عالم دوست کے یہاں جانے لگے جو ایک ادارے کے ذمہ دار ہیں، تو انہوں نے کہا کہ فون کرلیا جائے اور معلوم کرلیا جائے کہ مولانا وہاں پر ہیں یا نہیں، میں نے فون کیا اور ان کو ان فاضل صاحب کی آمد کی اطلاع دی کہ یہ آپ کے یہاں آنا چاہ رہے ہیں، مولانا نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے کہا کہ اگر وہ مہمان کی حیثیت سے آتے ہیں، تو بہت اچھا، ان کا استقبال کیا جائے گا؛ لیکن اگر وہ کام کرنے کے لئے طبیعت اور ماحول کی سازگاری کو دیکھنے کے لیے آرہے ہیں، تو ان کی ضرورت نہیں، ہمیں تو وہ چاہیئے جو کام کرنیوالا اپنی طبیعت اور اپنے ماحول کو ہماری طبیعت اور ہمارے ماحول کے مطابق ڈھالنے والا ہے اس کی ضرورت ہے، یہ بات سن کر مجھ کو بہت اچھا لگا کہ واقعی طور پر ایسے ہی آدمی کام کرسکتے ہیں، باقی جو طبیعت کے، ماحول کے، عیش وعشرت اور راحت وآرام کے متلاشی ہیں، وہ کوئی بڑا انقلابی، اصلاحی، دعوتی اور علمی کام نہیں کرسکتے۔

مدارس سے فارغ ہونیوالے کا چندہ سے معذرت کرنا

دراصل جس وقت کوئی طالب علم فاضل یا عالم بن کر یا کوئی بھی ڈگری لے کر کسی

بڑے ادارہ سے فارغ ہوتا ہے، تو اس کا دماغ اور سوچ چوتھے نہیں بلکہ ساتوے آسمان پر ہوتی ہے، کیونکہ وہ بڑے اداروں کی بڑی بڑی عمارتیں، ہاسٹلس وغیرہ دیکھ کر آتے ہیں، اگرچہ اس سے پہلے وہ بھی کسی چھوٹے سے مدرسے یا مکتب سے پڑھ کر اس بڑے ادارے میں داخل ہوئے ہوتے ہیں، مگر فراغت کے بعد وہ اپنی اصلیت کو یکدم فراموش کردیتے ہیں، اور جلدی سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے، یہ بات الگ ہے کہ چند سالوں کے بعد ان کا دماغ ٹھکانے لگ جاتا ہے، ورنہ تو ان کو مدرسہ میں اگر استاذ یا ملازم رکھا جائے تو ان کے نخرے اور ان کی ایمان ویقین کی باتیں اتنی اعلی ہوتی ہیں کہ تصور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ بعض تو یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ میں چندہ نہیں کروں گا، چونکہ میں نے ابھی تک یہ کام کیا ہی نہیں، اس کو معلوم نہیں کہ اب تک وہ فاضل یا عالم جو بنا ہے وہ چندہ کے پیسے کھا کر ہی بنا ہے، ہاں اگر کوئی فاضل یا عالم اپنے پیسے سے اور اپنا خرچ خود اٹھا کر بنا ہے اور وہ یہ شرط لگاتا ہے تو اس کے لیے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، گوکہ اس کو بھی اگر دینی مدارس میں پڑھانا ہے، یا دینی خدمت انجام دینی ہے، تو چندے سے انکار نہ ہونا چاہئے، اس لیے کہ وہ اپنے لیے نہیں بلکہ دین کی اشاعت کے لیے چندہ کررہا ہے، لیکن جس نے آٹھ دس سال تک مدرسے میں چندہ کے پیسے کھا کر ہی گزر بسر کی ہو، اس کو یہ شرط لگانا زیب نہیں دیتا، اس لیے کہ تمام مدارس کے کاروبار کا انحصار چندہ پر ہی ہے، اگر یہ فعل قبیح اور شان کے خلاف ہے تو کسی بھی شریف آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ چندہ کرے، پھر تو مدارس کا وجود خطرے میں ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ آج کل افراد کا انحطاط ہے، کام کرنے والوں کی کمی ہے، کیونکہ مدارس میں داخل ہوتے وقت اکثر غریب بن جاتے ہیں، حالانکہ طالب علم کے گھر پر پچاس یا سو بیگہ زمین ہے، اگر ذمہ داران طالب علم یا اس کے وارث سے کہتے ہیں کہ بھائی آپ تو مستطیع ہیں آپ کھانے کے اتنے پیسے جمع

کردیں، تو طالب علم کے وارث کہتے ہیں، اجی بس اس کو تو اسی طرح داخل کرلو، یہاں تو مدرسہ میں اللہ نے بہت دے رکھا ہے، وہ یہ بھول جاتا ہے کہ یہاں پر زکوۃ کی رقم آتی ہے، صدقہ کی رقم آتی ہے اور تیرے بچے کے لیے یہ زکوۃ کی رقم کھانا اور اس کا استعمال صحیح نہیں بلکہ جائز ہی نہیں ہے، اور ساتھ میں وہ بڑے دھڑلے سے یہ بھی کہتا ہے کہ جی اصل میں اس کا بڑا بھائی فلاں کالج میں یا فلاں یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور اس کی سال بھر کی فیس ایک لاکھ دو لاکھ یا اتنے لاکھ جمع کرنی ہوتی ہے، بس اس کو تو یونہی داخل کرلو، پھر طالب علم فاضل بن کر یہ کہتا ہے کہ جی چندہ کا کام مجھ سے نہ ہوسکے گا، لوگ کیا کہیں گے وغیرہ وغیرہ۔

کام کے آدمی نہیں ملتے

ہر سال رمضان سے قبل کئی حضرات کو اور مدارس کے بڑے ذمہ داران کو عرض کرتا ہوں کہ کوئی اچھا قاری اگر مل جائے تو اس کو بھیج دیجئے، مگر ابھی تک نہیں مل سکا ہے، اسی طرح ایک فاضل یا عالم کے لیے کئی بڑے اساتذہ اور بڑے ذمہ داران سے اور بعض اپنے بے تکلف دوستوں سے گزارش کی کہ کوئی اچھا عالم دیدیجئے، مگر تقریباً سب کا ایک ہی جواب ہے کہ ''آدمی نہیں'' اور یہ احساس وتجربہ صرف راقم کا نہیں بلکہ اکثر متوسط اور چھوٹے مدارس کے ذمہ داران کا ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر کہوں کہ بڑے مدارس کا بھی ہے، چونکہ ہم براہ راست بڑے مدارس کے ذمہ داران سے بھی رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں، اور حیرت کی اس وقت انتہا ہوجاتی ہے جب بڑے اداروں کا بھی اشتہار اخبار میں دیکھتے ہیں کہ فلاں شعبہ میں ایک عالم، ایک قاری کی ضرورت ہے۔

نئے فارغین کی صورت حال

ان باتوں کے پیش نظر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے مدارس سے فارغ ہونے والے قراء اور فضلا کہاں جارہے ہیں، اور وہ کس نوعیت کے پیدا ہو رہے ہیں، اور کیا وجہ ہے کہ ایسے لوگ فارغ ہو رہے ہیں جن کے اندر زندگی نہیں، جن کے اندر روح نہیں، جن کے اندر دنیا کے لیے کوئی پیغام نہیں، امت کے لیے کوئی دعوت نہیں، انسانیت کے لیے کوئی رحم نہیں، کام کرنے کا جذبہ نہیں، قوم کے لیے کچھ کرنے کا حوصلہ نہیں، سسکتی، بھٹکتی اور دم توڑتی انسانیت کے لیے کوئی غم خواری و ہمدردی نہیں، کوئی ایثار و قربانی نہیں، خدارا غور کیا جائے، امت کو کیا ہو گیا ہے، اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ امت بانجھ ہو چکی ہے، بلکہ حالات واحساسات کے تناظر میں ایک جائزہ ہے۔

ایک لمحہ فکریہ

لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس وقت قحط الرجال ہے، امت کو ضرورت ہے افراد کی، کام کرنے والوں کی، لوگ مدارس کی افادیت کا انکار کررہے ہیں، اور حال یہ ہے کہ مدارس سے ابھی ضرورت پوری نہیں ہو رہی ہے، تو کیا مدارس کی اور ضرورت ہے؟ یا جو مدارس ہیں ان کو مضبوط کرنے کی اور قابل افادہ بنانے کی؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے، اور امت کے سرکردہ اور ذمہ داران افراد کے لیے ایک تازیانہ بھی ہے، جس کے لیے بڑی فکر اور سوچ کی ضرورت ہے، کاش کہ کوئی مجدد، مصلح یا انقلابی داعی کھڑا ہو، اور وہ اپنی حکمت و دانائی اور ربانی فراست اور ایمانی قوت سے قوم کی نیا کو پار لگائے، ورنہ تو ہر چوراہے پر لٹیرے اور ہر ساحل پر راہ زن ہیں۔

ساتواں باب

علماء کرام کی اہمیت اور فضیلت

تعلیم یافتہ حضرات کی علماء کے بارے میں سوچ

آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات یا دانشواران قوم جو ملک وملت کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ اپنی دانشمندی اور خردمندی کے زعم میں علماء کرام کو صرف بیچارے اور مسجد ومدرسہ کے مولوی ملا سے تعبیر کرتے ہیں اور قوم کی پستی، ذلت اور عدم ترقی کے ذمہ داران کو گردانتے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان ملاؤں کو کچھ پتہ نہیں، دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی یہ ابھی تک کرتا پائجامہ میں ہی الجھے ہوئے ہیں، یہ جائز اور ناجائز، حلال وحرام ہی میں الجھ رہے ہیں، یہ ابھی تک روزے نماز ہی کی باتیں کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی ہی رٹ لگاتے ہیں، سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے، لوگ چاند پر پہنچ گئے ہیں، اور یہ ابھی انہی بچکانہ مسائل میں کھوئے ہوئے ہیں، یہ بات ان ایجوکیٹیڈ اور تعلیم یافتہ حضرات کی سادگی کی ہے یا ان کی عدم فہم کی یا ان کی آوارہ طبیعت کی شرارت کی، لیکن اگر کچھ دیر کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ ان کی سادگی یا عدم فہم کی بات ہے، مگر حقیقت میں جب جائزہ لیا جاتا ہے، حالات کے گردوپیش کو سمجھا جاتا ہے، تو یہ بات واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ ان تعلیم یافتہ حضرات کی عدم واقفیت نہیں، بلکہ یہ ایک سازش، ایک اسکیم اور ایک چال ہے جو غیر محسوس طریقے سے غیروں میں نہیں بلکہ اپنوں ہی کے اندر چلی اور چلائی جارہی ہے، جو روشن خیال، اعلی تعلیم یافتہ، مفکرین سمجھے

جاتے ہیں ان کو آلۂ کار بنایا جارہا ہے اور وہ اپنی دانشوری کے زعم میں اندھے اور بہرے ہورہے ہیں۔

علماء امت کے اوپر سے اعتماد ختم کرنیکی سازش

اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی امت مسلمہ کا سواد اعظم امت کے موجودہ علماء کرام ہی کو اپنا پیشوا ومقتدا اور اپنی ہی نہیں بلکہ قوم کی نیا کو پار لگانے والا سمجھتا ہے، اور یہ صحیح بھی ہے کہ دین اسلام کی بقاء اور اس کی نشرواشاعت کا اہم ذریعہ یہ علماء کرام ہی ہیں، ہماری قوم کے جدید تعلیم یافتہ اس کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، مگر دشمنان اسلام جنھوں نے اسلام کے مٹانے پر اپنی زندگیاں کھپادی ہیں، اور اسلام اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جنھوں نے نت نئے طریقے ایجاد کرکے ان کا تجربہ اور نفاذ کیا ہے، انہوں نے اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا ہے، اسی لیے انہوں نے علماء سے امت کا اعتماد مجروح کرنے کے لیے بہت کوششیں کیں ہیں اور کررہے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے ہماری قوم میں کچھ زرخرید علماء باطن کو اس مہم پر لگایا ہے، ان علماء سوء اور علماء باطن نے علماء حق کے لیے بڑی چال بازی سے اور بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا محاذ تیار کردیا ہے جس سے علماء حق سے امت کا اعتماد ختم ہوجائے اور علماء سے عوام بدظن ہوجائے، جب قوم اور عوام کا اپنے علماء سے اعتماد اٹھ جائے گا تو یہ قوم شتر بے مہار اور بے لگام ہوجائے گی، پھر کوئی دین کی بات، قرآن کی بات، حدیث کی بات قابل اطمینان وقابل اعتماد نہیں رہے گی، چونکہ جن کے ذریعہ سے یہ قرآن، یہ حدیث، یہ اسلامی تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں وہ قابل اطمینان نہیں رہیں گے، تو ان کی یہ تعلیمات، ان کا یہ پیغام بھی صحیح نہیں ہوگا اور یہ امت ایک بھول بھلیاں بن جائے گی۔

علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں

قوم کے دانشوران اور جدید تعلیم یافتہ سمجھ لیں کہ وہ اس وقت سخت غلطی پر ہیں، وہ علماء کرام سے عوام کا اعتماد مجروح نہ کریں، اور دشمن کی چال کو سمجھیں، خواہ مخواہ ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں، اس لیے کہ یہ علماء، یہ کرتا پائجامہ والے، یہ مسجد و مدرسہ کے مولوی ملا یہی دراصل اس دنیا کے حقدار ہیں، یہی قیادت وسیادت کے مستحق ہیں، جب جب بھی دنیا میں انقلاب آیا وہ انہی کی سرکردگی میں آیا، اور اب بھی دراصل کائنات کی بقا انہی کے نفس گرم سے ہے: ”عُلَمَاءُ أُمَّتِی كَأَنْبِيَاءِ بَنِی إِسْرَائِيلَ“ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ“ (۱) کہ بلاشبہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں، تو اے دنیا کے نام نہاد دانشوروں اور جدید تعلیم یافتوں ہوش کرو، اللہ کا آخری رسول جن کیلئے اتنا بڑا سٹرفکیٹ جاری کرے، تم انہی کو جھٹلانا چاہتے ہو، انہی پر سے امت کا اعتماد خراب کرنا چاہتے ہو، انہی کو نادان سمجھتے ہو، انہی کو حمقاء وسفہاء سمجھتے ہو، خبردار! تم سخت غلطی پر ہو، خبردار! تم زبردست ناانصافی پر ہو، ہوشیار باش! تم بڑی گمراہی اور نادانی پر ہو۔

علماء کرام زندگی کے تمام مسائل کا حل کرنیوالے ہیں

امت کو صراط مستقیم کا سبق سکھانے والے، بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے والے، گم گشتہ راہوں کو راستہ دکھانے والے اور ظلم وعدوان کی گھٹاٹوپ

(۱) ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۶۸۳۔

وادیوں میں قندیل راہب اور مینارہ نور ثابت ہونے والے اور ضلالت وارتداد عن الاسلام کی سرزمین پر شمع فروزاں اور امید کی کرن بننے والے، امت کی چودہ سوسالہ تاریخ میں بلا انقطاع تسلسل کے ساتھ دعوت وعزیمت، صبر واستقامت، جہاد وسرفروشی کی تاریخ رقم کرنے والے اور پوری قومی وملی تاریخ میں سردھڑ کی بازی لگانے والے یہ علماء کرام ہی ہیں، اور زندگی کے تمام مسائل میں قرآن وحدیث کی تشریح وتوضیح کرنیوالے یہ علماء کرام ہی ہیں، اور اللہ کی اس دھرتی پر ربانی علماء اور اللہ والے یہی لوگ ہیں۔

علماء کا احترام ضروری ہے

اس لیے کان کھول کر سن لیں جنھوں نے ان کی پگڑیوں کو اچھالا، جنھوں نے ان کی عزتوں کو پامال کیا، جنھوں نے ان کے سامنے اپنی گستاخ زبان کھولی، گستاخ قلم کو چلایا، گستاخ شمشیر کو برہنہ کیا، پراگندہ اور ناپاک خیالات کو ان کی طرف منسوب کیا، ان کی آخرت تو برباد ہوتی ہی ہے، دنیا بھی برباد ہوتے لوگوں نے دیکھی ہے، اگر نسلوں میں دین کو باقی رکھنا ہے، اگر نسلوں میں ایمان کو باقی رکھنا ہے، اگر نسلوں میں اسلام کو رکھنا ہے، تو ان علماء کا احترام کرنا ضروری ہے، یہ جس منصب پر ہیں، جس مقام پر ہیں، دنیا میں خدا اور رسول کے بعد کوئی اس مقام پر نہیں، دانشور، خردمند اور تعلیم یافتہ تو کس کھیت کی مولی ہیں، کوئی علماء کے طبقہ کا ہو کر بھی ان علماء پر کیچڑ اچھالے، اور ان سے عوام کو برگشتہ کرے، تو وہ بھی اپنی عاقبت کو خراب ہونے سے اور اپنی نسل سے دین کے ختم ہونے کو نہیں روک سکتا، ہاں اگر کوئی حضرت حسن بصریؒ اور علامہ ابن جوزیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت تھانویؒ جیسا مصلح قوم مجدد اصلاح کرے تو اور بات ہے۔

اس لئے جو نام نہاد علماء اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں وہ بھی سبق حاصل کریں اور اپنی اس طرح کی باتوں پر اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کریں، اللہ تعالی توبہ قبول کرنیوالا اور غفور رحیم ہے۔

علماء کے اخلاق وفرائض اور عوام کی ذمہ داری

علماء کی دوگونہ ذمہ داری

اس وقت امت کی روحانی قیادت علماء دین اور اکابر امت کے ہاتھوں میں ہے، اس لئے علماء کرام کو بھی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہئے، علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے تئیں صحیح اصول، اسلامی روایات اور مسلمانوں میں ان کو جس مقام اور جس مرتبے کا حامل سمجھا جاتا ہے، اور اللہ تعالی نے ان کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں، اور سب سے بڑھ کر ان کو انبیاء کا وارث بتلایا گیا ہے: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" اور قرآن کریم میں ان کو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا قرار دیا گیا ہے: "إِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" ان سب باتوں کے پیش نظر علماء کی ذمہ داری دوگونہ ہوجاتی ہے، اب اسی آئینے میں امت ان کو دیکھنا چاہتی ہے۔

علماء کے اخلاق وفرائض

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے علماء کے اخلاق وفرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے: "علماء عزیز! اب وقت نہیں رہا کہ آپ حجروں میں آرام کریں، خلوتوں میں وقت گزاریں اور اپنی کوششوں کو صرف اپنی ہی نجات تک محدود رکھیں، ضرورت ہے کہ میدان میں نکلیں اور مسلمانوں کی سپہ داری اور سپہ سالاری کا فرض انجام دیں اور اپنے صحیح علم اور صحیح عمل سے ان کی رہبری کریں، یہ رہبری صرف چند فقہی مسائل تک محدود نہ رہے بلکہ علم وعمل کی ہر راہ میں آپ ان کے لئے چراغ ثابت ہوں، اس

(۱) سورۂ فاطر آیت ۲۸۔

کا یہ منشاء نہیں ہے کہ آپ اپنے ذاتی تزکیہ اور روحانی صفائی کو غیر ضروری سمجھیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنے کو بھی بنائیے اور دوسرے کو بھی بنانے کی کوشش کیجئے، ورنہ ظاہر ہے کہ جو خود نہیں بنا وہ اوروں کو کیا بنائے گا، اور جو آپ نہیں دیکھ رہا ہے وہ دوسروں کو کیا راہ دکھائے گا، اس سلسلہ میں یہ بھی کہنا ہے کہ علماء کو اخلاق میں مقدور بھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرم اور سلف صالحین کا نمونہ بننا چاہئے، ان میں ایثار ہو، ان میں مالی قناعت ہو، ان میں امیروں اور دولت مندوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے احتراز ہو، ان کو بلند نظر، بلند ہمت، حق گو اور حق کے اظہار میں بے باک ہونا چاہئے''۔(۱)

زندگی کی نئی صبح صادق طلوع ہوسکتی ہے

بخدا اس وقت اگر امت کا طبقہ خاص صحیح ہو جائے، صحیح کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو اسی انداز پر انجام دینے لگیں، جو ان سے مطلوب ہیں، اور جن کی ان کو ہدایات دی گئی ہیں، اور نفاق، چاپلوسی، حسد، کینہ، بغض آپسی عداوت ودشمنی، دنیا کی حرص وطمع اور دوسروں کے تئیں عدم اعتراف جیسی صفات رذیلہ کو چھوڑیں، اور اخلاق حمیدہ اختیار کرلیں، اور کسی صاحب نسبت کی صحبت ومعیت اور اس کے ارشاد وعمل سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی زندگی میں انقلاب لائیں اور اس ڈگر کو چھوڑ دیں جس پر چلنے کے وہ عادی بن گئے ہیں، تو پھر انقلاب کی امید کی کرن نظر آسکتی ہے، اور زندگی کی نئی صبح صادق طلوع ہوسکتی ہے۔

علماء کرام امت کے امام ہیں

علماء کرام امت کے امام ہیں، اور امام کہتے ہیں اس شخص کو جو اپنے معاصرین

(۱) تعمیر حیات ۱۰؍جون ۲۰۱۲ء۔

میں اور اپنے ہم جلیسوں میں بڑھ جائے، اور نماز میں امام کی اتباع لازمی ہے، تبھی نماز بھی صحیح ہوگی، یہ امامت صغری ہے، جس کے کچھ شرائط واحکام ہیں، پھر جیسے امامت صغری میں اتباع ضروری ہے، اسی طرح سے روحانی اور علمی امامت میں بھی اتباع ضروری ہے، اگر عوام کو اپنی نیّا پار لگانی ہے تو اپنے علماء پر اعتماد کرنا ہوگا، ان کی باتوں اور ہدایات پر عمل کرنا ہوگا، اگر علماء کی بات نہیں مانیں گے، ان سے ربط نہیں رکھیں گے اور ان کی صحبت سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے، تو جس طریقہ سے امامت کے سلسلہ میں مقتدی کی عبادت میں عدم اتباع سے خلل واقع ہوکر فساد ہو جاتا ہے، اسی طریقہ سے روحانی اور علمی طور پر امام یعنی عالم دین کی بات نہ مان کر نقص ہوتا ہے، اور زندگی میں ایسا خلا ہو جاتا ہے کہ تصور نہیں کیا جاسکتا، اور جس کی تلافی پھر آسان نہیں ہے۔

علماء کی توہین اور اس کے نتائج

اس لئے ایک نکتہ ضرور یاد رکھیں کہ اگر کسی نے علماء کی توہین کی، یا ان کی توہین سنی، یا اس میں شریک رہا- چاہے وہ توہین کرنے والا خود عالم دین ہی کیوں نہ ہو- تو اس کی نسل سے بھی دین ختم ہو جائے گا، اور اگر علماء کی قدر کی، تو اس کی اولاد یا اس کے پوتوں یا اس کی نسل میں ضرور دین آئے گا، اس لئے کہ علماء تو انبیاء کی وارث ہیں، اور انبیاء دینار ودرہم اور مال ودولت چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ وہ تو دین اور علم چھوڑ کر جاتے ہیں، اس لئے ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے، علماء کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنے تئیں سنت نبوی کا پرتو بن جائیں اور اتباع سنت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنا کر اس کی روشنی میں امت کی قیادت وسیاست کا فریضہ انجام دیں، اور عوام سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اپنے علماء

کی ہدایات کے مطابق عمل کریں، اور جو بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں علمی باتیں ان کو بتلائیں، ان کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنالیں کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کارنہیں، یہود ونصاری اور باطل مغرب کی اتباع اور پیروی چھوڑ دیں، شیطان کا راستہ چھوڑ دیں کہ وہ دیکھنے میں خوبصورت اور دل کو لبھانیوالا ہوتا ہے، مگر جہنم کی طرف جارہا ہے، اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور صحیح راستہ پر گامزن فرمائے اور علماء کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

علماء کرام تجارت بھی کریں!

تجارت ایک عظیم عبادت ہے

تجارت ایک عظیم پیشہ ہے، ایک عبادت ہے، جس میں اللہ نے برکت رکھی ہے، تجارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے، جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے عظیم اور آخری پیغمبر اور اولوالعزم نبی نے ۱۲/سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا، پھر عین جوانی میں حضرت خدیجہ کا سامان تجارت لیکر شام کا سفر کیا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شراکت پر بھی تجارت فرمائی اور مضاربت پر بھی، اور اس بات سے سبھی متفق ہیں کہ اللہ تعالی اپنے پیغمبر کی خاص طور پر پرورش کرتا ہے اور اللہ کا پیغمبر جیسا کہ نبوت کی ذمہ داری سے لیس ہونے کے بعد معصوم ومحفوظ ہوتا ہے، اسی طرح سے نبی کی زندگی نبوت سے پہلے بھی بے داغ، پاک وصاف اور شفاف ہوا کرتی ہے، تبھی اس کی زندگی اپنے متبعین اور قوم کے لئے آئیڈیل اور نمونہ بن سکتی ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے تجارت کی ہے، اور اسی طرح نبی آخر الزماں اور آپ کے اکثر صحابہ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے، اور کسب حلال کیا ہے۔

کسب حلال مسلمان پر فرض ہے

اس لئے کہ رسول مقبول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "طَلَبُ

كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرَائِضِ" (۱) حلال کمائی کرنا اللہ کے فرائض کی ادائیگی کے بعد ہر مسلمان پر فرض ہے، ایک حدیث میں ہے ''جو شخص اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محنت ومشقت کرتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں ہے، اور جو شخص اپنے بوڑھے والدین کا پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتا ہے وہ (بھی) اللہ کے راستہ میں ہے، اور جو شخص اپنا پیٹ پالنے کیلئے محنت کرتا ہے اور حلال کماتا ہے تاکہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے اپنے آپ کو بچائے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے''۔

صحابہ کرام کی تجارت

اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ" (۲) یمان دار اور سچا تاجر (کل قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، اسی لئے اکثر صحابہ نے تجارت کو بطور پیشہ کے اختیار کیا، مگر ان کی تجارت اور ان کا بیوپار انہیں اللہ کے ذکر سے، اللہ کی یاد سے غافل نہ کرسکا، قرآن کریم نے ان کے بارے میں گواہی دی ہے: "رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ" (۳) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور (اس کے احکام کی تعمیل) نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اب اگر کوئی عالم دین کسی مدرسہ کا، مسجد کا، تعلیم کا، ذکر وعبادت کا اور خانقاہ کا بہانہ بنائے کہ یہ چیزیں تجارت میں مانع ہیں تو وہ صحیح نہیں ہے، وہ اپنے نفس کے ساتھ بھی ناانصافی کررہا ہے اور دوسروں کو بھی صحیح راہ سے ہٹا رہا ہے۔

(۱) سنن الکبری للبیہقی حدیث ۱۰۸۰۵۔ (۲) ترمذی شریف حدیث نمبر ۱۲۰۹۔ (۳) سورہ نور آیت ۳۷۔

اسلامی تاریخ کے تجار

پوری اسلامی تاریخ میں اس بات کی کہیں تفریق نہیں کی گئی کہ صرف عوام تجارت کریں، علماء تجارت نہ کریں، بلکہ ایمان دار تاجر کے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور تاریخ اسلامی میں ایسے ایمان دار تجار کی مثالیں موجود ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہمارے بہت سے اکابر نے اپنے علمی تفوق، روحانی برتری، علم ومعرفت کے اعلی معیار یہاں تک کہ امام وقت ہی نہیں بلکہ امام اعظم ہونے کے باوجود تجارت کا پیشہ اختیار کیا، مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے، اور بعد کے دور میں بھی ہمارے اکابر نے تجارت کی ہے، قریبی دور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی بغیر کسی شرم وحیاء کے اپنے آپ کو ''تاجر کتب دینیہ'' لکھتے تھے۔

ہمارے دور میں تجارت

ہمارے آج کے دور میں بہت سے علماء خاص طور سے گجرات اور بھٹکل کے علماء تجارت کا باعزت پیشہ کرتے ہیں، مگر ہمارے یہاں اس وقت کا اور اس دور کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ علماء کرام نہ تجارت کرتے ہیں نہ زراعت کرتے ہیں، میں جس ماحول اور جن حالات میں یہ مضمون سپرد قلم کررہا ہوں، وہاں عام طور سے علماء کرام کا رجحان تجارت کی طرف نہیں ہے۔

علماء کرام اگر تجارت کرتے

خدا کی قسم اگر علماء کرام اپنے تعلیمی، علمی اور تدریسی کاموں کے ساتھ اپنی چھوٹی موٹی تجارت کرلیں تو وہ ایک اچھی اور مثالی زندگی گزار سکتے ہیں، مگر چونکہ خود علماء نے قوم کا

ایسا مزاج بنادیا ہے اور قوم سے پہلے خود اپنا ایسا طرز معاش اختیار کرلیا ہے کہ صرف اپنی روزی روٹی، درس وتدریس اور امامت تک محدود کردی ہے اور اس سے آگے بڑھنے کیلئے تیار نہیں، تنخواہوں کے کم وزیادہ ہونے کے شکوے شکایات تو کرتے ہیں۔

مدارس ومساجد میں ہی زیادہ تر زندگی کے وسائل تلاش کرتے ہیں

مگر زیادہ تر مدرسوں اور مسجدوں میں اپنی زندگی کے وسائل تلاش کرتے ہیں، مدارس میں چندہ کرنا پڑتا ہے، اور جس قوم کے بچے مدرسہ میں پڑھتے ہیں، اس کو بے حس بنادیا ہے کہ وہ تعلیم کی فکر نہیں کرتی، اپنے بچوں کی بھی فکر نہیں کرتی، مدرسوں کی بھی فکر نہیں کرتی، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قوم ہی چندہ دیتی ہے، مگر اہل مدارس سے رکوع سجدہ کرواتی ہے، اپنے اصول ان کے سامنے رکھتی ہے، اپنی باتوں کا پابند کرتی ہے، پھر چندہ دیتی ہے، یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ قوم کو بیدار کرے، اور اس کو علماء کی اور علم کی اہمیت سے آشنا کرے، اور خود بھی تجار اور مالداروں کے دست نگر نہ بنیں، ان کے سامنے ڈھکے چھپے انداز میں ہاتھ نہ پھیلائے، تقریر وخطابت کے بعد ان سے لفافے اور رقم ملنے کی امید نہ کرے، بلکہ جب اپنا کوئی پیشہ اختیار کیا ہوا ہوگا، علماء کرام اپنے روزی روٹی خود کریں گے، تو قوم پر بار نہیں بنیں گے۔

تمام پیغمبروں نے اسی لئے تجارت کی

سارے پیغمبروں نے اسی خطرے کی وجہ سے اور اسی بے راہ روی کی وجہ سے اپنی قوموں سے کھل کر، ببانگ دہل، ڈنکے کی چوٹ پر یہی بات کہی ہے کہ مجھے اپنی اس

دعوت پر، اپنے اس اصلاحی کام پر، اس درس وتدریس پر اور اس قومی وملی خدمت پر آپ سے کچھ اجر نہیں چاہئے، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے: "وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ، إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ" (۱) اس لئے اللہ سے ہی توقع اور امید ہے، اور اللہ ہی میری ضرورتوں کو پورا کرے گا، تو پیغمبروں کو اللہ تعالی نے قوموں کی نفسیات اور ان کے نظریات اور ان کی فکری کجی سے واقف کرادیا تھا، اس لئے سبھی پیغمبروں نے پہلے یہی بات کہی، اور خود اپنی روزی روٹی کا مسئلہ حل کیا، تو کیا آج کے علماء ان پیغمبروں سے بڑھ گئے؟ یا اس گھٹیا معیار پر آگئے؟ اور اس طرح کی ترغیب وتحریض کرنے لگے کہ قوم ان کو پیسہ دے، ہدیہ دے، تحفہ دے۔

قوم کی سعادت مندی

اگر قوم دیتی ہے تو یہ اس کی سعادت مندی کی بات ہے، اس لئے کہ یہ علماء اللہ کے پیغمبروں کے وارث ہیں، تو عوام تجار کا مال اگر یہ کھائیں گے تو ان سے زیادہ پاک طینت اور نیک لوگ آپ کے مال کھانے والے نہیں ہوں گے، اگر ایسے عوام ہیں تو وہ بڑے سعادت منداور نیک لوگ ہیں۔

آج کل کا معاملہ

مگر آج کل اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے، تجار کو مالداروں کو اکثر علماء چور ہی معلوم ہوتے ہیں، گو کہ وہ ڈرتے بھی ہیں، ملاقات کیلئے بھی آتے ہیں، دعا بھی کراتے ہیں، مگر ان کو خطرہ رہتا ہے کہ کہیں ڈاکو نہ ہو، فراڈی نہ ہو، جھوٹا نہ ہو، دغا باز نہ ہو، اور جو علماء چندہ کیلئے جاتے ہیں ان کو تو تجار انتہائی گھٹیا سمجھتے ہیں، گو کہ وہ بعض

(۱) سورۂ شعراء آیت ۱۰۹۔

مرتبہ ان کی دعوت بھی کرتے ہیں، رقم بھی اچھی دیتے ہیں، اور چاہے وہ مدرسہ والا، چندہ والا، کتنا ہی بڑا علامہ، محدث، مفسر، اللہ والا ہو مگر تاجر کے سامنے اس کا گریڈ گرا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح مسجدوں میں جو علماء یا ائمہ حضرات امامت کراتے ہیں، کیونکہ ان کے معاش کا دارومدار بھی لوگوں پر، مسجد کے مصلّیوں پر ہوتا ہے، اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ گھٹیا رویہ اختیار کرتے ہیں، بلکہ جس آدمی کی خود اپنے گھر میں اپنے بال بچوں پر، اپنی بیوی پر نہیں چلتی وہ امام صاحب پر آ کر دادا گری چلاتا ہے کہ وہ مسجد میں صفائی ستھرائی بھی کرے، لوٹے بھی دھو کے رکھے، اللہ معاف کرے بعض آدمی تو یہ چاہتا ہے کہ امام صاحب ہی اس کا استنجا بھی کرائے، یہاں بھی یہی وجہ کارفرما ہے کہ امام صاحب کو خالی رہنا منظور ہے مگر اپنی چھوٹی سی تجارت نہیں کرتا، اگر کوئی دکان کرے، کوئی بزنس کرے، تو پورے اصول کے ساتھ، دیانت داری کے ساتھ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے، مگر معلوم نہیں، نہ علماء، نہ اساتذہ اور نہ ائمہ حضرات کو اس کی فکر ہے، جس کی وجہ سے ان کی عظمت وتقدس اور ان کی عزت واحترام داؤ پر لگا رہتا ہے۔

علماء کرام سے باادب گزارش ہے کہ آپ بھی تجارت کیجئے

اس لئے یہ ناکارہ اپنے تمام علماء کو بڑے ادب کے ساتھ مشورہ دیتا ہے کہ دیکھئے آپ پیغمبروں کے وارث ہیں، آپ پیغمبروں کی نیابت کر رہے ہیں، نبیوں والا کام کر رہے ہیں، پھر آپ کو کیا ہو گیا کہ ہر چیز میں تو آپ کہتے ہیں پیغمبر ایسا کرتے تھے، نبی ایسا کرتے تھے، تو پھر آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ پیغمبروں نے اپنی روزی روٹی کا خود انتظام کر لیا تھا، حضرت آدم علیہ السلام زراعت کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا کام کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے،

کوئی کچھ کرتا تھا، کوئی کچھ کرتا تھا، تم بھی اپنی روزی روٹی کا انتظام کرو، وہ کیسے ہوگا، وہ بزنس وتجارت سے ہوگا، اس لئے بزنس کیجئے، تجارت کیجئے، زراعت کیجئے، کچھ نہ کچھ صنعت وحرفت کا کام کیجئے، دستکاری کیجئے، اورنگ زیب عالمگیر جیسا جلیل القدر بادشاہ اپنی روزی روٹی کو بیت المال سے نہیں جوڑتا، بلکہ فن کتابت سے اپنی حلال کمائی کرتا ہے، اسی لئے میں اپنے تمام علماء سے، اکابر سے دست بستہ بڑے ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ تجارت کیجئے، اپنی حلال کمائی کے ذریعہ زندگی گزاریئے، ان دنیا دار تاجروں کے رحم وکرم پر، ان کے دست نگر بن کر اور کبھی بالواسطہ یا بلاواسطہ انکے سامنے ہاتھ نہ پھیلایئے، اللہ تعالی آپ کی روزی میں برکت کرے گا، آپ کو عزت دے گا، ناکارہ کو اچھے اچھے دیندار اور نام ونمود سے بچنے والے بلکہ اس کا دعوی کرنیوالے تاجروں کا تجربہ ہوگیا کہ ان کی انا کا سکہ کبھی بھی سر اٹھا کے بولنے لگتا ہے، اور وہ اچھے اچھوں پر اپنی بے لگام زبان کی قینچی چلا دیتے ہیں، سمجھدار کیلئے اشارہ ہی کافی ہے، یہ ایک آواز ہے شاید کبھی تو رنگ لائے گی، خدا کرے یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو اور امت میں بیداری پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔

علماء کے تجارت نہ کرنیکی وجہ سے کیا ہوا

حضرات! اس کی وجہ سے جہاں تجار اور مالداروں کی فکر اور سمجھ میں فرق پڑا ہے، وہیں علماء کرام میں مال ودولت کی طمع ولالچ اس درجہ ہوگیا ہے کہ وہ بھی ہر آنیوالے سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہ آنیوالا کچھ ہدیہ لیکر آئے، تحفہ لیکر آئے، اور جاتے وقت ہدیہ دے کر جائے، اور اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا کا نظام اللہ تعالی نے ''الناس للناس'' کے قاعدے کے مطابق چلایا ہے، یعنی ہر آدمی ایک دوسرے آدمی کے کام آتا ہے، اب جیسے تاجر کے پاس ضرورت مند اہل مدارس جاتے ہیں وہ بے راہ روی

کرتا ہے، ایسے ہی علماء، اللہ والے سمجھے جانے والے لوگوں کے پاس بھی لوگ اپنی ضروریات زندگی، گھریلو مسائل اور مشکلات لیکر دعاؤں کے لئے اور تعویذ کے لئے حاضر ہوتے ہیں، تو یہ علماء بھی پھر خواہش رکھتے ہیں کہ عوام کچھ لیکر آئے، اور کچھ دے کر جائے، اگر آنیوالا کچھ ہدیہ نہیں لیکر آتا، تو اس کو عزت نہیں دی جاتی، اس کو مقام ومرتبہ نہیں دیا جاتا، اور اچھا سلوک اس کے ساتھ نہیں کیا جاتا، بلکہ گھٹیا قسم کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

بعض بڑے لوگوں کا کردار

بلکہ اب تو ایسا بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض بڑے ادارے کے ذمہ دار کے خدام رشوت لیتے ہیں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' اللہ اپنی امان میں رکھے، کس قدر گھٹیا پن کی باتیں ہیں، اگر رشوت دی تو آپ کا کام ہوجائے گا، اگر ایسا نہیں کیا تو آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے اس کی کوئی گارنٹی نہیں، یہ عام لوگوں کی نہیں ایسے علماء کی باتیں ہیں جن کے تقدس کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، بلکہ بعض بڑے اداروں کے شیخ الحدیث تاجر سے کوئی آپریشن کے لئے، کوئی بیٹی کی شادی کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے اور وہ تاجر رقم دیتے ہیں، پھر اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں کہ فلاں حضرت آئے تھے ان کا یہ مسئلہ تھا، اس سلسلہ میں ان کو ساری رقم دیدی، ان سب کے پیچھے دراصل جو وجہ معلوم ہوتی ہے وہ مالی قلت، اپنی ضروریات کا پورا نہ ہونا ہے، لوازمات اور ضروریات زندگی زیادہ ہیں، مگر وسائل کی کمی، تنخواہ کی کمی، اس لئے رشوت لینی پڑتی ہے، تاجر سے ذاتی طور پر سوال کیا جاتا ہے، اب بتلایئے امت کہاں جائے گی، خواص ہی ڈوبیں گے، تو عوام بچیں گے، خدا کی قسم سب ڈوب جائیں گے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

اور اگر آنیوالے نے اچھا ہدیہ دیا، تو اچھی قیام گاہ ملے گی، خصوصی دستر خوان پر جگہ ملے گی، ہر طرح کا لحاظ کیا جائے گا، ایئرپورٹ پر، ریلوے اسٹیشن پر، بس اڈے پر اس کو پہنچانے کا انتظام ہوگا اور گھمانے کا بھی انتظام ہوگا، نہیں تو ایسے لوگوں کو جو کچھ نہیں لاتے ان کو پانی بھی پینے کیلئے نہیں دیا جائے گا، میں طبقہ خاص کا ایک فرد ہوں، یہ باتیں روایات وحکایات اور کہانیاں نہیں بیان کررہا ہوں بلکہ حقائق ہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ ان حقائق کے پیچھے وہی مالی قلت ہے، اس لئے مالی قلت کو دور کرنے کے لئے تجارت کیجئے اور شان کی عیش کی زندگی گزاریئے، اور اپنے ایمان ویقین کی باتوں سے امت کو مستفیض فرمایئے۔

کامیاب تجارت کے چند زریں اصول

کامیاب اور اچھی تجارت کی چند قیمتی چابیاں ہیں، جن سے آپ کو واقف کراتا ہوں، آپ کو معلوم تو ہے مگر تذکیر کے طور پر دہرادیتا ہوں، تاجر اگر مندرجہ ذیل اسلامی اصول اختیار کرلے تو وہ بہت بڑا کاروباری ہوجائے گا، اللہ تعالی نے ان اصولوں کے اختیار کرنے پر بے حساب رزق کا وعدہ فرمایا ہے:

(۱) تقوی یعنی گناہوں سے بچنا (۲) تجارت کو ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا (۳) ہر معاملہ میں اللہ تعالی سے رجوع کرنا، یعنی دعا کرنا (۴) امانت داری اختیار کرنا (۵) معاہدوں کی پابندی کرنا (۶) کردار کی مضبوطی یعنی حق پر قائم رہنا (۷) لین دین کو تحریر میں لانا اور اس پر گواہ بنانا (۸) صبح کی بیداری یعنی جلدی اٹھنا (۹) سستی اور کاہلی سے بچنا (۱۰) فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچنا۔

یہ تجارت کے دس زریں اصول ہیں، ان پر عمل کرنیوالے تاجر کبھی گھاٹے میں نہیں رہیں گے، انشاء اللہ۔

ان اصولوں کے ساتھ تجارت کیجئے

علماء کرام سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان اصولوں کے ساتھ تجارت کیجئے ، اور دنیا میں بھی عیش کیجئے ، اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا لطف اٹھایئے ، انبیاء علیہم السلام ، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اپنا حشر کرایئے، اللہ تعالی مجھے بھی اور تمام علماء کو بزنس وتجارت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: ”یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً“(۱) اے پیغمبرو! حلال اور پاک روزی میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو“ آج ہم لوگ نیک عمل کی کوشش تو کرتے ہیں جو آیت کا دوسرا جز ہے؛ لیکن آیت کے پہلے جز ”اکل طیب“ کی طرف دھیان نہیں جاتا، تو نیک عمل کی کیسے توفیق ہوگی؟ پہلی شرط اکل حلال ہے، جس پر تمام اعمال کا انحصار ہے، جب حلال کمائی کر کے کھایا جائے گا، تو زندگی میں نور ہوگا، اور دنیا ہی میں حیات طیبہ کا ذائقہ نصیب ہوگا، اللہ تعالی ہم سب کو حلال کمائی کی توفیق عطا فرمائے ، اور اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

---

(۱) سورۂ مومنون آیت ۵۱۔

118

دعوت فکر وعمل

مرکز میں دوروزہ تربیتی پروگرام

۲۵/ ۲۶/ فروری ۲۰۱۵ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد میں دوروزہ فکری وتربیتی پروگرام منعقد ہوا، یہ پروگرام ندوۃ العلماء کی طرف سے ہوا، ندوۃ العلماء ہر سال ملحقہ مدارس کے اساتذہ کے سلسلہ میں تربیتی پروگرام منعقد کراتا ہے، امسال یہاں مرکز میں یہ پروگرام ہوا، اس کے سلسلہ میں ندوۃ العلماء نے اپنے ملحقہ مدارس کو دعوت نامے جاری کئے، اکثر ملحقہ مدارس کے اساتذہ شریک ہوئے ، بعض مدارس کی نمائندگی نہیں ہوئی، غیر ملحقہ علاقہ کے مدارس کے ذمہ داران کو یہاں مرکز سے دعوت نامے جاری کئے گئے ، اکثر بڑے مدارس کے ذمہ داران کو راقم نے خود دعوت دی ، بعض دوسرے مدارس میں اپنا نمائندہ بھیجا، اس طرح علاقے کے تمام ہی قابل ذکر اداروں کو دعوت دی گئی ، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ علاقہ کے اکثر بڑے مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے کوئی نمائندگی نہیں ہوئی ، نہ کسی استاد نے شرکت کی ، اور نہ ہی کسی کی طرف سے معذرت کا خط آیا۔

ایک بڑے ادارہ کے ذمہ دار کو دعوت اور انکار ویہ

ایک بڑے ادارے کے ذمہ دار سے اچانک ان کے دفتر میں ملاقات ہوگئی، دعوت نامہ تو ان کو دینا تھا، مگر یہ اندازنہیں تھا کہ وہ مغرب بعد مل جائیں گے، راقم نے ان کو اپنی سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر جلدی سے ملاقات کی اور دعوت نامہ پیش کر دیا، انہوں

نے فوراً کہا کہ اس کو ڈبلی کیٹ سمجھوں یا اصل، کیونکہ اس پر دستخط اور مہر نہیں تھی، میں نے کہا کہ میں سامنے موجود ہوں، اپنے ہاتھ سے دے رہا ہوں، انہوں نے فوراً مسئلہ بھی بتلایا کہ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ ہر چیز پر دستخط اور مہر ہونی چاہئے، راقم نے دستخط کردئے اور یہ بھی وضاحت کی کہ مجھے اندازنہیں تھا کہ آپ اس وقت مل جائیں گے، اس وقت فلاں استاد کو ملنے آیا تھا، اچانک دیکھا کہ آپ بھی تشریف فرما ہیں، اس لئے جلدی میں یہ دعوت نامہ پیش کردیا، مگر انہوں نے دعوت نامہ لیکر نہ تو اس وقت ہی آنے کے سلسلہ میں معذرت کی اور نہ ہی کوئی نمائندہ بھیجا اور نہ معذرت نامہ، اس وقت وہ بھول گئے کہ خط کا جواب دینا بھی اسلامی طریقہ ہے۔

علماء کرام کو دھیان رکھنا چاہئے

علماء کرام کو دھیان رکھنا چاہئے کہ اگر ان کا علمی حرج نہ ہو تو معذرت کا خط لکھنا، یا فون کردینا چاہئے، سب کا سب جگہ پہنچنا ممکن بھی نہیں اور ضروری بھی نہیں، مگر جب کوئی دعوت تحریری طور پر ملی ہے، تو اس کی معذرت یا عدم حضوری کی اطلاع دینا بھی اخلاقی فریضہ اور اسلامی طریقہ ہے، کسی کو حقیر، معمولی اور لایعبأ بہ سمجھ کر نظر انداز نہ کرنا چاہئے، بلکہ اس کو اہمیت دینی چاہئے، اس سے آپ کی قدر گھٹے گی نہیں، بلکہ آپ کا وقار بلند ہوگا اور معاشرے میں زیادہ باعزت اور ذمہ دار سمجھے جائیں گے اور دلوں میں بعد بھی نہیں ہوگا، بس ''العاقل تکفیہ الاشارہ''۔

ایک بڑے ادارہ کے ذمہ دار کی تنقید

ایک جگہ ایک واقعہ پیش آیا، ایک بڑے ادارے کے ذمہ دار بڑے عالم ایک مدرسہ میں تشریف لائے، جہاں مدرسہ والوں نے مہمانوں کے استقبال میں سفید

چادریں بچھا رکھی تھیں، تو بڑے مدرسے کے بڑے ذمہ دار نے فوراً تنقید کی اور ان مدرسہ والوں کی سفید چادروں کو اکابر کے طرز عمل کے خلاف بتلایا، جبکہ خود بڑے ذمہ دار صاحب نے اپنے ادارے میں خرافات میں کہئے یا تزئین کاری میں قوم کا بڑا پیسہ ضائع کررکھا ہے، وہ واقعی اکابر کے طرز کے خلاف ہے۔

ایک مفکر کی اہل مدارس کے کردار سے مایوسی

۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء کو ہمارے یہاں مولانا عیسی صاحب منصوری ولڈ اسلامک فورم یوکے کے چیئرمین تشریف لائے، جو کئی ماہ سے مدارس کے دورے پر تھے، انہوں نے بہت دکھ بھرے انداز میں کہا کہ اس مرتبہ بہت زیادہ تکلیف ہوئی، اور بہت مایوسی ہوئی کہ مدارس کی عمارتیں شاندار ہیں، سب سہولتیں ہیں مگر مقصد لاحاصل، نہ تربیت، نہ روحانیت، نہ سلیقہ، نہ علم کی پختگی، نہ عملی کردار، نہ زمانہ پر نظر، نہ سرمایہ حیات سے واقفیت، نہ جدید کی معلومات اور نہ ہی قدیم پر گرفت، علامہ اقبال نے جو کہا تھا کہ: ؎

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک
نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

وہ صحیح تھا، اور اس میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور حال یہ ہے کہ ذمہ داران مدارس کو اگر اس سلسلہ میں کوئی کچھ کہہ دے تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے۔

ایک پروفیسر کے مضمون پر برہمی

کچھ روز قبل ایک دیندار پروفیسر نے اپنے ایک مضمون میں مدارس کے پروردہ لوگوں کو غیر تربیت یافتہ اور اٹکل سے کام کرنے والے جیسے کچھ کلمات لکھ دیئے تھے، تو ہمارے کئی علماء کو یہ بات ناگوار گزری، یہاں تک کہ ان کے جواب میں مضمون لکھا

گیا، جو شائع ہوا، علامہ اقبال کے اس شعر پر بھی بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ کچھ خامیاں ضرور ہیں، جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

اہل مدرسہ کی غیر ذمہ دارانہ بات

ایک مدرسہ کے ذمہ دار کا کہنا ہے کہ اجی ہماری مغفرت کیلئے تو یہی کافی ہے کہ ایک ہزار بچے ہمارے یہاں کھانا کھاتے ہیں، یعنی تعلیم وتربیت کوئی مقصود نہیں، بس ایک ہزار کھانا کھا رہے ہیں، حالانکہ مغفرت کے لئے اگر اللہ کو پسند آجائے تو بلی کو بستر میں چھپالینا اور پیاسے کتے کو پانی پلانا بھی کافی ہے، مگر ان بڑے بڑے اداروں کا قیام اور قوم کے ان بچوں کا تو کوئی اور ہی مقصد ہے، ان کی تعلیم وتربیت اوران کی زندگی کے اندر اسلامی طور وطریق کو پیوست کرنا ہے۔

ایک اہل مدرسہ کا رویہ

ایک عالم دین نے ایک واقعہ بتلایا کہ مظاہر علوم کے ایک بڑے استاد ایک مدرسہ کے خزانچی تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ مدرسہ کے ذمہ دار مال میں خرد برد کر رہے ہیں، تو یہ مظاہر کے استاد اس مدرسہ کے خزانچی ہونے کی وجہ سے مدرسہ کا حساب دیکھنے پہنچ گئے، مدرسہ کے ناظم صاحب معاملہ سمجھ گئے، انھوں نے خزانچی صاحب سے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں خزانچی ہوں، ناظم صاحب نے پوچھا کہ آپ کو کس نے خزانچی بنایا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے، ناظم صاحب نے کہا کہ آج سے آپ خزانچی نہیں۔

خواص کا کردار

جب کوئی عہدہ ومنصب پر ہوتا ہے تو وہ اپنے چھوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتا، یہ عام

لوگوں کی بات ہے، مگر خواص ہمارے علماء بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں، وہ بھی سیٹ پر بیٹھ کر یا کسی منصب پر بیٹھ کر اپنے چھوٹوں کو کچھ نہیں سمجھتے، اپنے چھوٹوں کو یا کسی چھوٹے مدرسہ والوں کو تو احمق اور بیوقوف سمجھتے ہیں، اس پہلو پر ہمارے تمام ہی علماء کو یکسوئی اور تنہائی میں سوچنا اور سمجھنا چاہئے کہ اگر چہ وہ کسی بڑے مدرسے، یا کسی بڑی تحریک یا ادارے کے ذمہ دار ہیں، اگر اخلاق نبویؐ ان میں نہیں ہوں گے، تو ان کا بڑے ادارے کا ذمہ دار ہونا ان کے کوئی کام نہ آئے گا، اس لئے کہ اصل تو بڑا آدمی اخلاق سے بنتا ہے، علم سے، مال سے، منصب اور عہدے سے بڑا نہیں بنتا، کیونکہ جو لوگ اس طرح اپنے آپ کو بڑا ثابت کرانا چاہتے ہیں، ان کی مثال حکمرانوں اور بادشاہوں جیسی ہے، جن کی تعظیم احتراماً نہیں بلکہ ان کے شر سے بچنے کیلئے کی جاتی ہے، اس لئے بادشاہوں کے مقبرے جاکے دیکھ لیئے جائیں جو غیر آباد ملیں گے اور وہاں کتے بلی قلابازیاں کھاتے ملیں گے، اور بزرگان دین کے مزارات بھی دیکھ لیجئے، جن کے ہم نام لیتے ہیں، اور جن کے تقدس کی ہم قسمیں کھاتے ہیں، ان کے مزارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں، اور انکی عظمت واحترام دلوں میں پیوست ہے، یہ چیز ان کے اعلی اخلاق وکردار کی بنا پر ہے، چھوٹا منھ بڑی بات، یہ ایک محاورہ ہے، مگر چھوٹے منھ سے کبھی اچھی بات بھی نکل جاتی ہے۔

طبقہ خاص کا بگاڑ

اس وقت طبقہ خاص میں خاصا بگاڑ آ گیا ہے، اجمالی طور پر اگر دیکھا جائے تو استکبار، اتباع ہوی، مال کی محبت، مفاد پرستی، تحریف دین، مکروفریب، خفیہ تدبیر اور سازش، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اعراض، جزئیات وفروعات میں الجھنا اور الجھانا، حسد، بغض اور دوسرے کے تئیں عدم اعتراف جیسی بیماریاں بگاڑ کے خاص

اسباب معلوم ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ امت مسائل سے دوچار ہے، ضرورت ہے کہ امت کا طبقہ خاص اپنے اندر سدھار پیدا فرمائے۔

اس بگاڑ کا علاج

ان بیماریوں کا تدارک اور سدھار کیسے ہوگا، احساس عبدیت اجاگر کیا جائے، ایثار وقربانی، مراقبہ ومحاسبہ اور احتساب کا نظام بنایا جائے، سادگی اور تواضع زندگی میں اختیار کی جائے، اگر یہ تدابیر اختیار نہیں کی گئیں اور سدھار نہیں آیا، پھر سن لیجئے، اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں، پھر اس ملک کو اسپین بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اگر علاج نہ کیا گیا تو......؟

اندلس جہاں پر بڑے بڑے دارالعلوم، بڑے بڑے مدارس، بڑی بڑی خانقاہیں اور ہزاروں علماء اور بزرگان دین تھے، مگر ان کے اندر بگاڑ آ گیا تھا، وہ تمام باتیں ان میں پیدا ہوگئیں تھیں، جو اس وقت یہاں کے علماء کے اندر ہوگئیں ہیں، پھر اللہ نے ان کی پرواہ نہیں کی، اور اندلس میں اسلام کی کئی سو سالہ شان وشوکت تہ وبالا ہوکر رہ گئی، نہ وہ علماء رہے، نہ وہ خانقاہیں، نہ ہی وہ مدارس جو کبھی اسلام کے زبردست قلعے تھے۔

تربیت کی ضرورت اور اسکے فوائد

دراصل ہمارے مدارس میں تربیت یعنی ٹریننگ کا نظام نہیں ہے، جیسے اس زمانے میں بہت سے مدارس میں تخصُّصات کے شعبے کھولے جارہے ہیں، تو ٹریننگ اور تربیت کا شعبہ بھی ہونا چاہئے، اب اگر کوئی کہہ دے کہ مدارس کا سارا نظام اٹکل سے چل رہا ہے، تو ہمارے طبقہ کے لوگ ناراض ہو جاتے ہیں، ناراض ہونے کی

ضرورت نہیں بلکہ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے، تربیت کے جس طرح بچے محتاج ہیں، اسی طرح اساتذہ اور بڑے حضرات بھی محتاج ہیں، مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے اپنے پیغام میں فرمایا: ''تربیت وہ عمل ہے جو انسان کے اخلاق وکردار کو بہتر بنانے میں بنیادی اور کامیاب ذریعہ بنتی ہے، وہ بچے کو بہتر بچہ بناتی ہے، طالب علم کو بہتر طالب علم بنانے میں اور استاد کو بہتر استاد بنانے میں بہت اہم مدد کرتی ہے، ہر ایک کے لئے تربیت کے طریقے الگ الگ ہوتے ہیں، اسی ضمن میں اساتذہ کی تربیت بھی آتی ہے'' راقم یہ سمجھتا ہے کہ ذمہ داران کی تربیت بھی اسی ضمن میں آتی ہے، اسلئے کہ بغیر تربیت کے جو ذمہ دار بنے گا، وہ اٹکل سے کام کرے گا، اس کے نتائج خاطر خواہ نہیں ہوں گے، دنیوی اور عصری درسگاہوں میں ہر میدان کے لئے ٹریننگ اور تربیت کا شعبہ ہوتا ہے، اس کے بعد ہی اس شعبہ کی ذمہ داری اس تربیت یافتہ شخص کو سونپی جاتی ہے، ہمارے علماء اور مدارس کے ذمہ داران اس کے زیادہ مستحق تھے، کیونکہ انہوں نے ہی دنیا کو نظام عطا کیا۔

صحابہ کرام کی تربیت وٹریننگ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنہوں نے میدان کارزار میں نمایاں کارنامے انجام دئے: ع

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا وہ یونہی اٹکل سے بن گئے اور کامیاب ہوگئے، صحابہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوگا، صحابہ کرام نے سپہ گری سیکھی، جنگ کے اصول سیکھے، تلوار چلانا سیکھا، پڑھنا پڑھانا، گھوڑ سواری سیکھی، ادھر انکی محنت، ادھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کہ وہ کندن بن گئے بلکہ دنیا کے امام بن گئے، پھر معلوم نہیں آج کل

ہمارے علماء کے سامنے جب یہ بات رکھی جاتی ہے تو کیوں ان کو چڑ سی ہوتی ہے، اوراپنی پرانی ڈگر سے ہٹنے کے لئے کیوں تیارنہیں ہوتے، تعلیم وتربیت کی بات سب کرتے ہیں مگر عملاً وہ اس سے کورے ہوتے ہیں۔

اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں علماء کرام سے گزارش

اس وقت بڑے احترام کیساتھ اپنے تمام علماء سے گزارش کی جاتی ہے کہ اصلاح وتربیت کا یہ عمل شروع کیا جائے، انشاء اللہ اس کا بڑا فائدہ ہوگا، ہم امت کا جو قیمتی اثاثہ مدارس میں خرچ کررہے ہیں، وہ انشاء اللہ مفید، مثمر، اور کارآمد ہوگا، اسلئے اس وقت مدارس میں تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ، خانقاہی عمل، تزکیہ نفس اور ذکر واذکار کا ماحول قائم کیا جائے، اوراس کو لازم کردیا جائے، پھر امید ہے کہ انشاء اللہ جو کام ہورہاہے، اس سے کہیں زیادہ اضعافا مضاعفہ ہوگا، یعنی کئی گنا زیادہ ہوگا، یہ مطلب نہیں ہے کہ مدارس میں کچھ نہیں ہورہاہے، بلکہ جو ہورہاہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جانا چاہئے، مگر جتنا ہونا چاہئے اتنا نہیں ہورہاہے، اور جس طرح ہونا چاہئے، اس طرح نہیں ہورہاہے بلکہ کمیت میں بھی کمی ہے اور کیفیت میں بھی کمی ہے، بس ہر آدمی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد پر خوش ہے، اوراس کا کہنا ہے قولاً نہ سہی مگر عملاً کہ اپنا حقہ اپنی مروڑ، اس لئے اس وقت کسی کو ٹوکنا آسان کام نہیں ہے، حالانکہ ’’امر بالمعروف اور نہی عن المنکر‘‘ صرف عوام کے لئے ہی نہیں بلکہ خواص کے لئے بھی اسلام کا عظیم شعبہ اور امت مسلمہ کا عین فریضہ ہے۔

علماء کرام کو بھی اصلاح کی ضرورت ہے

اس وقت اصلاح وتربیت کی سب سے زیادہ ضرورت علماء کرام کو ہے، خدا

کرے کوئی مجدد پیدا ہوجائے، اورامت کے طبقہ خاص میں وہ روح پھونک دے اور ان کے اندر دینی حمیت کے ساتھ اخلاق نبویؐ کا نمونہ پیدا ہوجائے، پھر امت کے اندر بھی اصلاح ہوگی، اس لئے کہ عوام اور پبلک اپنے علماء اور بڑوں کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں، اور بڑوں کے اندر چپقلش، آپسی رنجش، ایک دوسرے کے تئیں عدم اعتراف، دوسرے ادارے یا دوسری شخصیت کا نام آتے ہی پیشانی میں بل کا آجانا یہ ایسا ناسور ہے، جس کا آپریشن ضروری ہے، اللہ تعالی ہمارے تمام علماء کو سمجھ عطا فرمائے، اوراپنے علم کے ساتھ اپنے کردار کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تحریر علماء کی توہین ہے، بلکہ سچائی اور آئینہ ہے، ہمارا یہ رسالہ زیادہ تر اہل مدارس ہی کے پاس جاتا ہے، اس لئے دل کی یہ مخلصانہ بات تحریر کی گئی، کوئی کہنے والا تو ہونا چاہئے، اور راقم کی نیت میں خالص اصلاح ہے، توہین نہیں ہے، اللہ جانتا ہے، اس لئے دل کی گہرائیوں سے یہ باتیں لکھی جارہی ہیں، اور علماء کرام کے سلسلہ میں یہ باتیں سنی ہوئی نہیں بلکہ خود پیش آئی ہوئی ہیں، اہل علم حضرات کی اس طرح کی باتیں جب دیکھتا ہوں تو دل کڑھتا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اور ہمارے علماء کو صحیح کردار پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اپنے علماء واکابر کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس لئے ہمارے علماء میں جو بھی اس مضمون کو پڑھے، وہ یہ نہ سمجھے کہ کس نالائق نے یہ لکھا ہے بلکہ تھوڑی دیر کے لئے یکسو ہوکر تنہائی میں سوچے کہ کیا واقعی یہ باتیں جو لکھی ہیں درست ہیں یا نہیں؟ اور کیا یہ خامیاں ہم میں ہیں یا نہیں؟ اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو اللہ کے لئے ان کو درست کرنے کی کوشش کیجئے، اور جو بھی کوشش کرے گا، اس کو فائدہ ہوگا، اوراس کے اہل تعلق کو فائدہ ہوگا۔

حسن اخلاق ایک قیمتی جوہر ہے

جسمانی اور روحانی خوبصورتی

اچھے اخلاق انسانی زندگی کی ضرورت اور اس کے اچھے برے ہونے کیلئے ایک تھرمامیٹر (Thermometer) کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے جسمانی خوبصورتی ہوتی ہے، ایسے ہی روحانی خوبصورتی بھی ہوتی ہے، جس طرح کوئی آدمی اپنے جسم کے کسی عضو میں کمی بیشی کی بنا پر خوبصورت نہیں ہوسکتا، اسی طرح روحانی طور پر بھی کوئی آدمی جس کے اخلاق، جس کا چال چلن، جس کے افکار وکردار صحیح نہ ہوں، وہ خوب سیرت نہیں ہوسکتا، انسانی جسم کے اعضاء سے جسم میں حسن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور اس کے مجسمہ کے کردار سے اس کی روحانیت میں خوبصورتی اور خوب سیرتی پیدا ہوتی ہے، اگرچہ جسمانی خوبصورتی بری چیز نہیں، مگر دراصل مطلوب خوب سیرتی ہے، جس کا تعلق انسان کے افعال، اعمال اور کردار وگفتار سے ہے۔

بعثت نبوی کے مقاصد

بعثت نبویؐ کے مقاصد میں اگرچہ چار بہت اہم ہیں، تلاوت کتاب، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور حکمت، مگر ان تمام کو جامع مکارم اخلاق ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ“ (۱) مجھ کو اللہ تبارک وتعالی نے اخلاق کریمانہ کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۱) بخاری شریف حدیث نمبر ۲۷۳۔

۲۳ رسالہ مکی اور مدنی زندگی کا خلاصہ اخلاق کریمانہ کی تکمیل ہے، معلوم ہوا کہ یہ موضوع بہت وسیع، مہتم بالشان، عظیم اور اہم اور پوری زندگی کو حاوی ہے، کیونکہ اخلاق کا تعلق قلب سے بھی ہے اور نفس سے بھی، جن اخلاق کا تعلق قلب سے ہے ان کو اخلاق حمیدہ وملکات فاضلہ کہا جاتا ہے، ان کو مقامات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور جن اخلاق کا تعلق نفس سے ہے، ان کو اخلاق رذیلہ کہتے ہیں، اور جس شخص نے اخلاق رذیلہ کو چھوڑ کر اخلاق حمیدہ کو اختیار کیا گویا کہ اس کے نفس کا تزکیہ ہوگیا، وہ مزکّٰی ہوگیا، جب وہ مزکّٰی ہوجائے گا تو نبوت کے مقاصد کو پورا کرنے والا ہوجائے گا، اور اللہ کا مقبول اور مبرور بندہ ہوجائے گا۔

اخلاق کی پستی

آج کل ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اپنے اخلاق کی پستی دیکھ کر انتہائی کڑھن اور تکلیف ہوتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ”تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ“ (۱) سلام کرو ہر اس شخص کو جس کو تم پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے“ گویا کہ اخلاقیات کی ابتداء سلام سے بتلائی، اور سلام میں کوئی بھید بھاؤ نہیں، کوئی تفریق نہیں، آپ کو اگر معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہے فوراً سلام میں پیش قدمی کرنی چاہئے، سبقت کرنی چاہئے، آج کل ہم سلام کے سلسلہ میں دیکھتے ہیں کہ آدمی سلام اسی کو کرتا ہے جس کو پہچانتا ہے، جس سے تعلق اور شناسائی ہے، جس کو پہچانتا نہیں، اس سے سلام وکلام بھی نہیں کرتا، حالانکہ اس سلسلہ میں پہچان کی اور شناسائی کی قید ہٹائی گئی ہے، یہی چیز ہمیں اخلاق کے سلسلہ میں بھی نظر آتی ہے، ہمارے اخلاق کا مظاہرہ اس وقت تو ہوتا ہے، جب ہمارے سامنے

(۱) بخاری شریف حدیث نمبر ۵۸۸۲۔

آنیوالا جانا پہچانا ہوتا ہے، اگر جانا پہچانا نہ ہو، پھر اس کی طرف دیکھنا، اس سے بات کرنا، اس کو وقت دینا، اس کی طرف کسی بھی طرح کا التفات کرنا بہت گراں معلوم ہوتا ہے، اور تجاہل کی انتہا کی جاتی ہے، اخلاق کی یہ کمی امت کے ہر طبقے میں محسوس ہو رہی ہے، چاہے وہ طبقہ عوام کا ہو، یا خواص علماء کا، ہر جگہ اور ہر ایک میں یہ بیماری عام ہے، جس کے پاس آپ جا رہے ہیں، اگر وہ آپ سے واقف ہے، یا آپ ہدیہ یا کوئی اور چیز اس کے پاس لیکر جا رہے ہے، تب تو اچھے اخلاق کا مظاہرہ آپ دیکھ سکتے ہیں، اگر آپ کی کوئی پہچان نہیں یا آپ کوئی چیز لیکر نہیں گئے، تو پھر یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہو، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اخلاق اور مجسمہ اخلاق تھے، ہر ایک کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ وہ گرویدہ ہو جاتا تھا۔

ایک صاحب کی بداخلاقی کا اعلی مظاہرہ

ابھی ہمارا ایک ایسے دیندار آدمی کے پاس جانا ہوا جو خود عالم، خیر کا کام کرنے والے، پانچ درجن سے زیادہ کتابوں کے مصنف اور بہت اونچی دینی شناخت رکھنے والے، ان کے پاس بڑی شخصیت کا جس سے وہ خوب واقف تھے، خط لیکر جانا ہوا، ان کے سکریٹری نے ان کو اندر آفس میں خط دیا، وہ فوراً باہر نکل کر آئے اور دو چار کھری کھری باتیں سنا کر وہ جا اور وہ جا، انہوں نے اپنی بداخلاقی کا اعلی مظاہرہ کیا، بعد میں ان کو جب میں نے میسیج کیا، اپنا تعارف کرایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم الحمدللہ سب کا اکرام واحترام کرتے ہیں، لیکن آپ بغیر وقت لئے آئے، مجھے علماء، طلبہ اور اہل علم کے ساتھ بیٹھنے میں خوشی ہوتی ہے، بشرطیکہ پہلے سے آمد کی اطلاع ہو، اس لئے کہ ہم اکثر مشغول ہوتے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود اگر آپ کو تکلیف

124

ہوئی تو میں معذرت کرتا ہوں، تو معلوم ہوا کہ اگر پہلے سے وقت لیا ہوا ہو، معرفت ہو تو اخلاق سے پیش آئیں گے، اگر بغیر اطلاع کے بغیر وقت لئے، بغیر معرفت کے آگئے تو بداخلاقی کا سامنا کرنا ہوگا۔

ایک بڑے دینی ادارہ کے ذمہ دار کی بداخلاقی

کئی سال قبل ایک بڑے ادارے کے بہت بڑے ذمہ دار کو فون پر اپنے آنے کی اطلاع دی، اور مقصد آمد بتلایا، ظاہر ہے ہم مدرسہ والے کہیں جائیں گے تو مدرسہ کے متعلق ہی کوئی کام ہوگا، تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا آنا ان مقاصد سے خالی نہ ہوگا، اگر یہ مقصد ہے تو یہ کر لیجئے اور یہ مقصد ہے تو یہ کام نہیں ہوگا، اگر آپ کوئی علمی آدمی ہیں تو آپ کیلئے گاڑی بھیجی جا سکتی ہے، یعنی آپ انسان ہیں، مسلمان ہیں، عالم ہیں تو آپکی ہمارے یہاں کوئی وقعت نہیں، اگر علمی آدمی ہیں، ہمیں آپکی آمد سے آپ کے علم سے فائدہ ہو سکتا ہے، تو ایسا کیا جا سکتا ہے، یہ اخلاق خواص کے ہیں عوام کے نہیں۔

بعثت نبوی کے مقاصد میں ڈاکہ زنی

ایک شناسا ایک جگہ پر تھے، ہم نے وہاں جانے کا قصد کیا، اور پہنچ بھی گئے، مگر انہوں نے جس بداخلاقی کا مظاہر کیا، رونگٹے کھڑے ہو گئے، آسمان بھی شرما رہا ہوگا، یہ صرف اس طرح کے واقعات طبقہ خاص ہی کے نہیں، بلکہ اکثر مسلمانوں کے ہیں، چاہے وہ تاجر ہوں، بزنس مین ہوں، انجینئر ہوں، ڈاکٹر ہوں یا ماسٹر ہوں، جس کی کچھ بھی پوزیشن ہے، یا حیثیت ہے، وہ سامنے والے کو حقیر، معمولی اور غیر اہم سمجھتا ہے، اب جب مسلمانوں کے یہ حالات ہوں گے، پہچان والے کے ساتھ اخلاق سے پیش آیا جائے گا، اور غیر پہچان والے کے ساتھ بداخلاقی کا رویہ اختیار کیا جائیگا،

تو بعثت نبویؐ کے مقصد میں ڈاکہ زنی ہوگی، اور جس مقصد میں ڈاکہ زنی ہوگی تو وہاں کہاں خیر ہوگا، وہاں تو تباہی اور بربادی ہی آئے گی۔

اخلاق حمیدہ اختیار کرنے کے فائدے

ہماری زندگی کا مقصد اگر نبوی طریقہ پر چلنا ہوگا، تو ہم زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہوں گے، اگر ہم عالم دین ہیں، تو ہمارے پیچھے چلنے والوں کو اچھا پیغام جائے گا، وہ ہمارے اخلاق سے متأثر ہوں گے، اگر ہم تاجر ہیں تو ہمارے اچھے اخلاق سے ہمارے گاہک سبق حاصل کریں گے، ہم انجینئر، ٹیچر اور استاد ہیں تو ہمارے اچھے اخلاق سے ہمارے شاگردوں کی زندگی پر اچھا اثر پڑے گا، غرضیکہ ہمارا زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق ہے، اگر ہمارے اخلاق اچھے ہیں، تو لامحالہ ہمارے اخلاق کا اثر سامنے والوں پر ضرور پڑے گا، آج کل ہم بڑے بڑے پروگرام، بڑے بڑے اجتماع، بڑی بڑی دینی مجلسیں کرتے ہیں، مگر اثر خاک بھی نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہمارے اخلاق اچھے نہیں، صرف زبان اور قول سے کام نہیں چلتا عمل ضروری ہے اور عمل سے ہم کورے ہیں، ہماری تصنیفات وتالیفات، ہماری کتابیں، تقریریں، اصلاحی مجلسیں جبھی اثر انداز ہوں گی، جب ہمارے قول وعمل میں تضاد نہ ہوگا، اور ہم اعلی اخلاق کے مجسمے ہوں گے، اللہ تعالی ہمیں اخلاق حمیدہ اور فاضلہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری بداخلاقی اور بدکرداری سے جو نقصانات ہو رہے ہیں، ان سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

آٹھواں باب

عوام وخواص کی خدمت میں

امت مسلمہ کے دو طبقے

امت مسلمہ کے دو طبقے ہیں، ایک طبقہ خواص کا ہے جس میں علماء، اہل مدارس اور ائمہ مساجد آتے ہیں، دوسرا طبقہ عوام کا ہے، جس میں عام مسلمان، جدید تعلیم یافتہ حضرات، دانشور اور ناخواندہ لوگ شامل ہیں، آج کے زمانے میں دونوں طبقوں کا جائزہ لیا جائے تو بعض مرتبہ دونوں میں عدم اعتماد، ایک دوسرے سے دوری، بلکہ کبھی تو بعد المشرقین کا معاملہ ہوجاتا ہے، اس کے جہاں بہت سے اسباب ہیں، وہیں منصوبہ بند طریقے سے ایک سازش بھی ہے، جو اسلام دشمنی کے طور پر اغیار کی طرف سے کی جارہی ہے، وہ اس طرح کہ علماء اسلام سے امت مسلمہ کے اعتماد وبھروسے کو متزلزل کرکے اور ان کی شبیہ کو مختلف انداز سے خراب کرکے عوام کے سامنے پیش کیا جائے، اس میں ایک تو ذرائع ابلاغ اہم رول ادا کرتا ہے۔

نام نہاد دانشور طبقہ

دوسرے امت کا نام نہاد دانشور طبقہ ہے جس کی ساخت وپرداخت ہی مغرب کے رحم وکرم پر اور اس کے ماحول میں ہوئی ہے، وہ گھر کے بھیدی ہوکر اور "صاحب البیت ادری بما فیہ" کے پیش نظر اور اپنی دانشوری اور جدیدیت کے زعم میں آکر سادہ لوح مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ بسا اوقات اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی اپنے جھانسے میں لے لیتے ہیں اور علماء کو قدامت پرست، رجعت پسند، پرانی سوچ کے حامل اور صرف مسجدوں اور مدرسوں کے مولوی ملا کے نام سے بتلا کر عوام کی ذہن

سازی کرتے ہیں؛ کیونکہ درحقیقت اس گئے گذرے دور میں بھی امت کا سواد اعظم اپنے علماء ہی کی بات کو تسلیم کرتا ہے، خواہ مسئلہ اجتماعی زندگی کا ہو یا انفرادی زندگی کا، ہر مسئلہ میں اور کٹھن موقع پر وہ علماء اسلام ہی سے رجوع کرتے ہیں، اس لیے اس کیفیت کو ختم کرنے کی بہت سی سازشیں رچی جارہی ہیں۔

امت کے طبقہ خاص کے تین گروپ

امت کے خاص طبقے کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس طبقے میں بھی بہت سی ایسی چیزیں در آئی ہیں، جو ان کے شان عالی، ان کے مقام رفیع اور منصب عظیم کے بہر حال خلاف ہیں، بلکہ بقول شخصے آج کل طبقہ خاص کے تین گروپ ہیں، پہلا گروپ جو اپنے علم وعمل، سیرت وکردار اور ہشت پہلو شخصیت کے اعتبار سے نمبر ایک پر ہے، اس کا فیض یوروپ، امریکہ، کناڈا اور برطانیہ وغیرہ جیسے ممالک کے لوگوں کے لیے خاص ہے، وہ وہاں جانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، دوسرا گروپ جو متوسط درجے کا ہے اس کا فیض ممبئی، بنگلور، مدراس اور ہندوستان کے ہر بڑے شہر کے لیے مختص ہے، تیسرا گروپ جو ادنی درجے کا یا بالفاظ شخصے تھیلا چھاپ ہے، وہ بیچارے عامۃ الناس اور قرب وجوار کے لوگوں کے حصہ میں ہے۔

آج کل مدارس کا مقامی طور پر فائدہ کم ہے

عام اہل مدارس خاص طور پر جب سے مدارس کے لیے مادیت کے بیرونی دروازے کھلے ہیں، جس جگہ مدرسہ قائم ہے وہاں کے لوگوں سے کٹ کر رہ گئے ہیں، جس کی وجہ سے بڑے سے بڑے مدرسہ کا فائدہ مقامی طور پر کم یا نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ مقامی سے ہٹ کر دوسرے لوگوں کو فائدہ ہورہا ہے، وہ بھی اس حد تک کہ

وہاں کے بچے پڑھتے ہیں اوران کے وارثین کبھی کبھی بچے سے ملنے کے لیے مدرسہ چلے جاتے ہیں جس سے ان کو مدرسہ کی درودیوار کی زیارت ہوجاتی ہے، یا کبھی کبھی بچے کے متعلقہ استاذ سے بھی مل لیتے ہیں اور ہاں اگر بچے کو کوئی شکایت یا تکلیف ہے تو اس بہانے سے وہ ذمے دار سے بھی مل لیتے ہیں اور بس!

مقامی طور پر مدارس کے مفید نہ ہونے کے چند وجوہ

مقامی طور پر مدارس کے فائدہ نہ ہونے کے کئی وجوہ ہیں، ایک تو یہ کہ مدرسہ والے مقامی لوگوں کے چندے کے محتاج نہیں رہے، اس لیے مقامی عوام سے مل کے کیا فائدہ؟ یا اگر کسی جگہ کسی مدرسہ والے نے بعض عوام سے رابطہ کرنے کی کوشش کی یا اس سے ملاقات کی، یا اس کو مدرسے کے کسی پروگرام میں بلایا، یا اس سے کوئی مشورہ طلب کیا، تو وہ بے جا دخل اندازی کی کوشش کرتا ہے، گوکہ بعض مرتبہ اچھی خاصی رقم کی رسید بھی کٹواتا ہے، مگر وہ اپنی بات بھی منوانا چاہتا ہے، پھر اگر اس کی مقصد برآری نہیں ہوئی یا اس کے مزاج کے خلاف معاملہ ہوتا ہے تو وہ بدظن ہوجاتا ہے، اور وہ مدرسہ اور اہل مدرسہ کے حق میں مخلص نہیں رہتا۔

امت کا افسوسناک پہلو جس میں تبدیلی ضروری ہے

کبھی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ تو فلاں خاندان کے فلاں آدمی کا ہے، اس لیے ہم کیوں جائیں یا یہ کہ اس نے کیوں قائم کرلیا، یہ تو فلاں کا بچہ ہے، غرضیکہ بہت سی وجوہات ہوتی ہیں عدم استفادہ کی، جس کی وجہ سے نہ مدرسہ والوں کا مقامی لوگوں سے ربط ضبط اور نہ مقامی لوگوں کی مدرسہ کے حق میں خیر خواہی اور مدرسہ سے فائدہ اٹھانے کی سوچ اور فکر، اسی لئے بعض جگہیں ایسی بھی

ہیں کہ وہاں اچھا خاصہ بڑا مدرسہ ہے، کئی سو طلبہ باہر کے پڑھتے ہیں، مگر مقامی لوگوں میں دینداری نہیں، تعلیم نہیں، جہالت ہے، پسماندگی ہے، حالانکہ باہر کے لوگ بھی وہیں سے فائدہ اٹھاکے جارہے ہیں، یہ امت کے افسوس ناک پہلو ہیں، جن میں تبدیلی انتہائی ضروری ہے، ورنہ خواص اور عوام کے درمیان دوری بڑھتی جائے گی، جس کا نقصان دونوں طبقوں کو اٹھانا پڑے گا۔

دوسروں کے تئیں اعتراف کی صلاحیت مفقود ہے

امت کے دونوں طبقوں میں خاص طور پر طبقہ خاص کے بعض مخصوص اور مخلصین کے گروہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی دینی خدمات اور ایک دوسرے کی کاوشوں اور ایک دوسرے کے رفاہی، دعوتی، تبلیغی اور تعلیمی کاموں کو دیکھ کر یا سن کر پیشانی میں بل آجاتے ہیں، ایک دوسرے کی چیزوں کو سراہنے اور اعتراف کرنے کی صلاحیت یا جذبہ مفقود ہے، بعض مرتبہ آدمی خود انتہائی مخلص، خادم دین، علم وعمل کا پیکر اور امت کی فکر کے جذبہ کا حامل اور قوم کی اصلاح کا دم بھرتا ہے، مگر جب اس کے سامنے کسی عامل خیر اور اس کی دینی جدوجہد کا تذکرہ ہوتا ہے، تو اس کو بہت گراں معلوم ہوتا ہے، کبھی تو وہ بادل ناخواستہ طوعاً وکرہاً سن لیتا ہے اور کبھی ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے جس سے اس کے گوش گراں بار نہ ہوں، اور وہ کسی دوسرے شغل میں مشغول ہوجاتا ہے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے ادارے یا مدرسے کی خدمات کو سن کر پیشانی میں بل لاتا ہے، تو وہ مخلص نہیں ہوسکتا۔

امت کی فلاح و بہبود کے لیے ایک اہم پیغام

مذکورہ دونوں طبقوں سے متعلق جو باتیں پیش کی گئی ہیں یہ قاعدہ کلیہ تو نہیں، اس

لیے جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں مستثنیات بھی ہیں، مگر عام طور پر ایسا ہوتا ہے، خواص عوام کی طرف دست شفقت بڑھائیں، ان کی ضروریات اور پریشانیوں اور تکلیفوں کو سمجھیں، ان کے مسائل کا حل تلاش کریں اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سوغات پیش کریں اور عوام سے گزارش ہے کہ وہ خواص سے تعلق قائم کریں، ان کو اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کریں، ان کی ہر جائز آواز پر لبیک کہیں اور ان سے اپنا اعتماد بحال کریں، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی آراء و مشورے سے کام کرے، تو انشاء اللہ خیر ہی خیر ہوگا، پھر دونوں طبقے بنیان مرصوص کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی بھی باطل طاقت اور خارجی کوشش وسازش مسلمانوں کو نقصان نہیں پہونچا سکتی، خدا کرے کہ یہ آواز صدا بصحراء ثابت نہ ہو بلکہ ہر مخلص و مفکر مسلمان کی آواز ثابت ہو اور ہر ایک اس کی فکر کر کے اصلاح کی کوشش کرے، اللہ تعالی امت کا شیرازہ بکھرنے سے محفوظ فرمائے اور خواص و عام میں اتحاد و اتفاق اور جوڑ پیدا فرمائے اور مسلمانوں کا بول بالا فرمائے۔

مسلم عوام اپنے علماء سے تعلق مضبوط کریں!

عوام علماء سے مسائل معلوم کرنے میں کوتاہی نہ کریں

بہت دن پہلے کی بات ہے راقم ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا، ان کے پاس جو بھی آدمی آتا وہ تعویذ طلب کرتا، اس بات پر وہ بزرگ آگ بگولہ ہوتے کہ کوئی بھی دین کی بات معلوم کرنے کے لئے نہیں آتا، ہر ایک دنیاوی مسئلہ لیکر آتا ہے، ابھی ماضی قریب میں ایک عالم دین کی مجلس میں یہی بات سامنے آئی کہ کوئی بھی آدمی آکر نہ مسئلہ پوچھتا ہے، نہ نماز، روزے کے بارے میں پوچھتا ہے، نہ گناہ سے بچنے کا طریقہ معلوم کرتا ہے، ہر ایک دنیا کے بارے میں بات کرتا ہے، یہ بات دیکھ کر راقم کی طبیعت پر بھی کئی روز تک یہی اثر رہا، کہ واقعی بات تو صحیح ہے، کوئی بھی آدمی آکر کوئی دین کا مسئلہ نہیں پوچھتا، کسی کو بھی اپنی نماز کی صحت کی اور اپنی دینی زندگی کی صحت کی فکر نہیں، کیا ہوگیا عوام کو؟ کیا ان کو سب مسائل معلوم ہیں، یا ان کی طبیعت میں سے دینی مسائل معلوم کرنے کا اور پوچھنے کا جذبہ اور احساس ختم ہوگیا ہے، یہ اس طرح کی باتین ذہن ودماغ پر اثر کرتی رہیں۔

امت کو علماء سے کاٹنے کی ایک سازش

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی امت کا سواد اعظم اپنے دینی مسائل میں علماء ہی کی رہنمائی چاہتا ہے، اس لئے دینی مسائل کے سلسلہ

میں امت کا رجوع علماء کی طرف ہی ہوتا ہے، اس نقطے کو اغیار نے بھی سمجھ لیا ہے، کہ امت مسلمہ کو اگر تباہ کرنا ہے اور اس کو کھڈے میں ڈالنا ہے تو اس امت کا رشتہ علماء سے کمزور کر دیا جائے، اس لئے انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ غیر شعوری طور پر امت مسلمہ کو اپنے علماء سے کاٹ دیا جائے اور ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ عوام علماء سے بدظن ہو جائے، ان پر طعن و تشنیع کرنے لگے، ان کو برا بھلا کہنے لگے، ان کو نادان، ناسمجھ اور امت کے ترقی نہ کرنے کا مورد الزام ٹھہرایا جانے لگے۔

سادہ لوح مسلمانوں کی علماء سے بدظنی

ظاہر ہے ان باتوں کے نتائج میں سادہ لوح مسلمان بھی علماء سے بدظنی کرنے لگ جاتے ہیں، اور ان کو مافوق البشر سمجھ کر ان کی غلطیوں کو اپنا موضوع سخن بنا لیتے ہیں، اور ان کی غیبت، برائی میں وقت ضائع کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ تو اللہ معاف کرے بعض دین دار نمازی، حاجی اور تبلیغی جو اپنا تھوڑا سا وقت تبلیغ میں لگا لیتے ہیں وہ علماء کو حمقاء سمجھنے لگتے ہیں، پھر چونکہ اکثر علماء اس دور میں مدارس میں تعلیم و تعلم اور درس و تدریس میں مصروف ہیں، اور ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت مدارس میں ہی گزرتا ہے، اس لئے عوام مدارس کو بھی اپنی ہوس کا شکار بناتے ہیں، ان پر زبانی آرے چلاتے ہیں، بعض کو مدارس کی تعمیر و ترقی برداشت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے کبھی وہ مدرسے کو اور کبھی اہل مدرسے کو نشانہ بناتے ہیں۔

بعض دینداروں کی اہل مدارس سے نازیبا حرکتیں

ایک جگہ ایک بڑے مدرسے کے ذمہ دار عالم دین کے سلسلہ میں ایک تبلیغی جماعت کے امیر نے ایسی نازیبا حرکت کی کہ ”الامان والحفیظ“ ناشائستہ باتیں ان

کے سلسلہ میں پھیلائیں اور عوام کو اپنے دینی لبادے اور جماعت کے امیر ہونے کی آڑ میں بدظن کرنے کی اور مدرسے کو ہڑپنے کی ناپاک کوشش کی، جس کی سزا اللہ تعالی اس کو دنیا ہی میں دے گا، ایک جگہ بڑے قدیم ادارے کی دکانوں میں ایک تبلیغی کرایہ دار نے مدرسہ کے ذمہ دار کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ یہاں دہشت گرد اور طالبان پڑھتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ ہی سمجھنے والا ہے۔

علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب پیغمبر اور نبی تو آئیں گے نہیں، انبیاء کے وارث علماء دین ہی ہیں، اور سیدھی سادھی زبان میں یہ علماء ہی اس سرزمین پر اللہ کے نمائندے ہیں، ان کے ساتھ جو چھیڑ چھاڑ کرے گا، ان کی جو بھی توہین یا تضلیل کرنا چاہے گا، اللہ تعالی اس کو پکڑ لیں گے، اور سزا دیں گے، اس لئے عوام کو اپنے علماء کا احترام کرنا چاہئے، ان سے مضبوط رابطہ قائم کرنا چاہئے، زندگی کے تمام مسائل میں ان سے رجوع کرنا چاہئے، اور ان پر اعتماد کرنا چاہئے، یہ بھی بشر ہیں، پیغمبر نہیں، پیغمبر معصوم ہوتا ہے، پیغمبر کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہوتا، البتہ اللہ جس کو چاہے محفوظ رکھتا ہے، تو اگر عوام کو علماء کی کوئی کوتاہی یا خامی نظر آئے تو اس کی تاویل کرنی چاہئے، اس لئے کہ وہ معصوم تو ہیں نہیں، غلطی ہو سکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کو ہوا دیں، بدنام کریں، ان کی توہین کریں، اور حقیر سمجھیں۔

کسی عالم کی غلطی پر اصلاح کا جذبہ

ایک مرتبہ راقم دہلی سے آ رہا تھا، دیوبند میں مغرب کی نماز کیلئے لب سڑک ایک مسجد کے پاس رکا، وضو تھی نماز پڑھ لی، اس کے بعد ضرورت سے فارغ ہوا، مسجد سے

باہر ایک سلیپ بنا ہوا تھا، اور وہاں ٹونٹیاں لگی ہوئی تھیں، میں جلدی سے آیا اور بے خیالی میں جوتے سمیت اس سلیپ پر چڑھ گیا اور ہاتھ پیر دھونے لگا، اتنے میں دیکھا کہ پیچھے ایک نوجوان موٹر سائیکل پر کھڑا ہوا ہے، اس نے نصیحت کرنی شروع کردی کہ یہ وضوخانہ ہے، اس پر جوتے لیکر نہ چڑھنا چاہئے، آپ مسلمان ہیں، میں نے اس کو لاکھ بتلانا چاہا کہ بھائی بے خیالی میں ایسا ہوا، یہ مسئلہ ہم ہی جیسے کسی مولانا، ملا، حافظ، قاری نے آپ کو بتلایا ہوگا، یا آپ نے کسی کتاب میں پڑھا ہوگا، مگر وہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوا کہ نہیں مجھے کسی نے نہیں بتلایا، نہ میں نے کہیں پڑھا ہے، ایسا لگ رہا تھا کہ اس کو آج نصیحت کا خوب موقع مل گیا ہو، اخیر میں اس کو بتلایا کہ بھائی نماز میں بھی تو غلطی ہوجاتی ہے، تب وہ گیا۔

نماز میں فون بند نہ کرنے پر ایک شخص کی اصلاحی کوشش

ایک مرتبہ ایک جگہ نماز میں موبائل بند کرنا بھول گیا، اتفاق سے نماز ہی میں کسی کا فون آ گیا، گھنٹی بجتی رہی، نماز سے فراغت کے بعد ایک صاحب جلدی سے بھاگے آئے اور نصیحت کرنے لگے، ان کو بتلایا کہ بھائی ہم تو اس کا اعلان کرتے ہیں اور لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ نماز میں فون بند کرلیا کریں، مگر اس کو تو جیسا کہ آج موقع ہی ملا تھا نصیحت کرنے کا۔

پڑھے لکھوں پر اعتراض

ایسے ہی ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ مولوی ملا جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد دو چار رکعت پڑھ کر نکل جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ ان کو سمجھایا، اور حسن ظن کی تلقین کی، تو آج کل عوام کی یہ حالت ہے، وہ یہ نہیں دیکھتی کہ جن صاحب سے غلطی

ہوئی، یا جن کے سلسلہ میں زبان کھول رہے ہیں وہ خود جانکار ہے، بے خیالی میں سب سے غلطی ہوسکتی ہے، مگر عوام بے چاری توہین پر آجاتی ہے، کیونکہ ان کی معلومات محدود ہوتی ہے۔

عالم دین کا پوری رات سونا اور عابد کا پوری رات عبادت کرنا برابر ہے

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر عالم دین پوری رات سوئے اور ایک عام آدمی پوری رات عبادت کرے، تو بھی عالم ہی کو فضیلت حاصل ہوگی، اس لئے عوام کی کامیابی علماء سے ربط و تعلق ہی میں مضمر ہے، علماء سے تعلق قائم کریں، ان سے فائدہ اٹھائیں، مسائل معلوم کریں، زندگی کے سنہرے اصول سیکھیں، ان کی خدمت، عزت واحترام کو اپنے اوپر لازم سمجھیں، ان پر اعتراضات نہ کریں، ان سے بدظنی نہ کریں، عوام یہ جان لے کہ علماء سے الگ ہوکر، ان سے بے تعلقی کرکے، ان کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر آپ کی نیا پار نہیں لگے گی۔

زندگی کا مقصد اور ایک صالح معاشرہ

نیت اور حسن عمل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے

آج کل ملت اسلامیہ اور اسلامی تحریکات کے سلسلہ میں مختلف تنقید نگار گفتگو کرتے رہتے ہیں، اور اسلامی تحریکات کی ناکامی پر بحث کرتے رہتے ہیں، مسلمانوں کیلئے اللہ تعالی نے ان کی کوششوں پر اجر کا وعدہ کیا ہے، اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو دو اجر ملتے ہیں، اگر کوشش میں بظاہر ناکام ہوجاتے ہیں تو ایک اجر پھر بھی ملتا ہے، یہ قاعدہ اگرچہ مجتہدین کے لئے ہے، مگر سچی بات یہ ہے کہ جو بھی نیک نیتی سے کسی اسلامی عمل کے سلسلہ میں کوشش کرتا ہے، اس کے لئے بھی یہی قاعدہ ہے، کسی بھی عمل میں نیت کا رول اہم ہوا کرتا ہے، اور اسی پر اجر وثواب کا فیصلہ ہوتا ہے، نیت کے ساتھ دوسرا مسئلہ عملی جامہ پہنانے کا ہے، یعنی کسی کام کو عملاً کرنے کا ہے، کسی بھی تحریک، ادارے اور انجمن ہی نہیں بلکہ دنیا میں جس کام کو بھی لے لیجئے، نیت اور حسن عمل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

وطن اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑنا

دس پندرہ سال پہلی بات ہے، ایک بزرگ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ فلسطینی لوگ ارض فلسطین کیلئے دشمنوں کے مقابلے میں ایک عرصے سے برسرپیکار ہیں اور اپنے ملک وملت کے لئے کوشش کررہے ہیں، لیکن ابھی تک ناکام ہیں، مگر افغانستان میں طالبان نے کوشش کی، تو وہ بہت جلد کامیاب ہوگئے، اور

بڑھتے چلے گئے، تو ان عالم دین نے جواب دیا کہ اہل فلسطین اپنے ملک ووطن کے لئے لڑرہے ہیں، اس لئے جلدی کامیابی نہیں مل رہی ہے، اور طالبان اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑرہے ہیں، اس لئے ان کو کامیابی مل رہی ہے۔

اسلامی تحریکات کی ناکامی کی وجہ

اسی طرح ابھی چند دنوں قبل دو بزرگوں کی مجلس میں حاضری ہوئی، وہاں بھی اسی سلسلہ میں گفتگو ہورہی تھی، کہ اسلامی تحریکات آخر کیوں ناکام ہوجاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ ناکامی کی وجہ اصل مقصد سے ہٹنا ہے، اسلام کا مقصد حکومت قائم کرنا نہیں ہے، بلکہ ایک صالح معاشرہ کا وجود ہے، جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور فرائض کی ادائیگی اصل مقصد ہے، مگر چونکہ اس مقصد پر حکومت کے قیام کا مسئلہ غالب آجاتا ہے، جو مقصود نہیں ہے، اس لئے ناکامی ہوجاتی ہے، اسلام ایسے معاشرے کا خواہاں ہے، جو فرائض کا پابند ہے، اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: "اَلَّذِیْنَ إِنْ مَكَّنّٰهُمْ فِی الأَرْضِ، أَقَامُوْا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ" (۱) اگر ہم ان مسلمانوں کو زمین کی حکومت عطا کردیں، سلطنت عطا کردیں، تو یہ لوگ نماز ادا کریں گے، زکوۃ دیں گے، اچھائیوں کا حکم کریں گے، برائیوں سے روکیں گے" اور ایک اچھے معاشرے کو تشکیل دیں گے۔

اسلامی حکومت یا خلافت وملوکیت کا موضوع

جب ہم اسلامی تحریکات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کہیں نہ کہیں یہی سقم نظر آتا ہے، اگرچہ اسلامی حکومت کا قیام یا خلافت وملوکیت کا موضوع ایک معرکۃ الاراء بحث ہے،

(۱) سورۂ حج آیت ۴۱۔

اوراس موضوع پر بہت سے مصنّفین اور محققین نے خامہ فرسائی کی ہے اور بہت سے محرکین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق عملی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں، بہت سوں نے جام شہادت نوش کیا ہے، بہت سوں نے قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں اور بہت سوں نے کامیابی بھی حاصل کی، اوراسلام کا سربلند کیا، اعلاءِ کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دیا، اوراحقاق حق اور ابطال باطل کا کام کیا ہے۔

صالح معاشرہ کی ضرورت

مگر موجودہ حالات کے تناظر میں سچی بات یہ ہے کہ اس وقت دنیا اخلاقی انارکی اور بے راہ روی کی منزل کی طرف رواں دواں ہے، گوکہ بہت سے تعلیم یافتہ اسلام کا مطالعہ کرکے اسلام کے حلقہ بگوش بھی ہورہے ہیں، اورآئے دن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، مگر اس اضافے کے باوجود دنیا میں کوئی انقلاب، کوئی بیداری نہیں پیدا ہورہی ہے، ہرطرف ظلم وستم کی داستانیں رقم ہورہی ہیں، ہرطرف خرافات ہی خرافات ہے، اور مسلمانوں کی حیثیت ایسی ہورہی ہے جیسا کہ دسترخوان پر روٹی اور بوٹی کی، ہرایک ان کو ہڑپنا چاہتا ہے، اس لئے اب ضرورت ہے کہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے اور صالح معاشرہ نیک نیتی اور حسن عمل سے وجود میں آئے گا، اسلام کو اپنی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا ہوگا، اور خود کو سوفیصد اسلام میں داخل کرنا ہوگا، اپنے انفرادی اوراجتماعی اعمال میں تحریک پیدا کرنا ہوگی، ایک جوش، ایک ولولہ اور ایک نیا جذبہ پیدا کرنا ہوگا، اوراپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنا ہوگا، اسلام کے پیغام کو سمجھنا ہوگا، پھراس کے نفاذ کی کوشش کرنی ہوگی۔

ظلم سب سے بڑا ایٹم بم ہے

جب ہر بندے کی یہ سوچ ہوگی اور ہرایک دنیا سے ظلم وبربریت کو ختم کرنا چاہے

گا، انصاف اور عدل کا ماحول قائم ہوگا، ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنے اوران کی ادائیگی کی فکر ہوگی، اللہ ورسول اور قرآن وحدیث کو اپنا مرجع وماآخذ اور فیصل ماننے کا جذبہ پیدا ہوگا، پھرانشاء اللہ ایک اچھے اور بااخلاق معاشرے کا وجود ہوگا اور یہ دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی، اللہ تعالی ایسے ہی حکمراں مسلط فرمائے گا، اور پھر جومقصد حکومت کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ خود بخود حاصل ہوجائے گا، غرضیکہ ظلم کو معاشرے میں پنپنے نہ دیا جائے، ظلم ہی سب سے بڑا ایٹم بم ہے، جو معاشرے ہی کو نہیں بلکہ پورے پورے ملک کو بھی تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتا ہے، اس لئے زندگی میں کسی پر بھی ظلم نہ ہو، اعلاءِ کلمۃ اللہ زندگی کا مقصد ہو، ہمارا جینا مرنا، چلنا پھرناس، اللہ تعالی کے دین کیلئے ہونا چاہئے اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں پوری جدوجہد ہونی چاہئے۔

دعوت وتبلیغ

ضرورت، اہمیت، افادیت اورطریقہ کار

دعوت وتبلیغ کا کام ہر نبی کی سنت ہے

دعوت وتبلیغ ایک عظیم کام ہے، یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی سنت ہے، انبیاء علیہم السلام اپنے پیروکاروں کی ہدایت ورہنمائی کی فکر میں کوشش کرتے رہے ہیں، ہر نبی اپنے متبعین کو اصول ہدایت، اصول زندگی اور راہنما طریقے بتاتا ہے، اور عملاً کرکے دکھاتا ہے، اور یہ کام انبیاء کی ایک کثیر تعداد نے کیا ہے، انبیاء اللہ تعالی کے فرستادہ ہوتے ہیں، اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے دی ہوئی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتے ہیں، انبیاء کی اس جماعت کا یہ مہتم بالشان اور عظیم کام نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوجاتا ہے۔

حضورؐ کی جماعت کی جدوجہد سے یہ دنیا جنت نشاں بن گئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں، تو اپنی امت کی فکر میں کڑھتے ہیں، ہرطرح سے تگ ودو کرتے ہیں کہ میری پیاری امت جہنم کی آگ سے بچ جائے، اورناکامی اور تباہی وبربادی کے راستے سے ہٹ جائے اوراسلام کی کامیابی والی زندگی اختیار کرلے اورایک اللہ کی وحدانیت کے گن گانے لگے، اورایسی زندگی گزارے جس سے اللہ اوراس کا رسول راضی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت اورجدوجہد کی برکت سے ایسی ہستیوں کی ایک عظیم جماعت تیار ہوگئی

جس کی برکت اور جدوجہد سے ایمان وعرفان کی ہوائیں چلنے لگیں اور یہ دنیا جنت نشاں بن گئی۔

ہر دور میں ہر جگہ دعوت وتبلیغ کا کام جاری رہا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ عظیم ذمہ داری حضور کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اورآنیوالے دیگر امتیوں کے سرپر آگئی، اس لئے ہرزمانہ میں اور ہرجگہ اللہ ورسول پر ایمان لانے والے، کتاب وسنت پر ایمان لانیوالے یہ کوشش کرتے رہے اوراس فریضہ کی دعوت وتبلیغ کرتے رہے، جس سے جگہ جگہ ایمان اور رشدوہدایت کی قندیلیں منور ہوتی رہیں، اور بھٹکتی انسانیت اوراس کی ڈانواڈول کشتی کو سہارا ملتا رہا اور یہ امت اپنے نبی اوراسلاف کے خطوط پر کام کرتی رہی، اورترقی کرتی رہی اور پوری تاریخ اسلامی میں کوئی دور، زمانہ اورعلاقہ ایسا نہیں ملتا جہاں پر دعوت وتبلیغ کا عمل نہ انجام دیا جارہاہو، اورملت اسلامیہ کے جانباز شب وروز جدوجہد نہ کررہے ہوں۔

انسانی زندگی میں دعوت وتبلیغ کی حیثیت غذا کی ہے

اس لئے انسانی زندگی میں دعوت وتبلیغ کے عمل کی وہی حیثیت ہے جیسے جسم کے لئے غذا کی، کیونکہ جسم کو اگر غذا نہ ملے تو جسم سوکھ جائے گا، کمزور ہوجائے گا، خشک ہوجائے گا، اورموت کے دھانے پر پہنچ جائے گا، ٹھیک اسی طرح اگر دعوت وتبلیغ کا عمل ختم ہوجائے یا اس کو چھوڑ دیا جائے تو قوم خشک ہوجائے گی، ملت خشک ہوجائیگی، اورانسانی زندگی میں کمی واقع ہوجائے گی، اس لئے اس کی ضرورت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ان پڑھ کی دعوت وتبلیغ کا انجام

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی اور دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ہو گیا تو اس کے حامل یعنی دعوت وتبلیغ کے فریضے کو انجام دینے والے داعی حضرات وہ بھی اہم ہونے چاہئیں، یعنی اس عظیم کام کی باگ ڈور سنبھالنے والے ان پڑھ، جاہل، گنوار نہ ہونے چاہئیں، ورنہ تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کوئی اناڑی ڈرائیوری سیکھے بغیر گاڑی چلانے کے لئے اسٹرنگ سنبھال لے اور گاڑی چلانی شروع کر دے، اب آپ ہی خود اندازہ لگائیے کہ اس گاڑی کا اور اس میں سوار لوگوں کا کیا حشر ہوگا، اسی لئے جیسے گاڑی چلانے کیلئے ڈرائیور کا سیکھا ہوا ہونا ضروری ہے اسی طرح دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے کے لئے بھی پڑھا ہوا، سیکھا ہوا، ہونا ضروری ہے، اگر ان پڑھ آدمی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے گا تو اس کا وہی حشر ہوگا جو اناڑی ڈرائیور کا ہوگا۔

عوام کا جماعت میں جڑنا سیکھنے کیلئے ہونا چاہئے، سکھانے کے لئے نہیں

آج کل جو لوگ تبلیغی جماعت سے جڑتے ہیں، اگر ان کی نیت سیکھنا ہے اور واقعتاً وہ سیکھ بھی رہے ہیں تو بہتر ہے، نہیں تو اگر کوئی آدمی جماعت میں سیکھنے کیلئے گیا اور کوشش کرنے لگا سکھانے کی، تو کیا حشر ہوگا، آپ خود سوچ سکتے ہیں، آج کل یہی ہو رہا ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں چلا گیا، اب جماعت سے آ کر وہ سیکھے ہوئے لوگوں کو سکھانے لگا یا ان کو کمتر سمجھنے لگا، حالانکہ اگر جماعت میں جا کر اس نے دین سیکھ بھی لیا ہے، مسائل معلوم ہو گئے، فضائل معلوم ہو گئے، حلال وحرام معلوم ہو گیا،

134

اللہ ورسول کے کچھ احکام معلوم ہو گئے، یہ چیزیں تو ہر مسلمان کیلئے سیکھنا ضروری تھی ہی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب آپ دوسروں کو سیکھانے لگیں، اس لئے سیکھانے اور دعوت وتبلیغ کے عمل کو ضروری تو سمجھا گیا، مگر اس کو فرض کفایہ کا درجہ دیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ فرض کفایہ سب کے ذمہ نہیں ہوتا، چند لوگ بھی کر دیں تو وہ ادا ہو جائے گا، مگر اہمیت اس کی معلوم ہوگئی، اگر اس کو فرض عین قرار دیدیں تو امت تنگی میں پڑ جائیگی، اور تکلیف ہوگی، اس لئے کہ سب جاننے والے نہیں ہو سکتے، جب سب جاننے والے نہیں ہو سکتے تو سب دعوت وتبلیغ کرنیوالے نہیں ہو سکتے، یہ اہم نکتہ ہے، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دعوت وتبلیغ کا کام علماء کو کرنا چاہئے

یہ عظیم کام انبیاء والا کام ہے، نبیوں والا عمل ہے، بھلا اس کو انجان اور ان پڑھ کیسے انجام دے سکتا ہے، اس کیلئے علماء کو کوشش کرنی چاہئے، باقی امت کے جو بڑی عمر کے لوگ ہیں، جو مدارس میں نہیں جا سکتے ان کو جماعت میں بھیجنا چاہئے، اور ان کی نیت کا قبلہ درست کرانا چاہئے کہ آپ کو سیکھنا ہے، سیکھنے کیلئے بھیجا جا رہا ہے، سکھانے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ گاڑی کھڈے میں گر جائیگی، تو اسلئے علماء کی جماعت کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے، صرف درس وتدریس ہی نہیں بلکہ دعوت وتبلیغ کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں لینی چاہئے اور ہاتھ میں تو ہے ہی، جب نبی پاک علیہ السلام نے دیدی تو اس کو کون لے سکتا ہے، مگر اس کو اور اپنی ذمہ داری کو سمجھنا ہے، اپنے مقام ومنصب کو سمجھنا ہے، یہ انبیاء کا مقام ہے، جو اس امت کے علماء کو اللہ نے دیا ہے، اس لئے تمام مسلمانوں سے، علماء سے بڑی محبت کے ساتھ، دل کی گہرائی اور تڑپ کے ساتھ عرض ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام جس طرح بھی ممکن ہو، جس طرح بھی آسان ہو، جو بھی

طریقہ حالات کے مطابق ہواس کوانجام دینا چاہئے۔

دعوت وتبلیغ کے دومیدان ہیں

ہماری دعوت کے دومیدان ہیں، ایک تو اپنے مسلمان بھائیوں کو اعمال صالحہ کی طرف دعوت دینی ہے، دوسرے غیر مسلموں کو ایمان کی طرف دعوت دینی ہے، دونوں میدان اہم ہیں، اکثر جگہ صرف ایک ہی طبقہ کو دعوت دی جارہی ہے، یعنی مسلمانوں کی تو دعوت دی جارہی ہے لیکن جو دعوت کے، اللہ کی طرف بلانے کے زیادہ مستحق ہیں اور بے ایمان اور غیر مسلم ہیں، ان کو دعوت نہیں دی جارہی ہے، حالانکہ وہ دعوت کے زیادہ حقدار ہیں، اس لئے دونوں طبقوں کی فکر ہونی چاہئے، دونوں کے لئے لائحہ عمل تیار ہونا چاہئے، اور عملاً اس کیلئے کوشش ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعوت وتبلیغ کا کام باعمل اور بااخلاق داعی کرے

پھر دعوت وتبلیغ جب نبیوں والا کام ہوا، تو نبیوں والا کام کوئی بھی ایرا غیرا نتھو کھیرا کرنے لگے؟ حکمت کا کام تو حکیم کرے، ڈاکٹری کا کام ڈاکٹر کرے، انجینئری کا کام انجینئر کرے، کوئی دوسرا نہ کرے؛ لیکن نبیوں والا کام اس کو کوئی بھی کرے، یہ کتنی غیر ذمہ داری کی بات ہے، اس لئے اس کو بھی وہی انجام دیں، جو انبیاء کے وارث ہیں اور وہ علماء ہیں، اس لئے کہ داعی کی کچھ صفات وخصوصیات ہیں جو ان صفات سے متصف ہو وہی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے، ایسے کیسے ہوسکتا ہے، کوئی بے عمل ہے اور وہ دعوت کی بات کرتا ہے، کسی آدمی نے کسی کی دوکان، کسی کا مکان اور کسی کی جگہ دبا رکھی ہے اور وہ دعوت وتبلیغ کرتا ہے، کوئی بداخلاق ہے، بدتمیز

ہے اور وہ دعوت وتبلیغ کی بات کرتا ہے، کوئی چوری کرتا ہے، دوسروں کا حق دباتا ہے، اور وہ دعوت کی بات کرتا ہے، یہ سب غلط باتیں ہیں، داعی کیلئے جیسے جاننا ضروری ہے، عالم ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس کا باعمل ہونا بھی ضروری ہے، جو آدمی خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو دعوت دیتا ہے، تو اس کی دعوت کا خاک بھی اثر نہیں ہوگا، کون مانے گا ایسے داعی کی بات، اس لئے داعی کا بااخلاق ہونا ضروری ہے، معاشرے میں اس کی عزت ہونا بھی ضروری ہے۔

داعی کو معاشرے میں اپنے اخلاق وکردار کو پیش کرنا چاہئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چالیس سال مکہ والوں کو اپنے اخلاق سے اتنا متأثر کیا کہ وہ آپ کو صادق اور امین کہنے لگے، تب کار نبوت آپ کے سپرد ہوا، اور آپ نے دعوت کا کام شروع کیا اور آج کل کا معاملہ ایسا ہے کہ خود کی زندگی باعمل نہیں اور دوسروں کو دعوت دے رہے ہیں، ایسے داعی کی بات کون مانے گا، پہلے اپنے کردار سے، اپنے اخلاق سے، اپنے چال چلن سے، اپنے رہن سہن سے اچھا نمونہ پیش کیجئے، اچھا طرز زندگی پیش کیجئے، پھر دعوت دیجئے، تو آپ کی بات کا اثر ہوگا، آپ کی دعوت مثمر ہوگی۔

داعی کو مدعو کی زبان اور حالات سے واقف ہونا ضروری ہے

اور داعی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس ماحول یا جن حالات میں دعوت دینا ہو، اس ماحول سے وہاں کے حالات سے واقف ہو، مدعو کی زبان سے واقف ہو، اگر مدعو کسان ہے تو اس کے سامنے کسانوں کی کھیتی باڑی کی مثالیں دی جائیں، اگر مدعو ڈاکٹر ہے تو اس کی زبان میں، اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے، انجینئر ہو تو اس کے

سامنے اسی طرح کی بات کی جائے، یہ سب باتیں ہماری قرآن سے، حدیث سے اور حضور کی زندگی سے، اور صحابہ کے عمل سے معلوم ہوتی ہیں، مخاطب کی نفسیات اور اس کے ذوق سے واقف ہونا ضروری ہے، اگر وہ شہر کا ہے تو اس کے ساتھ شہر والی زبان استعمال کی جائے، اگر وہ دیہاتی ہے تو وہاں دوسرا لب ولہجہ اختیار کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی بہت ذمہ داریاں ہیں، اس کو بہت سلجھا ہوا اور سمجھدار اور صرف گفتار کا نہیں بلکہ کردار کا، عمل کا غازی ہونا چاہئے، امید ہے کہ پھر ان شاء اللہ ہماری دعوت مفید ثابت ہوگی، اللہ تعالی ہمیں دعوت وتبلیغ کے اصول کو سمجھنے اور پھر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعوت وتبلیغ کو مؤثر بنائے۔

نواں باب

قرآن مجید کا حکایتی اسلوب

قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے

قرآن مجید اللہ کی عظیم کتاب ہے، جس کے ایک ایک حرف کے معنی کی وسعت کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے ، قیامت تک کے مفکرین ومدبرین اپنے اپنے ذوق وعرفان اوراپنے وجدان وکیفیت اوراپنی غوروفکر کی صلاحیت کے مطابق اس کے معانی ومعارف کے سمجھنے میں محنت صرف کرتے رہیں گے ، اورعلم کے اس بحر زخار میں غوطہ زنی کرتے رہیں گے ، اور نئے نئے مضامین ،نئی نئی ایجادات ، نئے نئے افکار ونظریات اور تجربات حاصل کرتے رہیں گے ،قرآن کریم سے متعلق جس عنوان یا جس مضمون کو لے لیجئے ، اس میں آپ تدبر وتفکر کیجئے ،تو آپ کے سامنے قرآن کا اعجاز ابھر کر آئے گا ، چاہے جس ناحیے سے ، یا جس زاویے سے آپ سوچئے خواہ اس کے اسلوب کو دیکھئے ، اس کی حسن تعبیر کو دیکھئے ، اس کی فصاحت وبلاغت کو دیکھئے ، اس کے ادب کو دیکھئے ، اس کے انداز بیان کو دیکھئے ، کلام کی ہم آہنگی اور نغمگی کو دیکھئے ،قرآن مجید کی جتنی اصناف ہیں ، ان میں صرف حکایتی اسلوب ہی کو لیجئے ،قرآن کریم کس خوبصورتی اور ایجاز وتفصیل سے واقعہ نگاری کرتا ہے ، ادب میں واقعہ نگاری ، قصہ گوئی ، اور حکایتی اسلوب ایک خاص صنف ہے ، یہ صنف قرآن مجید میں جس خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ پائی جاتی ہے ، وہ دنیا کے کسی کلام اور دنیا کے کسی کتاب میں نہیں ، اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ خالق کون ومکان سے زیادہ کس کا اسلوب اچھا اور عمدہ ہوسکتا ہے ، اس لئے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حکایتی

اسلوب کا جو انداز وطریقہ اختیار کیا ہے ، یہ مستقل قرآن کریم کا اعجاز ہے۔

قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اپنے معجزانہ اسلوب میں بیان کئے

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے انبیاء علیہم السلام کے قصے اور واقعات اور ان کے متبعین کے حالات اور اقوام عالم عاد وثمود وغیرہ کے واقعات جس ایجاز واختصار وتفصیل کے ساتھ اپنے معجزانہ اسلوب میں بیان کئے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں ، یہ اسلوب ایسا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے اچھے انداز میں ہو ہی نہیں سکتا ، قرآن کریم کے حکایتی اسلوب میں جو واقعات وقصے بیان کئے گئے ہیں ، وہ کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے عبرت وموعظت کا درس دے رہے ہیں ، یہ واقعات خواہ انبیاء علیہم السلام کی مقدس شخصیات اور ان کی پاکیزہ زندگیوں سے وابستہ ہوں یا ان کا تعلق ان اقوام وملل سے ہو جن کی نافرمانی سرکشی ، احکامات الٰہی سے روگردانی وانبیاء علیہم السلام کی اہانت وایذاء رسانی کی وجہ سے ان کے عبرت ناک انجام کا ذریعہ بنیں اور دینی ودنیاوی دونوں جہاں کی رسوائی ان کا مقدر بن گئی ، یہ تمام باتیں قرآن کریم بہت ہی خوش اسلوبی سے بیان کرتا ہے ، قرآن کریم حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ کو اسی طریقہ سے حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ کو کئی جگہ پر بیان کرتا ہے ، کہیں مختصر بیان کرتا ہے ، کہیں تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

سورۂ فیل کا اعجاز

قرآن کریم میں سورۂ فیل کو دیکھ لیجئے : ”اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ، اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ، تَرْمِيْهِمْ

بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ"۔

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کا مکرنا کام نہیں کردیا؟ اوران پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جوان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے، پھراللہ نے ان کوکھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنادیا۔

سورۂ عادیات کی بلاغت وفصاحت اوراس کا اعجاز

اس طرح سے سورۂ عادیات دیکھئے:"وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً، فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً، فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحاً، فَأَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً، فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً، إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُودٌ، وَإِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ، وَإِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ، أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ، إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ"۔

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! پھران گھوڑوں کی قسم جوٹاپ مارکر آگ نکالنے والے ہیں، پھران گھوڑوں کی قسم جوصبح کے وقت دشمن پرحملہ کرنے والے ہیں، پھراس وقت غبار اڑانے والے ہیں، پھروہ فوج میں گھس جاتے ہیں، بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اوروہ خوداس پرمطلع ہے، اوروہ مال کی محبت میں البتہ بڑا سخت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اٹھایا جائے گا جوقبروں میں ہے اورظاہر کردیا جائے گا، جوکچھ سینوں میں ہے، بے شک ان کارب اس دن ان سے باخبر ہے۔

قرآن کریم کا اعجازی اسلوب

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی تحریرفرماتے ہیں کہ "اس میں عربوں کی جنگ وجدل اورمیدان لڑائی کا جوشغل اورشوق وذوق رہاتھا، اس کے پس منظرکوسامنے رکھتے ہوئے، میدان جنگ میں گھوڑوں کی تیزی سے دوڑنے اوران

کے پیروں کی ٹاپوں سے چنگاریاں اڑنے اوران کے منہ سے لعاب دہن بھرآنے کا تذکرہ کیا، پھران گھوڑوں کے تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھسنے کا تذکرہ ملتا ہے، جس سے ان عربوں کی جنگ میں دلچسپی رکھنے کی بنا پرکان کھڑے ہوجاتے ہیں اوران کی طبیعتوں کے شوق وذوق میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے اوروہ مخاطب کرنے والے کی طرف ہمہ تن گوش ہوجاتے ہیں، پھرایسا ہوتے ہی ان سے بامقصد بات شروع کردی جاتی ہے اوروہ بات انسان کی نفسیات کے حوالہ سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ نے توانسان کے لئے ایسی دلچسپی کے سامان مہیا کئے ہیں، اورانسان اپنے رب کا بے حد ناشکرا بنا ہوا ہے، اوراپنی اس حالت سے اچھی طرح واقف ہے اورکھلی حقیقت یہ ہے کہ وہ فائدہ کا بیحد شوق رکھتا ہے، کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں سے مردے نکالے جائیں گے، اورپھران کے دلوں میں جوکچھ اچھے برے اعمال ہیں، ظاہر کردیئے جائیں گے، اس وقت اللہ تعالی ان سے اپنی واقفیت کی بنیاد پرمعاملہ کرے گا، اس طرح پہلے مخاطب کواس کی پسند کی بات سنائی اوراس انداز میں سنائی گئی کہ وہ ہمہ تن گوش ہوگیا پھراس کوجھٹکا دیا گیا کہ یہ زندگی محض شوق وپسند کوپورا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ انسانوں کے لئے جواعلی کردارمقرر کیا گیا ہے، اس کوعمل میں لانے کے لئے اوروہ عمل میں لانا صرف دکھاوے کا نہیں ہوگا، بلکہ جس طرح کیا ہوگا، اسی کے مطابق اس کونتیجہ بھگتنا پڑے گا"۔

قرآن کریم کے واقعات بامقصد ہوتے ہیں

قرآن کریم میں جوواقعات بیان کئے گئے ہیں وہ صرف قصے ہی نہیں، بلکہ وہ بہت ہی بامقصد ہوتے ہیں، اس لئے بعض جگہ واقعات کے بیان میں بعض کڑیاں چھوڑدی جاتی ہیں، وہ ایسے انداز میں چھوڑی جاتی ہے جس سے واقعات کی تکمیل

وفہم میں میں کوئی اثر نہیں پڑتا، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں اس طرح کی باتیں ملتی ہیں ،قرآن کریم میں جو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا بھی مقصود ہے ، اور ان میں ہدایت کا جو پہلو ہے وہ بھی مقصود ہے ، اس لئے قرآن کریم کا جو حکایتی اسلوب ہے ، وہ بہت ہی مؤثر اور بامقصد اور دلچسپ ہے۔

قرآن کریم کا حکایتی اسلوب مؤثر اور دلچسپ ہے

یہ ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے، اور قرآن کریم میں بیان کردہ تمام واقعات میں جو حکایتی اسلوب ہے، اس کا جائزہ لیکر ایک اچھا تجزیہ پیش کیا جاسکتا ہے جس میں ادب بھی ہو، حکایتی اسلوب کی خصوصیات ونشاندہی بھی ہو، واقعہ نگاری بھی ہو، تاریخ بھی ہو، اور اس میں پنہاں پیغام بھی ہو، جو اصل مقصد ہے، یہی مقصد ہے اس طرح کی کوششوں اور قرآن مجید کے کلام میں ہدایتی اسلوب وحسن تعبیر وبلاغت کے امتزاج کو تلاش کرنے کا، اللہ تعالی قرآن کریم اور اس کے مضامین میں غور خوض وتفکر وتدبر اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اہانت رسول کی سزا

اللہ کے کسی ولی سے دشمنی پر اللہ کا اعلان جنگ

اگر کوئی اللہ تعالی کے کسی ولی سے دشمنی کرے گا، اللہ تعالی کا اس سے اعلان جنگ ہے:"مَنْ عَادَا لِیْ وَلِیّاً فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ"(۱) اور اگر کوئی اللہ کے کسی نبی سے دشمنی کرے گا، کسی رسول کی توہین کرے گا، تو اس کی عبرت ناک ہلاکت میں کیا شک ہے؟

اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلانے والی قوموں کا انجام

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ زیادتی کی، ان کی باتوں کو ٹھکرایا، ان کا مضحکہ کیا، ان کی توہین کی، تو اللہ کی پکڑ آئی اور تمام لوگوں کو غرق آب کر کے جہنم رسید کر دیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد نے حضرت ہود کو بے عقل ٹھہرایا اور ان کی تکذیب کی، اللہ تعالی کا غصہ اور عذاب ان پر نازل ہوا، اللہ تعالی نے ان کی جڑ کاٹ دی، پھر حضرت صالح علیہ السلام کی متکبر قوم ثمود نے حضرت صالح کی بات ماننے سے انکار کیا اور ان کی رسالت کو تسلیم نہیں کیا، اللہ کی طرف سے ان پر زلزلہ کا عذاب نازل ہوا، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے اپنی نفسانی اور حیوانی شہوت سے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو اس سے پہلے کسی قوم نے نہیں کیا تھا، پیغمبر لوط علیہ السلام نے

(۱) صحیح البخاری کتاب الرقاق حدیث ۶۰۲۱۔

ان کو اس فعل شنیع سے باز رکھنے کی کوشش کی، تو قوم کے اوباشوں نے کہا چلو ملاجی، بڑے ہی پاک باز معلوم ہوتے ہو، اللہ نے ان پر پتھر برسائے اور وہ ہلاک ہوگئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین کے لوگوں کو ناپ تول میں کمی زیادتی سے منع فرمایا اور زمین میں فساد برپا کرنے سے روکا، قوم کے چودھریوں نے حضرت شعیب کی ایک نہ سنی اور حضرت شعیب کو بستی سے نکل جانے کی گستاخانہ اور اہانت آمیز دھمکی دی، تو قوم پر اللہ کی طرف سے خطرناک زلزلہ اور عذاب ظلہ نازل ہوا اور وہ لوگ ہلاک ہوگئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے امراء کو اللہ کی وحدانیت کا پیغام اور دعوت دی، فرعون اور اس کے دم چھلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نہ مانی، ان کی توہین کی اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں، اللہ نے فرعون اور اس کے لشکریوں کو قحطوں اور میووں اور پھلوں کے نقصان میں پکڑا، پھر بھی نہ مانے، پھر مختلف اوقات میں ان پر مختلف عذاب نازل ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔

غرضیکہ جہاں جہاں جس علاقہ میں جس نبی و رسول کی باتوں کا لوگوں نے استہزاء کیا، مذاق اڑایا، ان کی توہین کی، اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوا اور وہ ہلاک ہوگئے اور آنے والی قوموں کے لیے عبرت بن گئے۔

گستاخ رسول کی سزا

جب یہ معاملہ عام پیغمبروں کا ہے تو جو پیغمبر اللہ کے آخری نبی و رسول، خاتم الانبیاء اور محبوب رب العالمین ہوں، ان کی شان میں اگر کوئی گستاخی کرے، ان کی بات کا انکار کرے، ان کی پیغمبری کی توہین کرے، تو اس پر اللہ کا عذاب یقینی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی ان کے سامنے ذرا سی آواز کی بلندی کو حبط

اعمال کا ذریعہ قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ”یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْآ أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ، وَلَاتَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ، کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ، أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُکُمْ، وَأَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ“ (۱) اے ایمان والو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچی مت کرو اور نہ تم سے کوئی زور سے نہ بولے، اس کے ذریعہ سے تمہارے اعمال ختم ہوجائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کیونکہ ان کی شان میں گستاخی کس قدر ہلاکت خیز ہے؟۔

نبی کو تکلیف دینے سے اللہ کا ہیبت ناک عذاب

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِیْ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ، وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَاباً مُھِیْناً“ (۲) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے دردناک، ہیبت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے، سورہ توبہ میں بھی ارشاد خداوندی ہے: ”وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ“ (۳) جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت و تکلیف پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ایک نبی کی توہین تمام انبیاء کی توہین ہے

انبیاء اور پیغمبر چونکہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں، پوری انسانیت میں ان کا خاص اور الگ مقام ہوتا ہے، قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک نبی کی توہین، کسی ایک نبی کی دشمنی اور ان کی شان میں گستاخی یہ تمام انبیاء و رسولوں کی

(۱) سورۂ حجرات آیت ۲۔ (۲) سورۂ احزاب آیت ۵۷۔ (۳) سورۂ توبہ آیت ۶۱۔

دشمنی اور تمام رسولوں کی شان میں گستاخی کے مرادف ہے، قرآن کریم کی آیات اس کی تائید کرتی ہیں، جب ایک نبی کی اہانت وتکذیب پر قومیں ہلاک ہوسکتی ہیں، توجس نے تمام نبیوں کی توہین وتکذیب کی تو اس کو زمین نگل جائے، آگ اس کو جلا کر خاکستر کردے، آسمان اس پر پتھر برسائے، تو کیا بعید ہے۔

ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر کی عبرتناک ہلاکت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والا ڈنمارک کا بدنام زمانہ اخبار Jyllands Posten کا بدبخت ایڈیٹر Jens Kaiser اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ قانون قدرت کے مطابق اچانک آگ بھڑک اٹھی، جس کی لپیٹ میں وہ بدبخت زندہ جل کر ختم ہوگیا، اس گستاخ رسول نے ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو اپنے اخبار میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کئے تھے، اس کو اللہ کے عذاب نے سوتے ہوئے پکڑ لیا اور وہ زندہ جل کر جہنم رسید ہوگیا۔(۱)

پیغمبر اسلام کے کارٹون ہم نے بنوائے تھے

لکھنؤ کے ایک خبرنامے کے مطابق ''تقریباً تین سال پہلے اپریل ۲۰۰۳ء میں ڈنمارک کے آرٹسٹ Christoffer Zieler نے حضرت عیسیٰ مسیح کی شبیہ پر مبنی کارٹونوں کا ایک سلسلہ ڈنمارک کے اخبار Jyllands Posten کو برائے اشاعت بھیجا، اخبار کے ایڈیٹر Jens Kaiser نے یہ کہہ کر شائع کرنے سے انکار کردیا کہ اس سے عیسائی فرقے کے جذبات مجروح ہوں گے اور اس پر بہت چیخ وپکار ہوگی، مسیحی دنیا احتجاج کرے گی، کارٹون ساز زیلر کا کہنا تھا، کہ اس نے یہ کارٹون بہت

(۱) راشٹریہ سہارا۔ ۱۶ر جون ۲۰۰۶ء

سوچ سمجھ کر بنائے تھے اور اپنے عیسائی دادا کو دکھائے بھی تھے جو ان سے محظوظ ہوئے تھے، مگر ایڈیٹر کارٹون شائع نہ کرنے کے اپنے فیصلے پر اڑا رہا اور اب یہ وہی اخبار Jyllands Posten ہے جس نے اسلام کے آخری پیغمبر کی شبیہ پر مبنی ایک نہیں بارہ کارٹون شائع کرڈالے اور اس کا بدبخت ایڈیٹر بھی وہی Jens Kaiser ہے جو کارٹونوں کی اشاعت کا زبردست دفاع کررہا ہے، تین سال پہلے کے انکار کا ریکارڈ لندن کے اخبار گارجین کی انٹرنیٹ سروس کے نامہ نگار Gwladys Fouche نے نکالا ہے (۱) اور سوال اٹھایا ہے کہ کیا ڈنمارک کے اخبار کا یہ دہرا معیار نہیں ہے؟ جینس کیسر نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ بھی اس کی پر لطف حماقت ہے ''پیغمبر اسلام کے کارٹون ساز سے خود ہم نے فرمائش کی تھی کہ وہ یہ کارٹون بنائے، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارٹونوں کے لیے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی گئی تھی، وہ آرٹسٹ نے اپنے طور پر بنا کر بھیجے تھے''۔

مسلمانوں کے تئیں میڈیا کا دوہرا رویہ

اب طرہ اس پر یہ کہ چونکہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر اسلام دشمن عناصر کی چھاپ ہے، اس لیے اگر ان کو کوئی ایسا شوشہ ملتا ہے، جس سے اسلام کی شبیہ خراب ہوتی معلوم ہوتی ہوتو اس کو خوب اچھالا جاتا ہے اور اس کو ایسی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس سے مسلمانوں کے ایمانی جذبات مجروح ہوں، لیکن پھر دیر سویر اس کا وہی نتیجہ سامنے آتا ہے جو دنیا نے ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر کے ساتھ دیکھا، جو دراصل اسلام کی حقانیت کی واضح دلیل ہے، لیکن اس کو غیر اہم سمجھ کر کسی انگریزی اخبار یا کسی خبر رساں ایجنسی نے اس پر کوئی تأثر یا مضمون یا کوئی رپورٹ

(۱) ۶ر فروری ۲۰۰۷ء

نہیں شائع کی، یہ اس کے جانبدارروَیہ اوراسلام کے تعلق سے ان کی دشمنی کا کھلا ثبوت اور میڈیا کا کھلا دہرارویہ ہے، بس اللہ تعالی ایسے تمام دشمنوں کو ایسے ہی ہلاک کرے گا جیسا کہ گذشتہ ظالموں کو ہلاک کر چکا ہے: ؎

نادان ابھی اپنی گستاخی پہ نازاں ہے
لیکن یہ تصور بھی موت کا عنوان ہے

خالق کائنات کی تدبیر اور انسان کی سوچ

اپنے تجربہ کی بات زیادہ قابل یقین ہوتی ہے

ہر ذی شعور ودانشمند حقیقی واقعہ یا حقیقی بات کو بغیر کسی تامل وتردد کے تسلیم کرلیتا ہے، مگر پھر بھی بہت سی باتیں جو سنی ہوئی ہوتی ہیں، یا کتابوں میں قصے کہانیوں کے طور پر پڑھی ہوئی ہوتی ہیں، ان میں بعض مرتبہ شبہ پیدا ہوجاتا ہے کہ معلوم نہیں یہ واقعہ یا یہ بات درست ہے یا نہیں، کیونکہ جب آدمی کوئی بات کہتا ہے یا کوئی روداد سناتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے، یا میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا ہے، یا فلاں نے مجھے بتایا ہے، تو اس کی بات زیادہ قابل اطمینان نہیں ہوتی، مگر جب یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، یا میں نے یہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، تو اس کی بات پر یقین کرلیا جاتا ہے۔

انسان کی فکر اور سوچ محدود ہوتی ہے اور خطا کرسکتی ہے

انسان کی فکر اور سوچ محدود ہوتی ہے، اس لیے بعض مرتبہ ایسے پلاننگ کرتا ہے جو اس کے حق میں اچھے نہیں ہوتے، مگر اس کا خالق جانتا ہے کہ اس میں خیر ہے یا شر، اس لیے وہ اپنے بعض بندوں کو ایسی چیز میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھتا ہے جس میں اس کے لیے شر ہو، اگرچہ بندہ کو اس میں بظاہر بھلائی معلوم ہوتی ہو، مگر حقیقت میں اس کو نقصان ہوتا ہے، تجربات اور حقائق سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کچھ

سوچتا ہے، مگر اس کا خالق کچھ اور چاہتا ہے، انسان بعض مرتبہ اپنی ہوشیاری اور سمجھداری سے اپنی بھلائی وفلاح کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ کرتا ہے چاہے وہ نیک نیتی پر ہی کیوں نہ ہو، مگر اللہ تعالی اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کی خواہش کے برخلاف کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی جانتا ہے کہ میرے اس بندے کے حق میں کونسی چیز بہتر اور کونسی چیز غلط ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (۱) بہت سے کام تم لوگ پسند کرتے ہو مگر وہ تمہارے حق میں برے ہوتے ہیں اور بہت سے کام تم ناپسند کرتے ہو مگر وہ تمہارے لیے بہتر اور باعث خیر ہوتے ہیں اور اللہ تعالی جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے۔

ایک اچھلا پلان

ایک شناسا اور اس کی اہلیہ کو ایک رفاہی ادارہ کی طرف سے کچھ دنوں سے بطور مدرس اور معلّمہ کے کچھ مشاہرہ ملتا تھا، جس کو وہ اپنے ادارے میں شامل کرلیا کرتے تھے اور ادارے کی طرف سے جو مشاہرہ متعین تھا اس کو لے لیا کرتے تھے اور اپنے گھر کے اخراجات میں صرف کرتے تھے، یہ سلسلہ کچھ دنوں تک یوں ہی چلتا رہا، مشاہرہ جب آتا تو ادارے کے فنڈ میں ڈال دیا جاتا تھا اور ادارے سے مختصر سا جو ملتا، اس میں سے اپنے گھر کی ضروریات کو پورا کیا جاتا، مگر ۲۰۰۹ء کے شروع ہونے پر یہ پروگرام بنایا کہ امسال سے ہمیں جو مشاہرہ اپنے ادارے کی طرف سے ملتا ہے، اس میں سے کچھ کم کر دیا جائے اور باقی رقم جو حاصل ہو، اس سے اپنے گھر کے اخراجات پورے کیے جائیں اور جو رقم رفاہی ادارے کی طرف سے ملتی ہے، اس

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۶۔

میں سے حسب ضرورت لے کر باقی رقم اپنے دونوں بچوں کے نام سے اکاؤنٹ میں ڈالدی جائے تاکہ مستقبل میں ان کے کام آئے، مقصد یہ تھا کہ ایک تو یہ رقم باہر سے باہر بچ جائیگی، اور بچوں کی پڑھائی اور ان کی ضروریات میں صرف کی جائے گی، ان کے ذہن میں یہ پلان تھا جس کو وہ بہت اچھا سمجھ رہے تھے۔

اللہ کی قدرت کا مظاہرہ

مگر خالق کائنات دوسری ترتیب بنا رہا تھا چونکہ رفاہی ادارے کی طرف سے ہر چار ماہ کا وظیفہ ایک ساتھ ملتا تھا، اس لیے جب جنوری کا مہینہ آیا، پورا مہینہ گزر گیا، مگر وظیفہ نہ آیا، تو پتہ چلا کہ یہ مشاہرہ زکوۃ کی رقم سے ملتا تھا، اور اس ادارے کے سرپرستوں میں ایک بڑے مفتی ہیں، جنھوں نے فتوی دیا ہے کہ زکوۃ کی رقم اساتذہ اور دعاۃ کو نہیں دی جاسکتی، اس وجہ سے مشاہرہ بند کر دیا گیا، وجہ جو بھی رہی ہو، مگر اس سے ایک تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے وہ اس رقم کو مدرسہ کی رقم میں ملا کر خرچ کر دیا کرتے تھے اور خود مدرسہ سے لیتے تھے، اب کہ انہوں نے اس کو باہر سے باہر لینے کا پروگرام بنایا تھا اور چونکہ یہ زکوۃ کی رقم ہوتی تھی، اس لیے اللہ تعالی نے اس سے بچایا، دوسری بات یہ کہ اب کہ انہوں نے ایسا پلان بنایا تھا جو بظاہر اپنے مستقبل اور بچوں کے مستقبل کے حساب سے صحیح تھا، مگر شاید اللہ تعالی کی مصلحت کچھ اور تھی، اس لیے اللہ تعالی کی قدرت کا مظاہرہ ہوا۔

سب کو اللہ رزق دیتا ہے

غرضیکہ جب اللہ تعالی اپنے بندوں کو بچانا چاہتا ہے تو وہ غیب سے ایسا انتظام کرتا ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے، نیز جب وہ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اہل دنیا

کی ساری تدبیریں اور سارے پلاننگ بے کار ہوجاتے ہیں، اس لیے اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے، اسی نے پیدا کیا ہے وہی روزی کا بندوبست کرے گا، یہ اس کا وعدہ ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا" (۱) زمین پر جتنے بھی چوپائے (جاندار) ہیں سب کو اللہ تعالی رزق پہنچائے گا۔

(۱) سورۂ ہود آیت ۶۔

بیت الخلاؤں میں
کموڈ کا استعمال اور پاکی کا مسئلہ

یہود ونصاری کی سازشیں اپنا رول ادا کررہی ہیں

آج کی ترقی پذیر دنیا نے سبھوں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے، چاہے وہ جس طریقے سے ہو، آئے دن دنیا میں ایک نہ ایک چیز وقوع پذیر ہوتی رہتی ہے، اور ہم لوگ اس کی سہولت کی خاطر اس کو لے لیتے ہیں یا اس پر عمل کر لیتے ہیں، اور بعض مرتبہ اس کی اچھائی اور برائی کی طرف ذہن نہیں جاتا، انسان کا ذہن ان چیزوں کے حسن وقبح کی طرف کم ہی جاتا ہے، جن چیزوں میں سہولت زیادہ پائی جاتی ہے، مگر یہ حقیقت اس وقت واضح ہوجاتی ہے جب ایک فکرمند شخص ان چیزوں کے دونوں رخوں کو دیکھ کر موازنہ اور غور کرتا ہے، چونکہ آج کل مسلمان کسی بھی اجنبی چیز کو دیکھ کر نظر انداز کر جاتا ہے کہ یہ غیروں کی ہے، یا مغربی تہذیب سے وابستہ ہے، یا غیروں کی سازش یا مستشرقین کی چالبازی کی پیداوار ہے؛ لیکن یہ ضروری نہیں کہ غیروں کی، انگریزوں کی یا مغرب کی ہر چیز قابل رد ہے، بلکہ بہت سی چیزیں قابل تقلید اور قابل اخذ بھی ہیں، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود ونصاری کی جو سازشیں اور اسکیمیں اسلام دشمنی میں اپنا رول ادا کررہی ہیں، وہ بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔

کموڈ کا عام رجحان اور اس کے نقصانات

راقم کو ایک احساس ہے، شاید بہت سے قارئین اس کو ناپسند بھی کریں یا یہ کہہ کر

ٹال دیں کہ یہ تو پرانی یا دقیانوسیت کی بات ہے، مگر راقم اس بات کو بغیر معذرت کے تحریر کرتا ہے کہ آج کل اچھے خاصے دینی گھرانوں میں بیت الخلاؤں میں ''کموڈ'' Commode انگلش سیٹ لگانے کا بہت رجحان پیدا ہوگیا ہے، بلاشبہ یہ کموڈ معذوروں اور بڑی عمر والوں کے لیے آرام کی چیز ہے، مگر یہ اس کا ایک پہلو ہے، دوسرے پہلو پر کم لوگوں کی نظر گئی ہے، وہ پاکی کی کمی کا ہے؛ مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی تکلف نہیں کہ میرے تجربہ کی روشنی میں کموڈ پر پاکی حاصل نہیں ہوتی، ہاں جب دونوں طرح کی سیٹیں لگی ہوئی ہوں، نیچے والی بھی اور انگریزی بھی اور برابر میں پاکی حاصل کرنے کی سیٹ بھی لگی ہوئی ہو، تو شاید مضائقہ کم ہے، مگر آج کل یورپی، امریکی اور افریقی ممالک میں تو اس کا ایسا طوفان ہے کہ اچھے خاصے دینداروں کے گھروں میں بھی یہی سیٹ لگی ہوئی ہے، مزید یہ کہ پانی کا کوئی نکاس نہیں اور طرہ اس پر یہ کہ اس سیٹ کے اوپر بھی قالین اور قدمچوں کی جگہوں پر قالین پڑے ہوئے ہیں، اب اگر کوئی انجانے میں جوتے سمیت اس کے اوپر قدم رکھ کر بیٹھ جائے، تو اس کو گنوار، غیر مہذب، جنگلی سمجھا جاتا ہے، اور اگر اس کے اس طرح بیٹھنے سے وہ سیٹ ٹوٹ جائے، تو وہ گر جاتا ہے اور زخمی ہوجاتا ہے اور اس کو پھوہڑ سمجھا جاتا ہے، لیکن اس طرح بیٹھ کر وہ اطمینان سے استنجاء کرلیتا ہے، اور طہارت بھی کرلیتا ہے، مگر پانی جو نیچے گرتا ہے اس کی وجہ سے اندر گند ہوجاتا ہے، چونکہ پانی نکلنے کی جگہ نہیں ہوتی، مگر اس کے ٹوٹنے اور آدمی کے گرنے کا اندیشہ ضرور رہتا ہے۔

کموڈ میں طہارت کا شبہ ہے

مزید حیرت اس سے ہوتی ہے کہ مکہ اور مدینہ میں حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے جو ہوٹل اور جدید قیام گاہیں بن رہی ہیں، ان میں بھی اکثر یہی کموڈ لگائے

جارہے ہیں، جن پر عام لوگوں کو استنجاء کرنا مشکل ہے، بہت سے لوگ کہیں گے کہ ہمیں تو صاحب اس میں بڑی راحت ہے، اور ہم طہارت بھی کرتے ہیں، اگرچہ اسفار کے دوران راقم کو بھی یہی سیٹ استعمال کرنی پڑتی ہے، پہلے ایک دو دن تو دقت ہوتی ہے، پھر عادت سی ہوجاتی ہے، مگر یہ مضمون اس لیے لکھ رہا ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہے، اس پر راحت بھی ہے، آرام بھی ہے، اور عادت ہونے کے بعد محسوس بھی نہیں ہوتا، مگر ایک بات ضرور ہے کہ ایسی شکل میں طہارت میں شبہ ہے، مکمل پاکی اور مکمل طہارت شاید کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہو۔

جب پاکی نہ ہوگی تو نماز بھی نہ ہوگی

یہی وجہ ہے کہ راقم کو شبہ ہوتا ہے کہ چونکہ اس زمانے میں اکثر چیزوں کے موجد تو یہود ونصاری ہی ہیں، تو شاید یہود ونصاری نے یہ نقطہ نہ سمجھ لیا ہو کہ اس کموڈ کو اتنا عام کرو، کہ جب مسلمانوں کو پاکی حاصل نہیں ہوگی تو ان کی نماز بھی ادا نہ ہوگی، کیونکہ نماز کی ادائیگی کے لیے طہارت شرط ہے، اور یہاں غیر محسوس طریقے سے طہارت کے فقدان کا امکان ہے، اس لیے ایسے تمام مسلمان جنھوں نے کموڈ کو لگوایا ہے، یا وہ اس کے عادی ہیں، وہ غور اور تحقیق کرلیں کہ آیا صحیح طور پر ان کو پاکی حاصل ہو بھی جاتی ہے یا نہیں، اگر ان کو صد فیصد پاکی کا اطمینان ہے تو کوئی حرج نہیں، خوب استعمال کریں، اور اگر کچھ کمی واقع ہوتی ہے، تو اس کا بدل تلاش کریں، بہت سے لوگ ٹیسو پیپر وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں؛ لیکن آج کل کی مرغن غذاؤں کی وجہ سے شاید ٹیسو پیپر بھی پورا ساتھ نہ دے، اس لیے پانی کا استعمال ناگزیر ہے۔

یہ سب باتیں قیامت کی علامات میں سے ہیں

راقم کا مقصد اس مضمون میں کموڈ کی مذمت کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ سے جس چیز کی کمی کا احساس یا تجربہ ہوا ہے یعنی پاکی کے نہ ہونے کا، اس کا اظہار مقصود ہے، اگر کموڈ پر پاکی حاصل ہوجاتی ہے تو کوئی اعتراض نہیں، ویسے کموڈ کا معاملہ کچھ ایسے ہی ہے، جیسا کہ آج کل مسجدوں میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا رواج ہوتا جارہا ہے، کہ اچھا خاصا آدمی ہے، اپنی گاڑی خود چلاتا ہے، آفس میں بیٹھتا ہے، بزنس میں دوکان پر خود بیٹھتا ہے، سب کام کرتا ہے، مگر مسجد میں آکر نماز کرسی پر پڑھتا ہے، حالانکہ بہت معذور ہونے کی شکل میں کرسی کی اجازت ہے، ایسے ہی کھانا کھانے کا رجحان دسترخوان کی بجائے کرسیوں پر بیٹھنے کا ہوتا جارہا ہے، نیز اسی طرح دکانوں پر بے پردہ عورتوں کے بیٹھنے کا اور کمپنیوں میں استقبالیہ پر بے پردہ عورتوں کے بٹھانے کا ایک طوفان اور فیشن ہے کہ اچھے خاصے، دیندار، تبلیغی، دعوتی، بلکہ عالم دین کے آفیس میں استقبالیہ پر عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بے پردہ بیٹھتی ہیں، یہ سب چیزیں ایک عام سی بات بن گئی ہیں، اور ان کی قباحت اور شناعت دلوں سے نکل گئی ہے، یہ سب باتیں علامات قیامت میں سے ہیں، اللہ تعالی اپنی حفاظت میں رکھے، اور امت کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

زندگی کے بعض تلخ تجربات

مختلف پیشوں کے اہلکاروں کیساتھ پیش آئے بعض تجربات

اس وقت زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں، کسی بھی شعبے کے آدمی سے مل لیجئے، اس کی زبان پر شکوہ وشکایات کے الفاظ ہی ملیں گے، ہر ایک رونا رو رہا ہے، کوئی کہہ رہا ہے برکت نہیں، کوئی کہہ رہا ہے کہ تندرستی نہیں، کوئی کہہ رہا ہے کاروبار نہیں، غرضیکہ ہر ایک کی اپنی ایک لے ہے، ہر ایک کا ایک نالہ ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس کی طرف کم لوگوں کی نظر ہے، بلکہ اس کی طرف دھیان جاتا ہی نہیں، زیر نظر تحریر میں کچھ اس طرح کے مختلف پیشوں کے اہلکار کے ساتھ جو تجربات پیش آئے ہیں، وہ بلاتبصرہ لکھے جارہے ہیں، واضح رہے کہ یہ تمام اہل پیشہ مسلمان ہیں، ان کے لکھنے سے اپنی صفائی اور پاکی نہیں بیان کرنی بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ ہمارے سماج اور معاشرے میں کچھ اس طرح کی باتیں در آئی ہیں، جو صحیح نہیں، اور پھر ان کے نتائج بھی بہت برے ہیں، جن کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا۔

آئیرن والے مستری کا کردار

کئی روز تک ایک لوہے کے کام کرنے والے مسلمان لڑکے سے اپنے یہاں فائیور لگانے کی بات کی، اس نے کہا اس ہفتہ دن میں لائٹ نہیں، آئندہ ہفتہ ضرور ہوجائے گا، جس ہفتہ میں لائٹ تھی، اس نے کہا منگل کے دن ہوجائے گا، منگل کو بھی وہ نہ آیا اور فون بھی نہ اٹھایا، پھر آئندہ کل کا وعدہ کیا، آئندہ کل کو اسنے کہا ابھی

ٹائم نہیں لگ رہا ہے۔

دوسرے مستری کا کردار

دوسرے مسلم مستری سے بات چیت کی، اس کو صورت حال سے مطلع کیا، اس نے کہا کل ہو جائے گا، اس نے اسی روز کام شروع کر دیا، اگلے دن کام مکمل ہونا تھا، مگر اس نے فائبر کی کٹائی اور فٹنگ صحیح نہیں کی، اس کو صحیح کرنے کے لئے کہا گیا، تو وہ بضد اس غلط کو ہی صحیح کہنے پر تُلا رہا، اس کو لاکھ مثالوں سے اور عملاً سمجھایا، مگر اس نے سمجھ کر ہی نہ دیا، اور پھر اس نے بادل ناخواستہ وہ کام بجائے ویلڈنگ کے تار باندھ کر کیا، دوسرا کام کیواڑوں میں نیچے جو سوراخ تھے، ان کو چادر سے بند کرنا تھا، ایک کیواڑ کی چادر ٹھیک تھی، دوسرے کیواڑ کے لئے چادر کے دو ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بنا دیا گیا تھا اور اس میں تقریباً ایک انچ کی کمی تھی، اس کو پہلے ہی منع کیا گیا تھا کہ یہ صحیح نہیں، دوسری لے آئیں، وہ اس کے لئے تیار نہ ہوا، اور کہنے لگا چلو اس میں مزید ایک پٹی لگا دی جائے، میں نے منع کیا کہ جگاڑ بازی کی ضرورت نہیں، دوسری چادر لے آئیں، وہ اس کے لئے تیار نہ ہوا اور سامان اٹھا کر چلنے لگا، یعنی پیسے اس کی منشاء کے مطابق پورے، بات پکی، مگر مستری کی جگاڑ بازی، اس کو غیرت دلائی، تو کچھ شرم آئی، پھر فوراً اس نے دوسری نئی چادر منگائی اور وہ لگائی، پیسے اس کی منشاء کے مطابق جو طے تھے، اس میں مزید پانچ سو روپئے زیادہ طلب کئے۔

ایک راج مستری کا کردار

کئی سال ہوئے ایک مستری کا کردار جس کو مسجد کی تعمیر کا ٹھیکہ دیا، تعمیر میں اگر اس نے کوئی اینٹ آڑے ترچھی رکھ دی، یا جیسے بھی ''کیف ماتفق'' رکھ دی اگر اس کو

صحیح کرنے کیلئے کہا جاتا تو وہ فوراً بجائے صحیح کرنے کے یہ کہتا کہ اجی کیا بچا لیا ہم نے اس میں، اس کو کام کے صحیح ہونے کی فکر نہ تھی، بلکہ کیا بچنے کی فکر تھی، یہاں تک کہ وہ چھت بھی نہ ڈال سکا، اور بھاگ گیا۔

ایک لوہار کا تجربہ

ایک لوہار کو مرکز کے کیواڑ بنانے کے لئے آرڈر دیا، اس نے کہا بالکل صحیح بناؤں گا، دو جوڑی کیواڑوں کی تھی، اس نے دونوں جوڑی بظاہر خوبصورت بنائی، مگر ایک جوڑی میں ایک کیواڑ موٹا بنا دیا، دوسرا باریک، دوسری جوڑی میں جہاں دونوں کیواڑ مل کر بند ہوتے ہیں، وہی حصہ اس نے کیلوں سے جوڑ کر بنا دیا۔

ایک مولانا صاحب کا تجربہ

ایک مولانا صاحب آئے بڑی ایمان ویقین کی باتیں کیں، اپنی خیرات وہمدردی، طلبہ سے محبت وتعلق اور بعض بڑے حضرات کے مرید ہونے کا تذکرہ کیا، اور پھر کچھ دنوں بعد ایک رقم کا مطالبہ کیا، جو ان کی ظاہری باتوں کو دیکھ کر دیدی گئی، مگر اس کے بعد سالوں سے انہوں نے کوئی راستہ ہی نہیں دیا، فون اٹھاتے ہی نہیں، کبھی کسی دوسرے طریقے سے رابطہ کیا تو ادھر ادھر کی باتیں کر کے فون کاٹ دیا، وعدہ مہینہ دس دن کا مگر سالوں ہو گئے، کوئی شکل نہیں نکلی۔

ایک مفتی صاحب کا واقعہ

اسی طرح ایک مفتی صاحب آئے، جب عیدالاضحیٰ پر گھر جانے لگے تو کچھ رقم علی الحساب ادھار لے گئے، مگر ابھی تک پہنچائی نہیں، شاید ان کو اب خیال بھی نہ ہو۔

چیک سے جھانسے کا واقعہ

ایک صاحب ایک چیک لیکر آئے کہ میرے پاس یہ اتنی رقم کا باہر کا چیک ہے، آج تو بینک بند ہے، اتنے پیسے مل جائیں، تو بڑی مہربانی ہوگی، کل آپ کو واپس مل جائیں گے، ان کا چیک دیکھ کر یقین آ گیا، ان کو دیدئے گئے، دو تین سال ہوگئے، ابھی تک واپس ملے نہیں۔

رعایت تکلیف کا باعث

لڑکیوں کے مدرسہ میں بعض حضرات کے ساتھ وجہ سے تعلقات اور سفارشات کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے رعایت کردی جاتی ہے، اب تک جن حضرات نے سب سے زیادہ بدعنوانی اور بے اصولی کی اور تکلیف پہنچائی ہے، وہ وہی لوگ ہیں جن کے ساتھ رعایتی معاملہ کیا گیا، یا جن کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک کیا گیا، ایک صاحب کی دو بچیاں پڑھتی تھیں، ایک کی فیس معاف تھی، ایک کی لیجاتی تھی، جب ایک لڑکی فارغ ہوگئی، اور اس کو پڑھانے کے لئے کہا گیا تو جواب ملا کہ اس کے ابا نہیں مانتے، ایک دوسرے صاحب کا ایسا ہی واقعہ ہے کہ اس کی تین بچیاں پڑھتی تھیں، جب فراغت کے بعد ان کو پڑھانے کے لئے کہا تو جواب ملا کہ ان کے ماموں نہیں مانتے۔

زیادہ کمانے کی فکر

ایسے ہی بعض علماء شعبہ انگریزی سے فارغ ہوئے، جن کو ہر طرح کی سہولیات دی گئیں، فراغت کے بعد ان کو پڑھانے کے لئے کہا گیا اور مدارس کے عام ماحول

سے زیادہ ان کی تنخواہ رکھی گئی، تو انہوں نے کہا کہ گھر والوں کی تمنا ہے کہ ہم لوگ زیادہ کمائیں کم تنخواہ پر راضی نہیں ہوئے۔

کاتبوں اور طباعت والوں کی زیادتی

طباعت و پریس کے سلسلہ میں تو بہت سنا تھا کہ ان حضرات کی طرف سے بہت تکلیف ہوتی ہے، ایک بڑے بزرگ، عالم دین، مصنف کی زبان سے بار بار سنا کہ مجھے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف کاتبوں سے پہنچی، اس وقت اس کا تجربہ نہیں تھا، مگر اب اس کا تجربہ ہو رہا ہے، آج تک یاد نہیں کہ کسی طباعت کا کام کرنے والے، کمپوز کرنے والے، کتابت کرنے والے نے وقت پر کوئی کام کیا ہو، اکثر وعدہ خلافی اور بے اصولی کرتے ہیں، ایک صاحب سے جو ایک اچھے خاندان کے ہیں، بعض دوستوں نے ان کے سلسلہ میں کہا کہ ان کے ساتھ معاملہ کیا جائے، ایک بڑی رقم کا معاملہ کرنا تھا، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان سے ایک کتاب چھپوانے کا معاملہ کرلیا، انہوں نے پندرہ بیس دن کا وعدہ کیا، مگر انہوں نے کام نہیں کیا، فون اٹھانا بند کردیا، کسی طریقے سے رابطہ کیا تو آج کل کا وعدہ کرتے رہے، جن دوستوں کے ذریعہ سے تعلق ہوا تھا، ان کے ذریعہ سے رابطہ قائم کیا تو ڈھائی مہینے کے بعد سو کتابیں دینے کا وعدہ کیا، جب سو کتابیں دیوبند سے لائی گئیں، تو معلوم ہوا کہ وہ غلط چھاپ دی، تب ''دیر آید درست آید'' والے مقولے کو ''دیر آید غلط آید'' کرنا پڑا۔

ایک عالم دین کا واقعہ

ایک اہل تعلق عالم دین جو دین کا کام کر رہے ہیں، قرآن کریم کی خدمت کر رہے ہیں، ان کو نہ معلوم اندر ہی اندر کڑھن اور تکلیف سی محسوس ہوتی ہے، کوئی

دوسرا اہل تعلق اگر ان کے سامنے ہمارا ذکر کردے، تو ان کے پیشانی میں بل آجاتے ہیں، یا کوئی اہل تعلق ان کے سامنے ملنا چاہتا ہے، اور بات کرنا چاہتا ہے، تو ان کو بہت گراں گزرتا ہے، ایک مرتبہ اپنے ایک رسالہ میں ان کا نام ان کی اجازت واطلاع سے لکھ دیا، جب رسالہ چھپا اور ایک ایسے مخیرّ کے پاس پہنچا جوان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اور راقم کے ساتھ بھی، مخیرّ صاحب نے ان اہل تعلق حضرت سے معلوم کیا کہ کیا یہ آپ کا نام ہے، یا آپ ہی اس سے مراد ہیں، تو انہوں نے نفی میں جواب دیا اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، مخیرّ صاحب نے یہی مکالمہ راقم سے کیا، تو ان کو صورت حال بتلائی گئی۔

ایک عالم کی منافقت

ایک مرتبہ راقم کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، اس کا عقیقہ مسنونہ تھا، ان حضرت کو بھی دعوت دی گئی، انہوں نے دعوت قبول کی، اور آنے کا وعدہ کیا، مگر شریک نہ ہوئے، پھر انہیں مخیرّ صاحب نے ان سے معلوم کیا کہ کیا آپ کو بھی دعوت دی تھی؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا، جس سے مخیرّ صاحب کو ان سے اور دیگر علماء وخدام قرآن سے بدظنی ہوگئی۔

ایک فاؤنڈیشن کے مولانا کی بے راہ روی

معاملات کے سلسلہ میں باتیں اتنی ہیں کہاں تک لکھا جائے، ایک چندے کے سفر میں ایک فاؤنڈیشن کے ذمہ دار مولانا صاحب ساتھ ہوگئے، ناکارہ اپنی سادگی میں ان کو اپنے ساتھ ایک ایسے مخیرّ کے پاس لے گیا جو ہمارے یہاں ایک بچہ کا سال بھر کا خرچ دیتے ہیں، میں نے ان سے ملاقات کی، بات چیت شروع کی، انہوں

نے بچے کی رقم قبول کرلی، میں نے چند درس گاہوں کی تشکیل کی، ایک درس گاہ کا ان کو تخمینہ بتایا، وہ تیار ہوگئے، اور انہوں نے یہ بات شروع کی کہ اگر آپ کو یہ رقم چیک کے ذریعہ دی جائے، کوئی حرج تو نہیں، یا آپ کے مدرسہ کو پہنچادی جائے، یہاں تک بات ہوئی تھی کہ یہ فاؤنڈیشن والے مولانا جو ساتھ تھے، ان سے برداشت نہ ہوسکا، فوراً اپنی فائل اٹھا کر مخیرّ صاحب کے سامنے اڑا دی، مخیرّ صاحب بڑے تاجر ذرا اصول پسند آدمی تھے، ان کا ذہن اس بداصولی سے ایسا بدلا کہ مخیرّ صاحب نے ہمیں سو سو کی رقم دے کر چلتا کیا، اور کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

امت کے عام حالات

اب بتلایئے زندگی کے عام حالات تو یہ ہیں، کہاں انصاف ہوگا، کہاں بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے، راقم یہ نہیں کہہ سکتا کہ زندگی کے تمام شعبوں میں سب لوگوں کے یہی تجربے ہیں، یا صرف راقم کے ہی ساتھ ایسا معاملہ ہے، بہر حال ان حالات کے تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے، کہ کیسے امت کی نیا پار لگے گی، ہر جگہ ’’بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن‘‘ والا معاملہ ہے، ایسا تو نہیں کہ سب کے سب چور ہی چور ہیں، بلکہ اچھے لوگ بھی ابھی ہیں، ورنہ تو قیامت آجائے گی، لیکن عام حالات تشویشناک ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو صحیح سمجھ دیدے اور دین کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مدارس کے تئیں بعض مسلمانوں کے نظریات

بعض مسلمان بھی مدارس کے خلاف ہیں

ہم اب تک یہی سنتے آرہے تھے کہ یہود ونصاری اور امریکہ مدارس اسلامیہ کے خلاف شازشیں کرتے رہتے ہیں اور بعض برادارن وطن بھی مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کے اڈوں سے تعبیر کرتے رہتے ہیں، لیکن آج کل کے حالات کے تناظر میں ہمیں یہ دیکھنے میں ملتاہے کہ بعض مرتبہ مسلمان بھی مدارس کی اینٹ سے اینٹ بجانیکی کوشش کرتے ہیں، شاید بعض قارئین کو حیرت بھی ہوگی، اوران کا حیرت کرنا ان کے ایمان اوراسلامی فکر وسوچ کے مطابق صد فیصد صحیح ہے، مگر کیا کیا جائے اور کیا کہا جائے، جب واقعہ بالکل حقیقت کے مطابق ہو، اگرچہ مدارس اسلامیہ مسلمان تجار اور مخیّرین حضرات کے ذریعہ ہی سے چل رہے ہیں، اوروہ بڑی مقدار میں تعاون کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں میں ہی ایسے شر پسند عناصر بھی پنپ رہے ہیں، جو مدارس کو یکلخت ختم کرنا چاہتے ہیں، جب وہ شر پسند عناصر کوئی خرافات اور مدارس کے خلاف کوئی بغاوت یا شورش برپا کرتے ہیں، تو بعض مرتبہ وہ حضرات بھی شریک کار ہوجاتے ہیں، جواپنی کمائی کا ایک معتدبہ حصہ مدارس میں دیتے ہیں۔العیاذ باللہ

دنیا میں لوگ کسی نظام سے سو فیصد متفق نہیں

بلاشبہ دنیا کے تمام نظاموں میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں، بزنس وتجارت کے نظام میں بھی کچھ کوتاہیاں ہوتی ہیں، زراعت وکاشت کے نظام میں بھی، حکومت

کے نظام میں بھی، یونیورسٹی، کالج اوراسکول کے نظام اورانتظامیہ میں بھی کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں، مدارس میں بھی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے بعض دوسرے متفق نہیں ہوسکتے، چونکہ مدارس اسلامیہ کا نظام بھی کوئی منصوص اورمنزل من اللہ توہے نہیں، اوروہاں کی انتظامیہ بھی کوئی معصوم نہیں، اب ظاہر ہے دنیا کے تمام نظاموں کی طرح وہاں کا بھی نظام انسانوں کا وضع کردہ ہے، اوراس کو نافذ کرنے والے بھی وہی انسان ہیں، جن میں بشریت ہے، اور وہ بھی خامیوں اور کوتاہیوں سے مرکب ہیں، یہ الگ بات ہے کہ مدارس کا سارا اسسٹم صحیح اور درست ہونا چاہئے، چونکہ یہ اسلامی پاور ہاؤس ہیں، اوریہیں سے زندگی کے کشت زاروں میں بجلی کی سپلائی، اور ہدایت کی روشنی پھیلتی ہے، اورشاید دنیا میں آج تک تو کوئی نظام ایسابنا نہیں جس سے سب لوگ سو فیصد متفق ہوں، سب سے اعلی، مضبوط اور صد فیصد صحیح اللہ کا نظام اسلام ہے، اوراسلام کا دستور قرآن ہے، مگر دنیا کے سارے لوگ اس کو بھی نہیں مانتے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک مدرسہ اور مدرسہ کی انتظامیہ صد فیصد صحیح ہو، اوراگر صد فیصد صحیح بھی ہو، تو وہ سب لوگوں کو متفق کرسکے، سب کو خوش کرسکے، اور کسی کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہو، تمام پیغمبروں نے اللہ کی وحدانیت کا اعلان کیا، اس کی دعوت دی، اچھے اخلاق پیش کئے، پھر بھی لوگ ان کے مخالف ہوگئے، اور بعض پیغمبروں کو ہجرت بھی کرنی پڑی، وطن چھوڑنا پڑا:

غالب برا نہ مان گرواعظ برا کہے
ایسا بھی ہے کوئی جسے اچھا کہیں سبھی

مدارس کے خلاف چند دل خراش واقعات

مدارس کے خلاف امت مسلمہ کے چند تازہ ترین واقعات ملاحظہ کیجئے: ایک

صاحب نے ایک مسجد کی توسیع وتجدید کی، پھراس کے برابر میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا، اور یہ بات سب پر عیاں ہیں کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے اور مدرسہ تعلیم واخلاق کی جگہ، دونوں لازم ملزوم ہیں، اور زمانہ نبوت میں دونوں کام مسجد سے ہی لئے جاتے تھے، اس دور میں الگ الگ شعبوں کے لئے الگ نظام بنایا گیا ہے، مدرسہ بھی الگ عمارت میں الگ نظام کے تحت قائم ہوتا ہے، یہاں یہ بات عرض کرنی ہے کہ بعض شرپسندوں نے پہلے اہل مدرسہ کا راستہ اچانک بغیر کسی پیشگی اطلاع کے بند کردیا، جو مسجد کے صحن کے سامنے سے دس سال سے چل رہا تھا، اس کے لئے پہلے سے سازش کی جارہی تھی، اس کے بعد مدرسہ کی باؤنڈری کی دیوار توڑنے کے درپے ہوگئے، انتظامیہ نے نوٹس لیا، تو شرپسندوں نے مدرسہ اور اہل مدرسہ کو بدنام کرنے کا پلان بنایا کہ مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے، حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں پیش پیش انتظامیہ کے اہل خاندان، اعزہ واقارب بھی تھے، پھر عوام کالانعام کے پیش نظر سب ساتھ لگ گئے، اور سب لوگوں کی آخری خواہش یہ ہوئی کہ مدرسہ کی دیوار ٹوٹے تب ہمیں سکون ہوگا اور ہماری آنکھ ٹھنڈی ہوگی، جن دانشوروں کو بیچ میں فیصلے اور انصاف کے لئے بلایا گیا، وہ بھی یکطرفہ ہوگئے اور شرپسندوں کے ہمنوا بن گئے، لہٰذا ان کی آنکھوں کو بھی مدرسہ منہدم کرنے میں ٹھنڈک محسوس ہونے لگی، اور ایک دم انتظامیہ کے تمام عیوب نظر آنے لگے، اب ان کے نزدیک اہل مدرسہ میں ایک بھی نیکی اور اچھائی نہیں تھی، بلکہ ببانگ دہل یہ اعلان کیا جانے لگا کہ اہل مدرسہ بے ایمان ہوگئے، ایمان سے خارج ہوگئے (الامان والحفیظ) یہ ہیں وہ مسلمان جو بظاہر مسجد میں نماز بھی پڑھتے ہیں، ان کے بچے مدرسہ سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، اور یہ لوگ اپنے کاروبار میں دھوکہ دھی بھی کرتے ہیں، اللہ انہیں ہدایت دے۔

مدرسہ کی انتظامیہ کا ایسا قدم جو باعث اختلاف ہوا

ایک بڑے مدرسہ کے انتظامیہ نے بزعم خویش مدرسہ کے مفاد میں کوئی ایسا قدم اٹھایا جو جمہور کے مشورے سے نہیں ہوا تھا، تو اس پر مسلمانوں نے طوفان بدتمیزی کھڑا کردیا، اور انتظامیہ کو استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا، اور وہ مدرسہ جہاں پر قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہورہی تھیں وہ ایک چوپال اور میدان دنگل بن گیا، اور اہل مدرسہ کے خلاف شورش برپا ہوگئی، حالانکہ وہ خامی دور کرکے نظام صحیح کیا جاسکتا تھا اگر انتظامیہ اس کو درست کرلیتی، اصل بتلانا یہ ہے کہ مسلم عوام پر اللہ رحم فرمائے، یہ سازش کی اتنی جلد شکار ہوتی ہے کہ سوچا بھی نہیں جاسکتا، اور پھر وہ تمام حدود پار کرلیتی ہے، اور یہود ونصاری اور دشمنان اسلام کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔

خاندانی چپقلش مدرسہ کے انتظامیہ سے اختلاف کا باعث

ایک جگہ مدرسہ کے انتظامیہ سے بعض مسلمانوں نے اس لئے بدتمیزی کی یہ فلاں خاندان سے متعلق ہے، جس کی وجہ سے ان سے مدرسہ کے بعض کاغذات بھی چھین لئے اور انتظامیہ کو ہٹانے کے درپے ہوگئے، چونکہ وہ فلاں خاندان کے فیور میں ہیں۔

مدرسہ کا رفاہی کام گاؤں کے لوگوں کے حسد کا باعث

ایک جگہ بعض اہل مدرسہ نے کچھ رفاہی کام شروع کیا، گاؤں کے دوسرے لوگوں کو حسد ہوا، اور رفاہی کام میں جو صاحب خیر معاون تھے، ان کو ورغلا کر ان کے خلاف کردیا اور ان کو بے ایمان ثابت کیا، اور ایک خلفشار پیدا کردیا، اور جن لوگوں کو اس رفاہی کام کا فیض ہونا تھا وہ نہ ہوسکا، مدارس کے تئیں مسلمانوں کے یہ دل خراش حالات ہیں،

ایک تو دشمنان اسلام پہلے ہی سے مدارس اسلامیہ کے خلاف ہیں، رہی سہی کسر یہ اپنے مسلمان بھائی نکال لیتے ہیں، اوراس حدتک دشمنی کرتے ہیں کہ یہود ونصاری کیا کریں گے، وہ تو صرف سازشیں رچتے ہیں، مسلمان توان کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

آج کل ہر آدمی مدارس کی برائی کررہا ہے

آج کل جس آدمی کو دیکھئے اہل مدارس کی برائی کررہا ہے، مدرسہ کی برائی کررہا ہے، بلکہ اللہ معاف کرے بعض مرتبہ جو چندہ دیتا ہے وہ بھی مدارس کے خلاف زہر اگلتا ہے، اور دسیوں واقعات اہل مدارس کے خلاف سناتا ہے، اس کو دنیا میں کوئی شاپنگ سینٹر کھلے، کوئی مول کھلے، کوئی نئی دکان کھلے، کبھی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن اگر کہیں کوئی نیا مدرسہ کھلتا ہے، تو سب سے پہلے ان تاجر صاحب اور مخیّر صاحب کو ضرور پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے، یہ ہیں مسلمانوں کے نظریات جو افسوسناک ہیں، جبکہ مدارس اسلامیہ کا شجرۂ نسب صفہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، اوراسلام کی بقاء اور اشاعت مدارس پر منحصر ہے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے محترم استاد حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''شاید اللہ تعالی کو اب مدارس کا نظام پسند نہیں، دوسرا کوئی نظام اللہ تعالی کو منظور ہے'' مگر جب تک یہ نظام ہے اس کی افادیت اوراہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

کہیں یہ غیروں کی سازش تو نہیں

اصل میں مدارس کی افادیت واہمیت کا احساس مسلمانوں سے زیادہ غیروں، یہودیوں اوراسلام دشمنوں کو زیادہ ہے، ان کو معلوم ہے کہ جب تک یہ مدارس رہیں گے تو مسلم عوام کو گمراہ کرنا، ان کو اپنے مشن پہ لگانا آسان نہیں، اس لئے انہوں نے

شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں ایسے عناصر یا ایسے اپنے نمائندے اور اپنے کارندے پیدا کردئے ہیں جو مدارس کے خلاف اور اہل مدارس کے خلاف کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ہر چھوٹی بڑی بات کو بتنگڑ بنا کر مدارس کے خلاف زہر اگلنا اور شرارت کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے، تاکہ مسلمان مدارس اور اہل مدارس سے بدظن ہوجاتے اور ان کو صراط مستقیم سے ہٹانا آسان ہوجائے، اللہ تعالی مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

دین کے کام میں رخنہ پیدا کرنا تباہی کا ذریعہ

مسلمانوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ جو بھی دین کے کام میں رکاوٹ بنتا ہے، روڑے ڈالتا ہے، تو اللہ تعالی عزیز ذوانتقام ہے، اس کا انجام برا ہوتا ہے، اور وہ جلد ہی ذلیل ورسوا ہوتا ہے، آخرت میں اللہ تعالی اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، اللہ ہی جانتا ہے، اس لئے مخلصانہ طور پر عام مسلمانوں سے گزارش کی جاتی ہے کہ اگر آپ مدارس اور اہل مدارس کی کچھ مدد بھی نہ کرسکیں، کچھ حرج نہیں، مگر اتنا ضرور خیال کیجئے کہ مدرسہ اور اہل مدرسہ کی کچھ مخالفت نہ کیجئے، کیونکہ مدرسہ اسلام کا پاور ہاؤس، اسلام کی چھاؤنی، اللہ کے دین کی اشاعت کی جگہ ہے، اور اہل مدارس اللہ کے خاص نمائندے ہیں، ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ یہ آپ کی تباہی کا پیش خیمہ ہے، اس لئے ڈریئے اور بچنے کی کوشش کیجئے، دنیا کی رسوائی تو برداشت کرسکتے ہو، دنیا کی ذلت اور تکلیف تو جھیل سکتے ہو، آخرت کی ذلت ورسوائی اور تکلیف برداشت نہیں ہوسکے گی، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، مدارس اور اہل مدارس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❑❑❑❑